بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ طبع ثانی

میں نے یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں شائع کی تھی میں اس کتاب کے پڑھنے والوں کو آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ مسلمانانِ ہندوستان کی ہستی کو مٹانے کے لئے ایک نہایت گہری۔ نہایت زبردست اور ہندوستان بھر میں پھیلی ہوئی سازش کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو اس ملک سے مٹا دینے کی سازشیں پہلے بھی کی گئیں اور تاریخ ہند کے مختلف زمانوں میں بار بار کی گئیں۔ مگر وہ انگریزی تسلط سے پہلے کی باتیں ہیں۔ انگریزی راج نے سازش کرنے والوں کو نئے نئے طریقے سمجھائے۔ نئے ہتھیاروں سے مسلح کیا اور اُن کے دل و دماغ کو نئی نئی اُمیدوں اور اُمنگوں سے لبریز کر دیا۔ پہلے جو سازشیں ہوتی تھیں مسلمانوں میں ان سازشوں کو خاک میں ملا دینے کی طاقت تھی۔ مگر انگریزوں کے سیاسی مسلک نے مسلمانوں کو دیدہ و دانستہ بیدست و پا بنا دیا۔ اور ہندوؤں کی دیدہ و دانستہ پرورش اور حوصلہ افزائی کی۔ ان حالات میں اغیار کی بن آئی۔ اُنہوں نے سمجھا اور ٹھیک سمجھا۔ کہ جیسا موقع آج ہے۔ پہلے کبھی نہ تھا چنانچہ پچاس ساٹھ سال سے شدھی کے منصوبے گانٹھے گئے۔ دس گیارہ سال سے شدھی کے پہلو بہ پہلو سنگھٹن کی تحریک زور شور سے جاری ہے۔ اور اب تو کھلم کھلا ہندو راج کے اعلان کئے جا رہے ہیں۔

میں نے اس کتاب کے تمہید میں اپنے مخاطبین کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ اوّل وہ بھولے بھالے مسلمان جن کو دنیا کے حالات سے کبھی کوئی اطلاع ہی نہیں ہوتی۔ دوسرے وہ بار بار بھول جانے والے مسلمان جو بہت سے حالات آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر جلد بھول جاتے ہیں جن کو بہت سے تلخ تجربے ہوتے ہیں۔ مگر وہ تجربے بھی نقش بر آب ثابت ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ دیدہ و دانستہ آنکھیں بند کر لینے والے مسلمان جو سب کچھ جانتے بھی ہیں۔ سمجھتے بھی ہیں۔ مگر خدا جانے کس نشہ میں ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ گویا قسم اول بے خبر۔ قسم دوم زود فراموش قسم سوم باخبر مگر بظاہر بے حس اور بہر حال بے حرکت +

میں چاہتا ہوں کہ بے خبر باخبر ہو جائیں۔ زود فراموش عبرت پکڑیں۔ بے حس حرکت میں آئیں اور تینوں طبقے ملکر ان خطرات عظیم کی مقاومت کیلئے عملی کام کریں۔ جن سے ہندوستان کی ملت اسلامیہ آج دوچار ہے۔

اب میں اس کتاب کو دوبارہ شائع کرتا ہوں جس قدر مضامین اس کتاب کی طبع اول میں تھے۔ سمجھنے والے کیلئے وہی کافی تھے ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

مگر طبع ثانی میں بہت سے ایسے مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے جنکو دیکھنے کے بعد غفلت کا رہا سہا نشہ بھی ہرن ہو جانا چاہیئے۔ مضامین سابقہ سے بھی ثابت تھا کہ ہر عقیدے اور ہر خیال۔ ہر گروہ اور ہر طبقے کے ہندو اس بات پر متفق الرائے اور متحد العمل ہو چکے ہیں۔ کہ اسلام کو ہندوستان سے مٹا دیا جائے۔ لیکن اگر پہلے کوئی بات گول رہ بھی گئی تھی۔ تو اب بالکل ہی صاف ہو گئی۔ لالہ ہر دیال ایم۔ اے مقیم سویڈن نے سب پردے اٹھا دیے ہیں دہلی کے اس آوارہ وطن فاضل کا یستھ کی صاف گوئی کی دل سے قدر کرتا ہوں جسکے دل میں قوم کا عشق ہو وہ مصلحتوں کی زنجیر میں جکڑا ہوا کبھی نہیں رہ سکتا ؎

عشق تا خام است باشد بستۂ ناموس و ننگ — پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست

لالہ ہردیال سے پہلے بھی بڑے بڑے ہندو نیتا یہی باتیں کہہ چکے ہیں۔ سوامی دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج کی تمام تعلیم ہمارے پیش نظر ہے انہوں نے کونسی کسر اٹھا رکھی تھی انکے چیلوں نے کیا کیا نہیں کہا۔ پنڈت مالوی اور انکے بیشمار ذریات کے اقوال اور اقوال سے بڑھکر انکے اعمال۔ سوامی شردھانند اور ان کے شاگردوں کے کارنامے۔ ڈاکٹر مونجے کے کبھی ختم نہو نیوالے ہفوات ہمارے سامنے ہیں۔ مہاراشٹر کا انبار در انبار لٹریچر سیواجی کی کایا پلٹ بندہ بیراگی کا قلب ماہیت حقیقت رائے کا بے حقیقت فرضی افسانہ اور لاتعداد لٹریچر جس کا مقصد صرف اور محض یہ ہے کہ ہر ہندو کے سینے میں مسلمانوں کے خلاف ایک مادہ عداوت سے مشتعل ہو جائے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا اور اسی لئے ہے کہ اسلام کو ہندوستان سے مٹا کر چھوڑنا ہر ایک ہندو کا مقصد حیات بن جائے۔ انڈین نیشنل کانگریس کے اغراض

و مقاصد کے ماتحت سیاسی ہندوؤں نے سیاسی مصلحت اندیشی سے کام لیا انہی مصالح کیوجہ سے تحریک خلافت میں ہندو لیڈروں نے مسلمانوں سے بھی بڑھکر جوش و خروش دکھایا اور تحریک سوراج کو ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک مشترک تحریک ظاہر کیا۔ چنانچہ ہندو مسلم اتحاد کی نشہ پیلی ہوا ایک عرصے تک چلتی رہی۔ ان تحریکات نے ہندوؤں کے اصلی ارادوں پر کچھ عرصے کیلئے پردہ ڈالدیا۔ مگر ۱۹۲۱ء سے پھر یہ پردے اٹھنے لگے۔ ذرا تدریج ملاحظہ ہو کہ پردے رفتہ رفتہ کیونکر اٹھے۔

اول کہا گیا کہ مسلمانوں نے تو تحریک خلافت کے سبب سے زبردست تنظیم کر لی اور ہندو ہیں کہ بدستور کمزور اور منتشر ہیں۔

انکے بعد کہا گیا کہ سوراج لینے کے لئے ہندو مسلم اتحاد کی کیا ضرورت ہے۔ ہندو تنہا سوراج لے سکتے ہیں۔

اس کے بعد کہا گیا کہ مسلمان ہر جگہ ہندوؤں کو کچلے ڈالتے ہیں۔ انکے جان و مال و ناموس کو تباہ کرتے ہیں۔ ہندو سنگٹھن ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ہندو مہاسبھا بنائی گئی۔ اور طول و عرض ملک ہند میں ہر ممکن مقام پر دیانت تاسیر اس کا جال پھیلایا گیا۔ ہر جگہ جسمانی ورزش فوجی تعلیم و تربیت شروع کی گئی۔

اس کے بعد کہا گیا کہ صرف یہی نہیں کہ ہندو تنہا بلا امداد مسلم سوراج لے سکتا ہے۔ بلکہ اس کو لینا ہی چاہیئے تھا۔

اسکے بعد کہا گیا کہ سوراج کیا معنی ہندو راج ہونا چاہیئے۔

رفتہ رفتہ ہندو مہاسبھا تمام ملک ہند کے ہندوؤں کے سیاسی حقوق و مطالبات کی واحد اجارہ دار بن گئی۔

مہاسبھائی لوگ کانگریس پر چھا گئے۔ تمام کانگرسی ہندو مہاسبھائی بن گئے۔ اور مہاسبھائی نیتاؤں نے کھلم کھلا کہنا شروع کیا کہ کانگریس کوئی چیز نہیں۔ مہاسبھا ہی سب کچھ ہے۔ مگر یہ کہنے کی باتیں ہیں۔ ورنہ کانگریس اور مہاسبھا اندرون خانہ ایک ہی چیز ہے من تو شدم تو من شدی کا معاملہ ہے۔ دنیا کو دکھلانیکے لئے نام الگ الگ رکھ لئے ہیں۔

(۳) سوراجیہ اُس دن ملیگا۔ جب ہندو سنگھٹن سے انگلستان خوفزدہ ہوگا۔

پاگل کے آخری الفاظ۔

(۴) روٹی۔ آزادی۔ عزت۔ تعلیم اور حفاظت کے سوال کا حل ہندو سنگھٹن اور ہندو راجیہ سے ہو سکتا ہے۔ سنگھٹن کے پرچارکوں کو مذہبی جھگڑوں سے الگ رہنا

(۵) پاگل کا سیاسی وصیت نامہ۔ ہندو قوم کا مستقبل۔

(۶) ہندو سنگھٹن کا سچا آدرش۔

ہندو سنگھٹن کی موجودہ تحریک ۱۹۲۱ء کے ماپلا فسادات اور ۱۹۲۲ء کے فسادات ملتان کے بعد شروع ہوئی۔ اُسوقت سے ہندو قوم نے مسلمانوں کی تباہی کیلئے فسادات کا ایک سلسلہ جاری کر رکھا ہے اس دس سال کے عرصہ میں بیشمار فسادات ہوئے۔ ان فسادات کا انداز اور طریق کار ہر جگہ ایک ہی تھا۔ غور کرنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ یہ سب فسادات ایک نظام اور ایک ہی سازش کے ماتحت ہوئے۔ اہل بصیرت کا فرض ہے۔ کہ اُمور مندرجہ ذیل خوب غور سے دیکھیں۔

فسادات سے پہلے

(۱) ہر فساد کیلئے ہندوؤں نے پہلے سے سازش اور تیاری کی۔

(۲) چھیڑ چھاڑ ہر جگہ ہندوؤں کی جانب سے تھی۔

(۳) چھیڑ چھاڑ کا مقصد یہ تھا کہ ہندو قوم حملہ کرنا سیکھے۔ انمیں جرأت اور شجاعت پیدا ہو وہ ایک جنگجو قوم بنجائیں۔ اور مسلمانوں کے قلوب میں اُن کا رعب بیٹھ جائے۔

(۴) چھیڑ چھاڑ کا مقصد یہ بھی تھا کہ ہندو قوم کے دلمیں مسلمانوں کا جو خوف بیٹھا ہے وہ نکلجائے اور اُن کو تجربہ ہو جائے کہ وہ مسلمانوں کو جسمانی جنگ میں مغلوب کر سکتے

(۵) اکثر مقامات میں کوٹھوں پر اینٹوں کے انبار کے انبار جمع کئے گئے۔ تاکہ کوٹھوں سے مسلمانوں پر خشت باری کی جائے۔

(۶) بندوق پستول اور ریوالور۔ تیزاب۔ سوڈا واٹر کی بوتلیں وغیرہ سامانِ حرب و ضرب جمع کیا گیا۔

فسادات کیوقت

(۱) ہر ممکن طریقے سے مسلمانوں کو مضروب و مجروح کیا گیا۔

(۲) مسلمانوں کے گھروں اور دوکانوں کو لوٹا بھی گیا اور جہاں موقع ملا جلایا بھی گیا

(۳) مکانات کو آگ لگا کر زندہ مسلمانوں حتی کہ عورتوں بچوں اور بوڑھوں تک کو جلا دیا گیا

(۴) بنارس کے فسادات میں مسلمان بچے بکروں کی طرح ذبح کئے گئے۔ کانپور کے فسادمیں بچوں کی ٹانگیں چیر چیر کر ان کو ہلاک کیا گیا۔

(۵) متعدد مقامات میں قرآن کریم جلائے گئے۔ یا اور طرح بیحرمتی کیگئی۔

(۶) متعدد مقامات پر مساجد کو نذر آتش کیا گیا۔

(۷) تعلیم یافتہ گروہ یہانتک کہ طلبہ (حتی کہ ہندو یونیورسٹی بنارس کے طلبہ) نے بھی فسادات میں خوب ہاتھ دکھائے۔

فسادات کے بعد

(۱) طول و عرض ملک کے اخباروں اور جلسوں میں لگاتار اور منظم پروپگنڈا کیا گیا۔ کہ ابتداء مسلمانوں نے کی اور ہندوؤں کو جان و مال کا نقصان پہنچایا۔

(۲) بیگناہ مسلمانوں کے خلاف جھوٹے مقدمات برپا کئے گئے۔ جھوٹی شہادتیں بنائی گئیں گروہ در گروہ ہندو وکلا نے مسلمانوں کیخلاف مفت پیروی کی۔ حکام انتظامی پولیس اور عدالتوں پر طرح طرح کے رعب ڈالکر ہندوؤنکو چھڑا لیا اور مسلمانوں کو پھنسایا۔

(۳) نتیجہ یہ ہوا کہ دوران فساد میں جان و مال عزت و آبرو کا نقصان حتی کہ توہین قرآن و مساجد یہ سب کچھ مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑا اور قانونی شکنجوں میں بھی مسلمان ہی کسے گئے۔

ہندو سنگھٹن کے یہ نتائج ہم سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ سوال یہ ہیکہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ اس سوال کا جواب دینا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ اس جواب کو الفاظ کا جامہ آسانی سے پہنایا جا سکتا ہے مگر ضرورت اسکی ہے کہ عمل کا جامہ پہنایا جائے۔ یہ کتنا آسان بھی ہے اور آسان ہونیکے باوجود یہ بھی کہ اگر مسلمان مسلمان بنجائیں تو آج اعدائے اسلام کی تمام شرارتوں کا علاج ہو جاتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس زمانہ کے مسلمانوں

کیلئے مسلمان ہونا ہی سب سے مشکل بات ہے۔ مسلمانوں کا قومی نظام جو اُن کی تمام تعلیمی
اصلاحی۔ اقتصادی۔ معاشرتی۔ اجتماعی و سیاسی ضرورتوں کا ضامن و کفیل ہے۔
درہم برہم ہو چکا ہے۔ ان کو حکم تھا کہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو۔ اُنہوں نے اس
رسی کو چھوڑ رکھا ہے۔ اُن کو حکم تھا کہ آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ آج اُن کی قومی زندگی
کی رونق ہی اسپر موقوف ہے کہ وہ آپس میں پھوٹ ڈالیں وہ زبان سے اور قلم سے ہزار
بار مرتبہ اتفاق۔ اتحاد۔ ہمدردی اور تنظیم اور اسی قسم کے الفاظ بولتے اور لکھتے ہیں۔ مگر انکا
عمل اتفاق و اتحاد کے بجائے۔ افتراق و انتشار۔ ہمدردی کے بجائے بیگانگی۔ تنظیم کے
بجائے تفریق پیدا کرنیوالا ہے۔ اعدائے اسلام کی ریشہ دوانیوں۔ سازشوں اور حملوں سے
بچنے کیلئے اس زمانہ میں بہت سے عالی دماغ تجربہ کار دردمندانِ قوم نے اچھی سے
اچھی تدبیریں بتائیں۔ مگر قوم کو توفیق عمل نہوئی۔ یہ تحریر محض ایک دیباچہ ہے اسمیں
ایک ایسے مسئلہ پر کافی اظہار خیال کی گنجایش نہیں۔
انشاء اللہ اس مضمون پر ایک مستقل رسالہ لکھ کر شائع کیا جائیگا۔ علاج تو صرف
اس قدر ہے کہ انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ مگر اس زمانہ میں ہم لوگوں کی
ذہنیت مسموم ہو گئی ہے۔ اس لئے کسی قدر توضیح و تشریح کرنی پڑے گی۔ اس کا انتظار
کیجیے۔ انشاء اللہ یار زندہ صحبت باقی۔

و اخر دعوٰینا ان الحمد للہ رب العالمین۔ و الصلوٰۃ و السلام علی
رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

شہر انبالہ
۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ
۲۶ مئی ۱۹۳۱ء

سید غلام بھیک نیرنگ
معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام

تہدیہ

وہ تمام بھولے بھالے مسلمان

جو ہمیشہ بسم اللہ کے گنبد میں رہتے ہیں اور جن کو کبھی معلوم ہی نہیں ہوتا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے

وہ بھلکڑ مسلم ہستیاں

جنکو
درسگاہ مشاہدہ اور دار التعلیم تجربہ کے متواتر اور مسلسل سبق بار بار بھول جاتے ہیں۔

وہ سرمستانِ صہبائے تغافل

جو سب کچھ دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں اور پھر بھی نہ کچھ دیکھتے ہیں نہ کچھ جانتے ہیں

میں اُن سب کی خدمت میں

اس ناچیز رسالہ کو بطور ہدیہ محبت پیش کرتا ہوں

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

نہ خود خوری غم خویش و نہ کس غم تو خورد
تو چیستی کہ نہ فرزانہ نہ دیوانہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلے علیٰ رسولہ الکریم

ابتدائی التماس

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ دین عطا فرمایا ہے جو اُس کے نزدیک ایک ہی مقبول دین ہے اُنکو اُس دین کی محبت بلکہ عشق عنایت کیا ہی۔ زمانہ کے سینکڑوں ہزاروں انقلابوں کے بعد اور طرح طرح کی کمزوریوں کے باوجود آج بھی مسلمان اپنے پیارے دین کیلئے تن من دھن سب کچھ قربان کرتے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ عملی طور سے مسلمان حفاظت دین سے غافل پائے جاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مخالفانِ دین حق اس دین متین کو مٹانے کیلئے طرح طرح کے منصوبے گھڑتے رہتے ہیں اور صرف منصوبہ سازی ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ عرصۂ دراز سے اسلام کی بیخ کنی کا عملی کام بڑے شد و مد سے جاری ہے۔ لیکن مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اُن میں سے عوام تو عوام خاص خاص لوگ بھی مخالفین کے ان کاموں سے بالکل بے پرواہ ہیں۔ اس کا کیا سبب ہی یہ عدم احساس کیوں ہے کیا مسلمانوں کو دین کی محبت نہیں ہے؟ اسلام کا درد نہیں ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احساس اور محبت اور درد کی کمی نہیں بلکہ علم کی کمی ہے۔ اگر علم ہو جائے تو غفلت خود بخود دور ہو جائے۔ محبت خود بخود جوش میں آئے درد خود بخود پیدا ہو۔

اسی حالت بے علمی کو دور کرنے کیلئے۔ اسی خواب غفلت سے جگانے کے لئے اسی محبت اور درد کو جوش میں لانیکے لئے یہ چند اوراق لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی ترتیب میں ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے (۱) مخالفین کے اخباروں اور مستند تحریروں سے خود انہیں کے الفاظ لے لئے ہیں (۲) جہاں اختصار و اقتباس کی ضرورت پڑی ہے تو وہ ایسے طریقہ سے کیا ہی کہ معنی اور مطلب میں فرق نہ آئے (۳) اقوال اور رائیں صرف اُن لوگوں کی لی گئی ہیں جو ہندو قوم کے مسلم لیڈر ہیں اور جن کے خیالات ایک جانب

قوم کے خیالات و جذبات و توقعات کا آئینہ ہیں اور دوسرے پہلو سے اُن خیالات و جذبات و توقعات کو پیدا کرنے والے ہیں (۴) ہندو اخبارات بھی اپنی قوم کے جذبات و خیالات کے ترجمان اور اُن جذبات و خیالات کو پیدا کرنے والے سمجھے جا سکتے ہیں۔ اس لئے اُن سے بھی اقتباسات لئے گئے ہیں (۵) حاشیہ آرائی بالکل نہیں کی گئی تاکہ واقعات خود اپنی زبان سے بولیں۔

میں اس رسالے کو مرتب کرنے کا خیال دیر سے اپنے دماغ میں لئے ہوئے تھا لیکن مجھ کو فرصت نہیں ملتی تھی۔ خوش قسمتی سے مجھکو ایک فاضل خدا پرست درد مند اسلام دوست میسر آ گئے۔ میری مراد پروفیسر عبد الحکیم صاحب ایم۔ اے پروفیسر راج شاہی کالج بنگال (فرزند جناب آنریبل مولوی عبد الکریم صاحب ممبر کونسل آف سٹیٹ) سے ہے اُنہوں نے میری امداد فرمائی اور جس قدر مواد جمع تھا۔ اس کو میرے حسب مراد مدون و مرتب کر دیا۔ اگر وہ میری مدد نہ کرتے تو خدا جانے یہ رسالہ کبھی لکھا بھی جاتا یا یہ خیال یوں ہی زیب طاق نسیاں ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اب میں پڑھنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو بار بار توجہ سے پڑھیں اور امور مندرجہ ذیل پر غور کریں۔

(۱) ہندو قوم کم از کم پچاس سال سے اسلام کی تباہی کی تدبیریں سوچ رہی ہے۔

(۲) ان تدابیر کے سوچنے میں اس قوم کے اعلےٰ سے اعلےٰ دماغ مشغول رہے ہیں اور اب بھی مشغول ہیں۔

(۳) صرف تدابیر ہی نہیں سوچی گئیں بلکہ اُن کو عمل میں لایا گیا ہی۔ اور رفتار عمل روز بروز بڑھ رہی ہے۔

(۴) ہندو قوم صرف باتیں بنانے والی قوم نہیں ہی۔ یہ ایک عملی قوم ہے۔ اور ثبات قدم کے ساتھ ٹھوس کام کرنے کی عادی ہے۔ وہ جو کچھ کہتی رہی ہے۔ اس کو کرتی بھی رہی ہے اور جو کچھ آیندہ کیلئے کہہ رہی ہے اس کو بھی ضرور کریگی۔

اندریں حالات آپ کو غور کرنا چاہیئے اور بار بار غور کرنا چاہیئے کہ آپ کا فرض

کیا ہے؟

بعض خدام ملت نے قوم کی تنظیم اور حفاظت و اشاعت اسلام کا کام شروع کر دیا ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ جہاں تک آپکی طاقت ہے آپ ایسے خدام ملت کو ہر قسم کی امداد دیں۔ جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا ہے اور ملک کے مختلف حصوں میں کام کر رہی ہے۔ آپ اس جمعیتہ کے حالات کا مطالعہ کریں۔ اُسکی مالی اور اخلاقی امداد کریں۔ خود چندہ دیں۔ اوروں سے چندہ دلوائیں اور اپنی ذاتی خدمات پیش کریں۔

شدھی اور سنگھٹن کی صرصر چلنی شروع ہو گئی ہے لیکن آثار و قرائن کہہ رہے ہیں کہ جو کچھ اس وقت ہے وہ محض ابتدائے عشق ہے۔ آیندہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ اصلی صرصر اصلی طوفان وہ ہے جو آیندہ آئیگا۔ یہ تو محض وہ غبار ہے جو آندھی سے پہلے اُفق پر نمودار ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اس رسالہ کا نام **غبار اُفق** رکھا گیا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو آنے والے واقعات کو اُن کے آثار و علامات سے جان لیتے ہیں اور پہلے سے آگاہ و بیدار ہو کر حفظ ما تقدم کا سامان کر لیتے ہیں۔

اگر آپ اس غبار اُفق کو دیکھ کر بیدار و ہوشیار اور استقامت کے ساتھ حفاظت اسلام کے لئے سرگرم کار ہو جائیں تو بقول شاعر ع

غبار چہرۂ گردوں دلیل باران است

یہی غبار اُفق آپ کے لئے بارانِ رحمت الٰہی کا پیش خیمہ بن جائیگا۔

ربنا افرغ علینا صبراً و ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین وصلے اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

سید غلام بھیک نیرنگ بی۔ اے

معتمد عمومی جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام

انبالہ شہر۔ ۲۸۔ جولائی ۱۹۲۳ء

تمہید

تحریک شدھی کی مختصر تاریخ

ہندو سنگٹھن اور اچھوت ادھار

یہ بیان کرنا کہ ہندو دھرم کس کو کہتے ہیں ایک نہایت مشکل کام ہے۔ اسقدر مشکل کہ ایک زمانہ میں ایک پادری صاحب نے بعض ہندو فضلاء سے ہندو دھرم کی تعریف دریافت کی تھی تو ڈاکٹر سر گورو داس بینرجی جج ہائی کورٹ کلکتہ اور بعض دیگر اہل کمال نے بالکل متناقض جوابات دیے تھے۔ اُس سوال اور اُن جوابات کو یہاں نقل کرنا ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ یہ رسالہ کوئی تحقیق مذاہب یا مناظرے کی کتاب نہیں ہے ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک طرف تمام تاریخی واقعات اور دوسری جانب ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہندو دھرم شرک و توحید کا ایک عجیب معجون مرکب ہے۔ کائنات کی کوئی چیز ہو گی جس کو ہندو لوگ نہ پوجتے ہوں اور بایں ہمہ ایک پرمیشور کے بھی معتقد ہیں مشہور ہے کہ ہندو لوگ تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔ ہندو دھرم کی قدیم ترین کتابیں چار وید ہیں۔ ان میں بھی کئی کئی خدا پائے جاتے ہیں۔

ایک ایسے ملک میں جہاں شرک کی اسقدر انتہا ہو چکی ہو اسلام کی خالص توحید کا آنا تھا کہ انسان کی فطرت سلیمہ نے اس کو قبول کرنا شروع کیا۔ چنانچہ آج اس ملک میں سات کروڑ سے زائد خدائے واحد کے پرستار اور اسلام کے حلقہ بگوش موجود ہیں۔ اسلام کے مخالف کہا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ یہ بارہا ثابت ہو چکا ہے کہ مخالفین اسلام کا یہ بیان واقعات کے خلاف اور درحقیقت حسد پر مبنی ہے۔ چنانچہ ہمارے ہی ملک میں ابتدائے عملداری انگریزی میں مسلمانوں کی آبادی اندازاً ڈھائی کروڑ تھی اور اسکے بعد جبکہ مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھن چکی تھی اسقدر ترقی ہوئی کہ آج

وہ تعداد بفضل خدا سات کروڑ سے زائد ہے جن لوگوں کو حق و باطل کی تمیز کی چنداں پروا نہیں ہوتی بلکہ سیاسی مصلحتیں یا موروثی مذہب کی فطری محبت یا مذہبی تعصب یا نسلی عصبیت ہی اُن کے رہنمائے عمل ہوتے ہیں اُنکو یہ بڑھتی ہوئی تعداد بہت کھٹکی اور اُنہوں نے محسوس کیا کہ اگر حقانیت اسلام کا سیلاب اسی طرح امڈا چلا آیا اور اسلام کی ترقی کی یہی رفتار رہی تو ایک دن تمام ہندوستان میں مسلمان ہی مسلمان دکھائی دیں گے اور دوسرے مذاہب کے نام لیوا صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے ادھر مدبرین انگلستان نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کے استحکام کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت کی تاریخ کو ایسے رنگ میں پیش کیا جائے جس سے اس ملک کو یقین ہو جائے کہ مسلمان بادشاہوں نے اپنے زمانۂ حکومت میں ہندوؤں پر بے شمار مظالم کئے اور اس طرح اُن کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی عداوت اور مسلمانوں سے نفرت بلکہ اُن کے خلاف ایک جذبۂ انتقام پیدا ہو کر اُن کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ چنانچہ انگریز مورخوں نے اسی رنگ کی تاریخیں لکھیں۔ مدرسوں۔ اسکولوں اور کالجوں میں اسی رنگ کی تعلیم دی گئی اور آجتک دی جاتی ہے۔ شاطران انگلستان کو اپنی چال میں پوری پوری کامیابی ہوئی ہندوؤں کے دل میں مسلمانوں کی نفرت پختہ طور سے جاگزین ہو گئی اور ہر ایک سینہ ایک جوش انتقام سے معمور ہو گیا۔ ایک طرف یہ جذبۂ نفرت و جوش انتقام۔ دوسری جانب وہ قدرتی مذہبی و نسلی تعصبات۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی روز افزوں ترقی اور ہندو دھرم کے روز افزوں تنزل کا سوال ہر وقت ہندو دماغوں میں چکر کھانے لگا۔ سوامی دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج اُنہیں لوگوں میں سے تھے۔ جن کے دماغوں میں یہ سوال پیدا ہوا تھا۔

سوامی دیانند سرسوتی

سوامی جی سنہ ۱۸۲۵ء میں خطۂ گجرات میں پیدا ہوئے علوم سنسکرت میں ان کا پایا بلند تھا اور اُنہوں نے اپنی زندگی اسی مسئلہ کے حل کرنے کے لئے وقف کردی۔ اُنہوں نے ہندو قومیت کے تحفظ کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ ہندو دھرم کا ایک نیا فرقہ ایجاد کریں۔ چنانچہ اُنہوں

نے ایک جانب تو ویدوں کو ہندو دھرم کا اصل سرچشمہ قرار دیتے ہوئے پرانوں کو مسترد کر دیا دوسری جانب خود ویدوں کو تاویل کے شکنجے میں کھینچکر شرک صریح اور تعدد آلہہ کو توحید ثابت کر دکھانے کے لئے کوہ کندن و کاہ برآوردن کی ایک عجیب و غریب مثال پیش کی۔ اُن کی عمر بھر کی محنت درحقیقت حقانیت اسلام کا ایک حیرت انگیز معجزہ ہے اُنہوں نے اپنے طرزِ عمل سے ثابت کیا کہ شرک و بت پرستی اسقدر باطل ہیں کہ اسلامی توحید کے سامنے نہیں ٹھیر سکتے۔ اسلئے بت پرستوں اور مشرکوں کو مجبوراً اپنے آبائی مسلک کو ترک کر کے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا اصل مسلک تو توحید ہی تھا۔ شرک اور بت پرستی تو ہماری غلطی سے داخل مذہب ہو گئے تھے۔ لیجئے ہم آج اُن کو ترک کرتے ہیں اور توحید پر واپس آتے ہیں۔ گویا اسلام کے نام کو تو نہ مانا مگر اسلام کے جوہر (توحید) کی حقانیت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ یہی مجبورانہ اقرار اسلام کا معجزہ ہے۔ لیکن حق کو ایسے ادھورے طریقے سے تسلیم کرنا فی الحقیقت ایک گونہ انکار ہے اور اس انکار کی سزا ملے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ سوامی جی نے جو توحید ایجاد کی وہ آدھا تیتر آدھا بٹیر ہے۔ توحید کی بجائے ایک طرح کی تثلیث ہے۔ یعنی وہ خدا مادہ۔ روح تین جداگانہ ہستیوں کو ازلی اور قدیم بیان کرتے ہیں۔ گویا شرک کے منکر بھی ہوئے۔ مگر شرک سے پھر بھی نہ نکل سکے۔ ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اسلامی توحید کو پورے طور سے تسلیم نہ کرنیکی یہ سزا اسلام کا ایک اور معجزہ ہے۔

سوامی جی کے منصوبے

سوامی جی نے اپنے اُصول کی تبلیغ سنہ ۱۸۶۶ء کے قریب شروع کی اور سنہ ۱۸۷۵ء میں مبئی میں سب سے پہلی آریہ سماج قائم ہوئی۔ شمالی ہندوستان میں شاہجہان پور ایک ایسا مقام ہے جہاں سوامی جی کے ابتدائی معتقدوں کا ایک خاصہ اچھا جگمگھٹا تھا۔ اور سوامی جی شاہجہان پور میں بہت سا وقت صرف کیا کرتے تھے۔ ہمارے ایک مکرم دوست خان بہادر سید جعفر حسین سابق اگزیکٹو انجینیر بکس لکھنؤ اس زمانہ میں شاہجہانپور میں مقیم تھے۔

اور اپنے ہندو دوستوں کے ہمراہ سوامی جی کی صحبتوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ سوامی جی اپنے مخاطبین کو یہ بتلایا کرتے تھے کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندو نوجوانوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔ کہ وہ ہندو دھرم کے توہمات کو اپنا مذہب تسلیم کرینگے۔ ضرور ہے کہ یا تو وہ عیسائی ہو جائیں گے۔ یا مسلمان ہو جائیں گے اور چونکہ عیسائیوں میں بھی تثلیث کا مسئلہ موجود ہے۔ اس لئے زیادہ غالب یہ ہے کہ وہ اسلام کو قبول کرینگے۔ اس لئے اگر ہندو دھرم کو فنا ہونے سے بچانا ہے تو ان عقیدوں کو تسلیم کرو جن کو میں بیان کرتا ہوں۔ خان بہادر کا یہ بھی بیان ہے کہ اسی زمانہ میں سوامی جی ہندوستان کی ناواقف مسلمان قوموں کو ہندو بنانے پر بھی زور دیا کرتے تھے

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی کتاب

یہ باتیں پچاس سال سے زیادہ عرصے کی ہیں۔ اسی زمانے کے قریب ایک بڑی مبسوط کتاب لکھی گئی جس کا نام رنبیر کرت پرانچھت مہا نیبندھ (Ranbir Karit Paraishchitt Mahanibandh) ہے یہ کتاب ہندی زبان میں ہے اور مہاراجہ رنبیر سنگھ سابق والئے کشمیر کی تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ اس کی اکیس جلدیں ہیں اور اس میں تمام نومسلم اقوام ہند کو دوبارہ ہندو بنانے پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت بالکل مخفی طور سے ہوئی تاکہ عوام الناس میں کسی قسم کا چرچا نہ ہو اور جب تک تمام خواص ایک طریق کار پر متفق نہ ہو جائیں اور عملی کام کیلئے میدان صاف اور ضروری سامان مہیا نہ ہو جائے اُسوقت تک یہ کتاب ایک راز سربستہ رہے لیکن قابل غور یہ ہے کہ اس کتاب کو ایک بہت بڑے ہندو والی ملک نے لکھا۔ اس سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ تحریک شدھی کا آغاز اور اسکی تنظیم کیسے کیسے مقتدر ہاتھوں سے ہوئی۔

آریہ سماج کا کام

سوامی دیانند سرسوتی ۱۸۸۳ء میں بمقام اجمیر شریف مر گئے۔ لیکن اُن کی وفات سے پیشتر جابجا آریہ سماجیں قائم ہو چکی تھیں۔ ان سماجوں نے عیسائی مشنریوں کی تقلید کرتے ہوئے اپنے کام کو

زیادہ تر سکولوں اور درسگاہوں کے ذریعے سے جاری کیا۔ اور بعض مقامات میں یتیم خانے بھی قائم کئے۔ ان یتیم خانوں میں لاوارث مسلمان لڑکے اور لڑکیاں بھی داخل کی جاتی تھیں۔ اور ان کو ایسے طور سے آریہ بنا کر پرورش کیا جاتا تھا۔ کہ بیرونی دنیا کو کوئی علم نہ ہونے پاتا تھا۔ آئے دن کے قحطوں نے آریہ سماج کو اس قسم کے لاوارث بچوں کے حاصل کرنے کا موقع دیا اور اس کام نے اسقدر ترقی کی کہ سال گذشتہ ایک آریہ سماجی نے کسی اخبار میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم شروع سے آجتک اٹھتر ہزار نفوس کو شدھ کر چکے ہیں۔ میں نے خود ایک شخص کو دیکھا ہے۔ جو اس وقت برہمن کہلاتا ہے اور جسکی نسبت عدالت میں یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ ایک نابالغ اور یتیم مسلمان بچہ تھا۔ اسکو فیروزپور کے یتیم خانے میں آریہ بنا کر پرورش کیا گیا۔ اور ایک مسلمان لڑکی سے جو اسی یتیم خانے میں اسی طرح شکار ہو کر آئی تھی۔ اُس کی شادی کیگئی۔ اُس شخص کی عمر اس وقت پچاس سال کے قریب ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اس کو اندازاً چالیس سال ہوئے اس یتیم خانہ میں داخل کیا گیا ہو گا۔ اسی ایک واقعے سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ لاوارث اور نابالغ مسلمان بچوں کو پکڑ کر یتیم خانوں میں رکھنے اور ہندو بنانے کا کام کس قدر عرصہ دراز سے جاری ہے تعجب کی بات یہ ہے کہ بظاہر مسلمانوں کو اس کارروائی کی کانوں کان بھی خبر نہ تھی۔

گوروکل

سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی تعلیم کو زیادہ تر انگریزی تعلیم یافتہ گروہ میں پھیلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ناواقف مسلمانوں کو آریہ بنانے کے منصوبے ایک عملی شکل اختیار کرنے لگے ۱۸۹۰ء کے قریب مقام کانگری متصل ہردوار میں آریہ سماج پنجاب کے ایک فریق نے ایک گوروکل قایم کیا جس میں کم سن بچوں کو ایک خاص نصاب اور معیار کے مطابق تعلیم دی جانے لگی۔ یہ بچے عموماً آسودہ حال والدین کے بیٹے ہوتے ہیں۔ اُن کو گوروکل میں داخل کرتے ہوئے اُن کے والدین عملی طور سے اُن سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ اُن کا لباس طرز زندگی اور عادات نہایت سادہ ہوتے ہیں۔ چارپائی کی بجائے تخت یا فرش پر سوتے ہیں۔ ننگے پاؤں اور ننگے سر رہتے ہیں۔ اور جفاکشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان طلباء کی تعلیم و تربیت کی غایت

غائی عرصہ دراز تک لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی اور خود ہندوؤں بلکہ دوسرے فریق کے آریہ سماجیوں کو بھی ان پر اعتراض کرتے ہوئے سنا گیا ہے۔ کہ اس تہذیب اور شائستگی کے زمانے میں ان لڑکوں کو ایک ایسی تعلیم دی جا رہی ہے جس سے وہ دنیا کی عملی زندگی میں حصہ لینے کے بالکل ناقابل ہوں گے لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ دور اندیش بانیان گوروکل کا مدعا اس تعلیم کے ذریعہ سے مبلغین کا تیار کرنا تھا۔ جو ایک جانب تو تبلیغ اور مناظرے کیلئے ضروری تعلیم پائے ہوئے ہوں اور دوسری جانب اپنی تربیت اور عادات کی رو سے آسائشوں سے بے پروا اور زحمت اور تکلیف کو برداشت کرنے کے عادی ہوں۔ اور علاوہ اس کے گوروکل کے جھنڈے میں تعلیم اور تربیت پانے کی وجہ سے آریہ دھرم کی دھن کے سوا کوئی خیال اپنے دماغ میں نہ رکھتے ہوں۔ اس درسگاہ کی بہت سی شاخیں جابجا قائم ہو گئی ہیں۔ اور ہوتی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ عورتوں کے گوروکل بھی قائم ہو رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت آریہ سماج کے پاس گوروکل کے تعلیم یافتہ مبلغین کی ایک ایسی فوج موجود ہے جنکی تعداد سینکڑوں پر ہے۔

تحریک ارتداد کا پہلا دور

آریہ سماج نے تحریک شدھی کی بنیاد تو ابتدائے کار ہی سے رکھدی تھی۔ لیکن بڑی تعداد میں ناواقف مسلمانوں کو آریہ بنانے کا کام سنہ ۱۹۰۰ء کے قریب شروع کیا گیا چنانچہ مقام ڈیگ علاقہ بھرت پور میں مارچ سنہ ۱۹۰۰ء میں آریہ سماج نے یہ کوشش کی کہ وہاں کے مسلمان راجپوتوں کو آریہ بنایا جائے انجمن ہدایت الاسلام دہلی وغیرہ کی جماعتوں کی سعی سے یہ کوشش ناکام رہی۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً اضلاع اٹاوہ و کانپور و میرٹھ و مین پوری و فرخ آباد میں آریہ سماج کی طرف سے اسی قسم کی کوششیں عمل میں آئیں۔ لیکن ان تمام علاقوں میں انجمن ہدایت الاسلام دہلی نے آریہ سماج کی ان کوششوں کو خاک میں ملا دیا۔ مگر بایں ہمہ آریہ سماج کے کارکن چپکے چپکے لیکن نہایت استقامت کے ساتھ اپنی کوششوں میں مصروف رہے خاص بات یہ تھی کہ سرسری نظر سے ان کارکنوں کو

پہچاننا مشکل تھا۔ یہ کارکن مختلف طبقوں کے لوگ تھے۔ گاؤں کے پٹواری۔ دیہات کے مدرس ڈاک خانوں کے چٹھی رساں اور دیہات کے معمولی دوکاندار سب کے سب اسی کام میں مصروف تھے اُن کا کام صرف یہ تھا کہ وقت بے وقت اُٹھتے بیٹھتے مختلف پیرایوں میں ناواقف اور سادہ مزاج دیہاتی مسلمانوں کے کان میں ایسی باتیں ڈالتے رہیں جن سے ان کو اسلام سے نفرت پیدا ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ ہمارے بزرگوں کو شاہانِ اسلام نے زبردستی سے مسلمان کر لیا تھا۔ لیکن درحقیقت اُنہوں نے ہندو مذہب کو نہیں چھوڑا تھا اور اسی لئے وہ ہندوانہ رسم و رواج پر برابر قائم رہے۔

تحریک ارتداد کا دوسرا دور

ناواقف مسلمانوں کو ورغلانے کا یہ کام اضلاع آگرہ و متھرا و علی گڈھ و میرٹھ و مین پوری و فرخ آباد و اٹاوہ و علاقہ ریاست بھرتپور و علاقہ ہائے متصلہ میں اندازاً پندرہ سال تک ہوتا رہا اور آخر کار جب اس تحریک کے کارکنوں کو یقین ہو گیا کہ اب مواد بالکل تیار ہے تو سنہ ۱۹۲۲ء کشتری مہا سبھا نے ایک باضابطہ قرارداد منظور کی کہ ساڑھے چار لاکھ مسلمان راجپوتوں کو جو ہندو برادری میں شامل ہونا چاہتے ہیں شامل کیا جائے۔ موجودہ تحریک ارتداد کی بنیاد یہی رزولیوشن ہے چنانچہ اضلاع مذکورہ بالا میں سنہ ۱۹۲۳ء کے شروع سے زور شور کے ساتھ ہندوؤں کی طرف سے ارتداد کا کام جاری کیا گیا۔ اور اس کے بعد یہ کام ملک کے دور دراز حصوں میں ہر جگہ پھیل گیا حتیٰ کہ حال میں ہندو اخباروں نے بیان کیا ہے کہ ایک سال میں ایک لاکھ مسلمانوں کو مرتد کیا جا چکا ہے۔ یہ تعداد یقیناً ایک لغو مبالغہ ہے مگر اس سے مسلمان الزام غفلت سے بری نہیں ہو سکتے۔ اگر اس تعداد کا کوئی تھوڑا سا حصہ بھی صحیح ہے۔ تب بھی مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ قیامت کے دن کیا جواب دیں گے۔

دور اول اور دور ثانی میں فرق

جو تحریک ارتداد سنہ ۱۹۰۰ء میں مقام ڈیگ علاقہ بھرت پور سے شروع کی گئی تھی اور جس کو مختلف مقامات میں مختلف وقتوں پر انجمن ہدایت الاسلام دہلی کچلتی

رہی وہ تحریک صرف آریہ سماج کی طرف سے تھی۔ اس لئے اسکے وسائل اور ساز و سامان محدود تھے۔ موجودہ تحریک میں سناتن دھرمی ہندو اور بعض دیگر فرقہائے ہنود بھی شریک اور مددگار ہیں۔ اس کی تفصیل اُن اقتباسات سے واضح ہو گی جو اس رسالہ میں آئندہ درج ہوں گے۔ علاوہ ازیں ہم کو ایک فتویٰ بھی دستیاب ہوا ہے جس میں تیرہ سناتن دھرمی پنڈتوں نے شدھی کو جائز قرار دیتے ہوئے اس کا طریقہ درج کیا ہے اور یہ فتویٰ لالہ ر ی چند گیتا بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ سکرٹری سناتن دھرم سبھا لاہور کی جانب سے چھپ کر شائع ہوا ہے اندرین حالات تحریک ارتداد کا موجودہ دور جو ۱۹۲۳ء سے شروع ہوا ہے بمقابلہ دور سابق ۱۹۰۸ء بہت زائد وسیع منظم مستحکم اور خطرناک ہے۔ اور اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں اپنی قومی ہستی کو قائم رکھنا ہے تو اُن کو اس تحریک کی مدافعت پورے زور کے ساتھ کرنی چاہیئے۔

یہ تحریک سیاسی ہے

یہ امر اب شک و شبہ سے بالکل بالا ہے کہ یہ تحریک ارتداد اپنی اصل اور غرض و غایت کے اعتبار سے ایک خالص سیاسی تحریک ہے جس کو مذہب کے حق و باطل سے کوئی بحث یا سروکار نہیں مندرجہ ذیل دلائل سے یہ امر بخوبی روشن ہے۔

(۱) عقائد اور مسائل کے اعتبار سے آریہ سماج اور سناتن دھرم بالکل ایک دوسرے کے دشمن ہیں لیکن اس تحریک میں دونوں ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ملکی ہے مذہبی نہیں۔

(۲) ہندو دھرم کی رو سے شدھی کے جائز ہونے کا ثبوت کسی شاستر سے نہیں دیا جاتا تیرہ پنڈتوں کا وہ فتویٰ جس کا ذکر اوپر آیا ہے اس میں بھی کسی شاستر کا حوالہ درج نہیں۔ حال میں مہاتما گاندھی نے یہ کہا ہے کہ ہندو دھرم میں تبلیغ کا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے

جیسا مسیحیت اور اسلام میں ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ تحریک کسی مذہبی اُصول پر مبنی نہیں۔

(۳) جن جن مقامات میں شدھی عمل میں آئی کسی مقام میں اس طریقے کو اختیار نہیں کیا گیا۔ جو تیرہ پنڈتوں کے فتوے میں درج ہے اگر رسم مذہبی ہوتی تو مذہبی طریقے سے عمل میں لائی جاتی ظاہر ہے کہ اگر فتویٰ صحیح ہے تو یہ تمام شدھیاں ناجائز ہیں اور اگر یہ شدھیاں جائز ہیں تو فتویٰ غلط ہے۔ گویا تمام معاملہ قطعی گڑبڑ ہے۔

(۴) جہاں جہاں شدھیاں ہوئیں وہاں بہت سے مقامات پر سوامی شردھانند نے خود رسم شدھی ادا کی یہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ جو لوگ شدھ ہوئے وہ سناتن دھرم میں داخل کئے گئے۔ مگر سوامی شردھانند نہ صرف ایک آریہ سماجی بلکہ آریہ سماج کے بہت بڑے لیڈر ہیں۔ اگر معاملہ مذہب کا ہوتا تو ایک آریہ سماجی کا ضمیر ہرگز گوارا نہ کرتا کہ انسانوں کی بڑی بڑی تعدادوں کو یا کسی ایک انسان کو بھی اپنے ہاتھ سے اُس مذہب میں داخل کرتا جس کو وہ ایک جھوٹا مذہب سمجھتا ہے۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصد مذہب ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ صرف تعداد کو بڑھانا۔ اور کثرت تعداد کے ذریعہ سے ملکی فوائد حاصل کرنا مدنظر ہے۔

ناجائز وسائل

کارکنانِ شدھی نے اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے جن وسائل کا استعمال کیا وہ وسائل بھی اُن کی نیک نیتی اور دھارمک بھاؤ پر نہایت بدنما روشنی ڈالتے ہیں۔ مسلمان بادشاہوں کے فرضی جبر و تشدد اور ظلم و ستم کے خود ساختہ قصے بیان کرنا۔ مذہب اسلام اور پیشوایان اسلام کے خلاف بدتہذیبی اور ناشائستگی کے ساتھ افترا پردازی کرنا۔ مقروضوں پر قرضخواہوں کا دباؤ ڈلوانا لالچی اور مفلس لوگوں کو رشوتیں دینا۔ زمینداروں کا اپنے کاشتکاروں

پر طرح طرح کے ناجائز اثر ڈالنا۔ بندوقوں اور تلواروں سے مسلح ہو کر بڑی بڑی شدھی پارٹیاں بنا کر جانا۔ دیہات کا محاصرہ کر کے رضامند اور نارضامند پر یکساں جبر کرنا زد و کوب اور لوٹ مار تک نوبت پہنچانا۔ مسلمانوں کو چاہات آب نوشی کے استعمال سے محروم کرنا اور اسی قسم کی دیگر تشدد آمیز کارروائیاں ثابت کرتی ہیں کہ یہ تحریک ہرگز کوئی مذہبی تحریک نہیں ہے بلکہ ایک سیاسی جنگ ہے۔ جس میں اس مشہور مقولے پر عمل کیا جا رہا ہے کہ عشق اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔

ہندو سنگٹھن

یہاں تک ہم نے صرف تحریک ارتداد کا ذکر کیا جس کو شدھی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے شدھی پہلے ہے اور سنگٹھن پیچھے۔ لیکن تحریک ارتداد کے دور ثانی کے ظہور سے پیشتر وہ تحریک ظاہر ہو چکی تھی جس کو ہندو سنگٹھن کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لفظ سنگٹھن بظاہر بالکل بے ضرر معنی رکھتا ہے۔ اس کے معنی ہیں شیرازہ بندی تنظیم۔ اتحاد۔ لیکن جن حالات میں اور جن جن طریقوں سے ہندو سنگٹھن کیا گیا ہے۔ اُنکے اعتبار سے یہ تحریک درحقیقت مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ ۱۹۲۱ء میں ضلع مالابار میں ایسے حالات رونما ہوئے کہ ماپلا قوم اور حکومت انگریزی کے درمیان ایک گونہ جنگ ہو گئی اس فساد میں مالابار کے ہندوؤں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چونکہ ماپلاؤں کی قوم بہادر اور جری ہے ہندوؤں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ اس وقت اخباروں میں بے حد شور و غوغا مچایا گیا کہ ماپلاؤں نے ہندوؤں پر بے شمار ظلم کئے کشت و خون کیا اور ان کو جبراً مسلمان کیا۔ چونکہ گورنمنٹ سے ماپلاؤں کی ایک گونہ جنگ ہو گئی تھی اس لئے ماپلاؤں کے مخالفوں نے جو کچھ چاہا مشہور کیا۔ اُن کی طرف سے کوئی تردید کرنے والا نہ تھا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مدت تک ماپلاؤں کو ظالم اور ہندوؤں کو مظلوم ظاہر کیا جاتا رہا۔ اس وقت ہندو اخباروں نے بہت چیخ پکار کی اور جو لوگ مفسدہ پردازی کے موقعوں کی تلاش میں رہا کرتے ہیں اُنہوں نے کوشش کی کہ تمام ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین نفاق اور عداوت کی ایک آگ لگا دیں لیکن مہاتما گاندھی

کی کوششوں سے یہ مفسدین ناکام رہے۔

فساد ملتان

مارچ ۱۹۲۲ء میں مہاتما گاندھی کو چھ سال کے لئے جیل خانے بھیج دیا گیا۔ ستمبر ۱۹۲۲ء میں محرم کے روز ملتان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین نہایت سخت فساد ہو گیا۔ یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ اس فساد کی ابتدا ایک تعزیے کی توہین سے ہوئی۔ ہندوؤں کے کوٹھے سے اینٹ آئی اور تعزیے کو لگی مسلمان سمجھے کہ یہ اینٹ کسی ہندو نے پھینکی ہے ہندو کہتے ہیں کہ کوئی تنخواہ دار مفسدہ انگیز ہو گا جس نے یہ حرکت کی ہو گی۔ بہرحال مسلمانوں کو توہین مذہب کے ذریعے سے اشتعال دلایا گیا اور فساد شروع ہو گیا۔ اس فساد میں ہندوؤں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا اور ہر ایک خیر خواہ ملک اور انصاف پسند شخص کو ان واقعات پر دلی افسوس ہوا۔ لیکن جن مفسدہ پردازوں کو ۱۹۲۱ء میں واقعات مالابار کی بنیاد پر قومی منافرت اور بغض و عناد کے پھیلانے کا موقع نصیب نہ ہوا تھا اُنہوں نے واقعات ملتان کو ایک نعمت خداداد سمجھا اور تمام ملک میں ایک شورش برپا کر دی۔ کوئی اخبار کوئی جلسہ اور کوئی مجمع مالابار اور ملتان کے اشتعال انگیز تذکروں سے خالی نہ تھا۔ مہینوں تک یہی رٹ لگی رہی۔ پنڈت مدن موہن مالوی جیسے کار آزمودہ لوگوں نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ ان ناگوار واقعات کے بار بار دہرانے اور ہر مرتبہ لوگوں کو جوش دلانے کا قدرتی نتیجہ یہ ہو گا کہ دونوں قوموں کے مابین نفرت اور عداوت کے جذبات زیادہ ہی زیادہ گہرے اور پائیدار ہوتے چلے جائیں گے حقیقت یہ ہے کہ اس نفرت اور عداوت کا پیدا کرنا مقصود ہی تھا۔ اسی لئے پنڈت مالوی اور اُنکے بے شمار چیلوں نے ان قصوں کا وظیفہ جگہ جگہ دہرایا۔ مالابار اور ملتان کے اصلی اور فرضی قصے بیان کرتے ہوئے ہندو قوم سے یہ کہا گیا کہ جہاں کہیں کوئی بلوہ یا فساد ہوتا ہے ہر جگہ ہندو ہی پٹتے ہیں لہذا ضرورت ہے کہ تم اکھاڑے بناؤ۔ ورزشیں کرو جسمانی قوت حاصل کرو تمام ملک میں ہندو سبھائیں بناؤ۔ حتیٰ کہ ہر ایک گاؤں میں ہندو سبھا ہونی چاہیئے۔ لاٹھی اور بندوق کا استعمال سیکھو۔ عورتوں کو بھی بندوق اور پستول رکھنا اور چلانا سیکھنا

چاہیئے۔ اس تمام منصوبے کا نام ہندو سنگٹھن رکھا گیا۔ چنانچہ اُس وقت سے اب تک ہندو سنگٹھن کا راگ ہر جگہ الاپا جا رہا ہے۔

ترکوں کا خوف

ہم نے اوپر لکھا کہ فساد ملتان ستمبر ۱۹۲۲ء میں ہوا۔ اسی مہینے میں ترکوں نے یونانی فوج کو فنا کرتے ہوئے سمرنا کو فتح کیا اور تمام دنیا کو معلوم ہو گیا کہ اب ترکوں کے دشمن مغلوب ہو گئے ہندوستان کے مسلمانوں نے جگہ جگہ اس فتح کے جشن منائے۔ لیکن ہندوؤں کو یہ فتح نہایت ناگوار گذری چنانچہ وہ اس فتح کے جشنوں میں شریک نہیں ہوئے بلکہ اُن کو اس فتح میں ملت اسلامیہ کی ایک تازہ زندگی اور ہندو قوم کی ہستی کے لئے ایک عظیم الشان خطرہ نظر آنے لگا۔ وہ اس قدر خائف ہوئے۔ کہ اپنے دلوں کو تسلی دینے کے لئے ایک عجیب و غریب سنگٹھن کے منصوبے گھڑنے لگے۔ چنانچہ ماہ نومبر ۱۹۲۲ء میں لاہور میں آریہ سوراج سمیلن کے موقع پر اس جلسہ کے صدر کنور چاند کرن شاردا (پریذیڈنٹ کانگرس اجمیر) نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ مسلمان اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ترکوں کی امداد سے ہندوؤں کو مغلوب کر لیں گے تو اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندو چینیوں اور جاپانیوں کے ساتھ اپنا سنگٹھن کریں گے۔ کیونکہ چینی اور جاپانی سر پر چوٹی رکھتے ہیں اور تمام چوٹی رکھنے والے ایک ہی قوم ہیں۔ اس قسم کی تقریروں سے محض ہندوؤں کے دل کا ایک بے بنیاد خوف اور بدگمانی ظاہر ہوتی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ وہ ترکوں کو ہندوستان پر چڑھا لائیں گے اور اُن کی مدد سے اپنے ہندو ہموطنوں کو مغلوب کر لیں گے۔

ہندو سنگٹھن کے ثمرات

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ معنی کے اعتبار سے لفظ سنگٹھن کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے لیکن جب سے سنگٹھن کا شور مچا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ سنگٹھن کے نام سے جو کچھ بھی کیا گیا وہ یہ ہے کہ جابجا فساد کی تیاریاں کی گئیں۔ کوٹھوں پر اینٹوں کے انبار لگائے گئے تیزاب کے پیپے اور پچکاریاں تیار کی گئیں کسی نہ کسی بہانہ سے چھیڑ چھاڑ کر کے مسلمانوں

کے ساتھ فساد کیا گیا اور فساد کے بعد مسلمانوں ہی کو مجرم ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اخباروں میں شور مچا مچا کر جلسوں میں تقریریں کر کر کے اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے مجرم اور بے گناہ ہر قسم کے مسلمانوں کو قانونی شکنجے میں کھینچا گیا۔ ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ سنگٹھن کے جتنے کارنامے اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ اُن کو دیکھتے ہوئے اُن کی بنیاد پر ہم مجبوراً یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ تحریک درحقیقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے بلکہ اُن کی ہستی کو مٹانے کے لئے جاری کی گئی ہے چنانچہ اس تحریک کے بعد۔ لاہور۔ امرتسر۔ سہارنپور۔ آگرہ۔ اجمیر وغیرہ مقامات میں فساد ہو چکے ہیں اور ان تمام فسادات میں عام ہندو پبلک اور ہندو لیڈروں کا طرز عمل ہمارے خیال کی صحت کا شاہد ہے۔

اچھوت ادھار

اس وقت تحریک سنگٹھن و تحریک شدھی دو متوازی تحریکیں ہیں جو ایک دوسرے کا تتمہ اور تکملہ ہیں۔ ان ہی دونوں تحریکوں کی ایک شاخ وہ تحریک ہے جس کو اچھوت ادھار یا دلت ادھار کہا جاتا ہے۔ بظاہر یہ تحریک بھی سراسر تقاضائے رحم و انصاف اور مقتضائے انسانیت ہے۔ لیکن جب غور سے دیکھا جائے تو اُسکے مقاصد حسب ذیل معلوم ہوتے ہیں۔

(ا) اچھوت قوموں کو ہندو بنایا جائے تاکہ وہ مسلمان یا عیسائی نہ بن جائیں۔

(ب) اُن کو ہندو بنا کر ہندوؤں کی تعداد بڑھائی جائے تاکہ مسلمانوں کے مقابلہ میں سیاسی تفوق حاصل ہو۔

(ج) اچھوت قوموں کے لوگ عموماً مضبوط۔ جفاکش۔ من چلے۔ شورہ پشت اور جرائم پیشہ ہوتے ہیں۔ اُن قوموں کی ان صفات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کیلئے ایک طرح کی فوج تیار کی جائے۔

(د) تمام مسلمان شریف قومیں رسم پردہ کی پابند ہیں۔ خاکروبوں

اور حلال خوروں کی خدمات اُن کیلئے ضروری ہیں ان قوموں کو ہندو بنا کر مسلمانوں کو نہایت سخت عملی مشکلات میں گرفتار کیا جائے۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ موجودہ حالت میں اچھوت قومیں نہ ہندو ہیں نہ مسلمان ہیں۔ وہ اپنے خاص خاص عقائد رکھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک معاشرت کا تعلق ہے۔ وہ نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتے ہیں بلکہ ہر مذہب و ملت کا پس خوردہ ہر قسم کا گوشت حتیٰ کہ مردار تک بھی کھاتے ہیں۔ اگر ان کے حالات پر گہری نظر ڈالی جائے تو اُن کو ہندو کہنا بالکل ناممکن ہے ہندو قوم کی چالاکی مسلمانوں کی بے پروائی اور نافہمی اور حکام کی سہل انگاری کیوجہ سے مردم شماری اور دیگر سرکاری کارروائیوں میں اچھوتوں کو ہندو سمجھا گیا۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے اب ہندوؤں کی طرف سے انتہائی جدوجہد ہو رہی ہے کہ ان اچھوتوں کو کچھ بہتر معاشرتی حقوق دے کر ایسے طور سے رضامند کر لیا جائے کہ وہ اسلام یا مسیحیت کی طرف مایل نہ ہو سکیں اسی تحریک کا نام اچھوت ادھار یا دلت ادھار رکھا جاتا ہے جس طرح شدھی کی تحریک میں من گھڑت قصوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ اسی طرح اچھوتوں کی خوشامد اور استمالت کیلئے بھی عجیب عجیب مضحکہ انگیز باتیں کہی جا رہی ہیں بھنگیوں سے کہا جاتا ہے کہ تم برہمن ہو۔ تمہارے بزرگوں نے اپنی عالی ظرفی کی وجہ سے خلق خدا کی ذلیل سے ذلیل خدمت اختیار کر لی تھی۔ چماروں اور ڈھیڑوں سے کہا جاتا ہے کہ تم چھتریوں اور راجپوتوں کی اولاد سے ہو۔ غرض عجیب وغریب افسانے گھڑے جا رہے ہیں اور ان تمام افسانوں کی تہ میں صرف مسلمانوں کا خوف کام کر رہا ہے کہ مبادا مسلمان ہم کو کسی وقت کچل ڈالیں۔

اب ہم اُن اقتباسات کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو اُردو کے چار ہندو روزانہ اخبارات یعنی کیسری۔ پرتاب۔ ملاپ اور تیج سے لئے گئے ہیں۔ اخبار تیج سوامی شردھانند کا خاص اخبار ہے اور دہلی سے شائع ہوتا ہے باقی تینوں اخبار لاہور سے شائع ہوتے ہیں۔ ان اقتباسات میں ایک جگہ انگریزی اخبار مرہٹہ کا حوالہ ہے

یہ اخبار مسٹر بال گنگادھر تلک کا قائم کردہ اور تمام ملک میں ایک خاص اثر رکھنے والا ہے مرہٹی اخبار کیسری کا بھی حوالہ ہے جو اخبار مرہٹہ کی طرح مسٹر تلک کا قائم کردہ اور مہاراشٹر میں بے حد اثر رکھنے والا ہے۔ ایک موقع پر اخبار لیڈر کا حوالہ ہے جو الہ آباد کا ایک روزانہ انگریزی اخبار اور تمام آگرہ و اودھ کے ہندوؤں کا مسلم ترجمان ہے۔ انگریزی روزانہ اخبار ٹربیون کا بھی حوالہ ہے یہ لاہور سے شائع ہوتا ہے اور پنجاب کے ہندوؤں کا مسلم آرگن ہے۔ ان اقتباسات میں جن لوگوں کے خیالات پائے جائیں گے اُن کی فہرست پر ایک جا نظر ڈالنا نہایت سبق آموز ہے چنانچہ فہرست ضروری تشریح کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

(۱) پنڈت مدن موہن مالوی ہندوؤں کے سب سے زیادہ اثر رکھنے والے لیڈر ہیں۔
(۲) سوامی شردھانند بانی گروکل۔
(۳) مہاتما ہنسراج پرنسپل دیانند کالج لاہور اور آریہ سماج کے بہترین لیڈروں میں سے ہیں۔
(۴) لالہ لاجپت رائے پنجاب کے مشہور ترین لیڈر آریہ سماج و تحریک کانگریس۔
(۵) جگت گرو سری شنکراچاریہ شاردھا پیٹھ کے مشہور گرو اور تمام ہندوستان کے ہندوؤں کے روحانی پیشوا۔
(۶) سوامی بھاسکر تیرتھ جگت گرو موصوف کے چیلے اور خلیفہ۔
(۷) شری وجیندر سوری جینیوں کے ایک مشہور گرو۔
(۸) پنڈت دیندیال بھارت دھرم مہامنڈل کے سکرٹری اور سناتن دھرم کے بہت بڑے لیڈر۔
(۹) سوامی دیانند سناتن دھرم کے ایک بہت بڑے لیڈر۔
(۱۰) پنڈت موتی لال نہرو ہندوستان بھر کی سوراج پارٹی کے

لیڈر سابق پریزیڈنٹ انڈین نیشنل کانگریس۔

(۱۱) پنڈت جواہر لال نہرو۔ پنڈت موتی لال نہرو کے بیٹے مشہور سیاسی لیڈر سکرٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی۔

(۱۲) مہاراجہ سر ناہر سنگھ والی شاہپورہ انکی صفات اُنکے نام سے ظاہر ہیں

(۱۳) راجہ سر رامپال سنگھ اودھ کے ایک بڑے تعلقہ دار اور رئیس۔

(۱۴) راجہ درگا نرائن سنگھ بہت بڑے تعلقدار اور زمیندار

(۱۵) کنور چاندکرن شاردہ ان کا ذکر اوپر آچکا۔

(۱۶) ڈاکٹر مونجے۔ صوبجات متوسط کے بہت بڑے کانگرسی لیڈر۔

(۱۷) بابو بھگوانداس بنارس کے مشہور مصنف اور فلسفی۔

(۱۸) پروفیسر گلشن رائے۔ سناتن دھرم کالج لاہور کے پروفیسر اور پنجاب کے موجودہ تنازعات مسلم ہندو کے سنگ بنیاد۔

(۱۹) خوشحال چند خورسند۔ ایڈیٹر اخبار ملاپ۔ یہ وہ صاحب ہیں جو سب سے پہلے مالابار کی آگ کی چنگاریاں پنجاب میں لائے۔ اور جنہوں نے سب سے پہلے یہ مطالبہ پیش کیا کہ مسلمان ہمارے چھ کروڑ قیدیوں کو آزاد کریں یعنی ہندوستان کی نومسلم قوموں کو واپس دیں۔

(۲۰) لالہ شالم لال پریزیڈنٹ کانگریس کمیٹی ضلع حصار۔

(۲۱) پنڈت نیکی رام شرما۔ مشہور کانگرسی کارکن۔

(۲۲) پنڈت گوری شنکر وسوامی پرکاشانند سناتن دھرمی لیڈر۔

ان ناموں کے علاوہ آپ دیکھیں گے کہ درجنوں اور نام ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنگٹھن کی کمیٹیوں میں بہت بڑے بڑے لوگ شامل ہیں۔ ۱۵۔ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء کو گورودت بھون لاہور میں سوامی شردھانند کی ایک تقریر ہوئی تھی جس کی صدارت راجہ نرندرناتھ ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب پنشنر ڈپٹی کمشنر کرتے ہیں۔ یہ واقعہ

مشہور ہے کہ آگرہ میں شدھی کے ایک جلسہ کی صدارت مہاراجہ دھولپور نے کی اور مہاراجہ دربھنگہ و مہاراجہ کشمیر کے پیغامہائے ہمدردی بذریعہ تار وصول ہوئے۔

ان واقعات اور اقتباسات مندرجہ تحت کی روشنی میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قوم مسلم کو ہندوستان سے مٹانے کے منصوبوں میں چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے ہندو کس سرگرمی کے ساتھ شریک ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ یہ تو شیوۂ اسلام کے خلاف ہے کہ ہم مخالفین کی کثرت اور قوت وشوکت سے مرعوب ہو جائیں مسلمان تو اُس وقت بھی ایسی کثرت و قوت سے مرعوب نہیں ہوئے جب وہ صرف مٹھی بھر تھے اور تمام عرب اُن کے خون کا پیاسا تھا۔ ہم کو نہ تو رعب میں آنا چاہیئے اور نہ اپنے ہندو ہموطنوں کے خلاف خواہ مخواہ اظہار غیظ و غضب کرنا چاہیئے غیظ و غضب تو اپنی طاقت کو ضائع کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ البتہ ہماری غیرت اسلامی کو حرکت میں آنا چاہیئے اور ہم کو جان و مال سے ہر قسم کی قومی خدمت کرنی چاہیئے ؎

جوش غیرت چاہیئے جوش غضب بیکار ہے
روٹھنے کی بات کیا ہے؟ تو بھی کچھ کر کے دکھا

مسلمانوں کے لایعنی باہمی اختلافات کو رفع کرنا۔ قوم کو ایک رشتہ اتحاد میں منسلک کرنا قوم میں جسمانی قوت کے انحطاط کے اسباب کی بیخکنی کرنا۔ مضر صحت عادات کو ترک کرنا جسمانی طاقت کو ترقی دینا، ورزش اور مردانہ کھیلوں کو رواج دینا کفایت شعاری کو قومی عادات کا جزو بنانا۔ ملک کے بیوپار اور تجارت میں حصہ لینا۔ تعلیم دینی و دنیاوی کو عام اور عالمگیر کرنا۔ یہ تمام باتیں مسلمانوں کی خاص توجہ کی محتاج ہیں اسی کے ساتھ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ ہندوستان کی بہترین فلاح مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتحاد و اتفاق سے وابستہ ہے اس لئے مسلمانوں کو ہمیشہ اپنے ہندو ہمسایوں کے ساتھ امن وامان کی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اور اپنی جانب سے کبھی نقض امن نہیں کرنا چاہیئے ہمارا مقصد صرف اپنے مذہب اور اپنی قومیت کی حفاظت ہونا چاہیئے نہ کہ اپنی ہمسایہ قوموں کو کوئی نقصان پہنچانا۔ ان اجمالی ہدایات کی تفصیل کیلئے آپکو جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کے دفتر سے ہدایات حاصل کرنی چاہیئیں۔

آمدم برسرِ مطلب

شدھی سنگھٹن اور اچھوت ادھار

کے بارے میں بڑے بڑے ہندو لیڈروں کے خیالات، اُن کے منصوبے اور ارادے

اب ہم ہندو اخباروں سے وہ اقتباسات درج کرتے ہیں جن پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ جو ہندو ذہنیت اور ہندو قلب کی عکسی تصویریں ہیں۔ ہر ایک اقتباس کے شروع میں اخبار کا حوالہ بقید تاریخ درج کر دیا گیا ہے۔ ہر ایک اقتباس کا عنوان بھی اُسی اخبار سے لیا گیا ہے جس سے اقتباس، اور اقتباس کے الفاظ بجنسہ اخبار کے الفاظ ہیں۔ آپ پڑھیں بار بار پڑھیں اور غور کریں۔

پرتاب۔ ۲۔ جنوری ۱۹۲۳ء۔

ہندوؤ! اپنی جسمانی کمزوری کو دُور کرو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے

شریمان پنڈت مدن موہن مالویہ جی کا شاندار صدارتی ایڈریس

آل انڈیا ہندو سبھا کے اجلاس میں جو کہ ۳۰۔ دسمبر ۱۹۲۲ء کی صبح کو کانگریس کے پنڈال میں

منعقد ہوا اس میں شریمان پنڈت مدن موہن مالویہ جی نے اپنے صدارتی ایڈریس میں ہندو مسلم اتحاد کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

پنڈت مدن موہن مالویہ کی تقریر

شریمان پنڈت مدن موہن مالویہ جی نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ ہندوستان میں جتنی اقوام اور فرقے رہتے ہیں ان سب سے ہندو قوم کی حالت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ اور ہندو قوم کی شرح پیدائش کم ہو رہی ہے اور شرح اموات بڑھ رہی ہے۔ ہندو قوم کی اوسط عمر میں بھی حیرت انگیز کمی آ گئی ہے اور جہاں ہندوؤں کے بزرگ بہادری اور شجاعت کے مجسم نمونے ہوتے تھے اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہندوؤں کی بزدلی اور نامردی ضرب المثل ہو گئی ہے اور ہندوستان کے بچہ بچہ کی زبان زد ہو گئی ہے ....

دیویوں کی رکھشا

میری دلی خواہش یہ ہے کہ ہندو مرد و زن اس بات کی اہمیت کو محسوس کریں کہ ان کا فرض اولین آتم رکھشا ہے۔ میری دلی خواہش تو یہ بھی ہے کہ میں ہندو دیویوں کو اپنی انگریز بہنوں کی طرح بندوقوں اور ریوالوروں سے مسلح دیکھوں اور اپنے ناموس کو بچانے کے لئے اپنے حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے ہوئے پاؤں۔

ملکی خدمت

میں اپنے ہندو بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ سچے اور مستقل مزاج اور مضبوط ہندو بنیں لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھیں کہ آپ پہلے ہندوستانی ہیں اور بعد ازاں ہندو ہیں۔

ہندو سبھاؤں کی قائمی

مجھے اُمید واثق ہے کہ آپ ہر ایک گاؤں میں ہندو سبھائیں قائم کریں اور ہر ایک مہینہ میں

ایک دفعہ اپنے گاؤں کے تمام فرقوں کا ایک مشترکہ جلسہ کریں اور آپس میں پریم اور اتحاد بڑھائیں اور باہمی سمجھوتہ کرکے مشترکہ معاملات کا تصفیہ کر لیا کریں ÷

دھارمک وچار

ہر ایک مہینہ میں آپ کو ایک دفعہ محض اپنے دھارمک اور مجلسی معاملات پر وچار کرنے کے لئے ہندو سبھا کا ایک عام جلسہ منعقد کرنا چاہئیے تاکہ آپ اپنی قوم کو جس کا زمانہ ماسبق نہایت شاندار گذرا ہے اور جنکی پراچین سبھیتا بڑی ہی عظیم الشان تھی پھر اعلیٰ درجہ پر پہنچا سکیں۔

اچھوت اُدھار

خاتمہ پر شریمان پنڈت مدن موہن مالویہ جی نے چھوت چھات کے دور کرنے کے لئے اپیل کی اور فرمایا کہ ہندو صاحبان کو اچھوتوں کے ساتھ پریم اور محبت کا سلوک کرنا چاہئیے اور اُن کی مجلسی حالت بہترین بنانا چاہئیے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اُن کے ساتھ کھان پان شروع کر دیں بلکہ میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان کو اپنی قوم کا ایک حصہ سمجھیں اُن سے پریم کریں اور اُن کی مجلسی دشا کو بہتر بنائیں اور ان کو دوسرے مذاہب کا شکار نہ ہونے دیں اس طرح سے آپ اپنے دھرم کو زیادہ ہانی پہنچائیں۔

پرتاپ لاہور

۶۔جنوری ۱۹۲۳ء

ہر گاؤں اور قصبہ میں ہندو سبھائیں اور رکھشا منڈلیاں قائم کی جائیں۔ آل انڈیا مہا سبھا گیا کے اہم رزولیوشن

گیا۔ یکم جنوری۔ آل انڈیا ہندو مہا سبھا کا دوسرا اور آخری اجلاس منعقد ہوا جبکہ

کئی اہم معاملات کے متعلق رزولیوشن پاس کئے گئے جن میں سے اہم ترین ہندو مسلم اتحاد کو برقرار رکھنے کے بہترین ذرائع کے متعلق تھا۔ اس امر کے متعلق کانفرنس کی وہی رائے تھی کہ جو پنڈت مدن موہن مالویہ نے اپنے صدارتی ایڈریس میں ظاہر کی تھی۔ یعنی ہندو قوم کو ایک سنگھٹن میں لا کر ایسا طاقتور بنایا جائے کہ دیگر اقوام کو معلوم ہو جائے کہ ہندو قوم پر حملہ کرنا اُن کے لئے ایسا منفعت بخش نہ ہوگا جیسا کہ اس وقت ہے۔

ہندو قوم کی کمزوری دوسروں کو حملہ کرنیکی دعوت ہے

ہندوؤں کی موجودہ کمزوری دیگر اقوام کے خراب عناصر کو اس پر حملہ کرنے کی ایک دائمی دعوت ہے اور اس کمزوری کو دور کرنے سے ہی صلح و آشتی حاصل ہو سکتی ہے اور ہندو مسلم اتحاد مستحکم ہو سکتا ہے۔

پہلے چار رزولیوشنوں میں مہاتما گاندھی اور سری شنکراچاریہ شاردھا پیٹھ کی خدمات پر اظہار پسندیدگی کیا گیا۔ اور مہاراجہ صاحب جیپور، بابو موتی لال گھوش اور سر بال چندر کرشن کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا۔

مالاباری ہندوؤں کے ساتھ اظہار ہمدردی

ساتویں رزولیوشن میں مالاباری ہندوؤں کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ اور صوبہ کے مذہبی لیڈروں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بلا تامل ان تمام ہندوؤں کو جو جبراً مسلمان بنائے گئے ہیں واپس لے لیں۔ اور انکی سابقہ بھائیوں میں شامل کر لیں اور اُنکی سابقہ سماجک حیثیت بحال کر دیں مزید براں سبھا نے ملتان اور مالابار کی ہندو استریوں پر حملہ اور ہندو مندروں کی بے حرمتی کئے جانے پر سخت غصہ اور افسوس کا اظہار کیا گیا اور مصیبت زدگان کی امداد کیلئے ایک آل انڈیا ہندو امدادی فنڈ کھولنے اور اس غرض سے ایک کمیٹی مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کمیٹی میں مہاراجہ صاحب قاسم بازار، پنڈت مدن موہن مالویہ، راجہ موتی چند، لالہ سکھبیر سنہا، لالہ رام سرن داس

راجہ نرندر ناتھ، راجہ رامپال سنگھ۔ ڈاکٹر مونجے، سیٹھ جمنالال اور دیگر اصحاب شامل ہیں۔

ہندو سبھائیں اور رکھشا منڈلیاں قائم کیجائیں

آٹھواں ریزولیوشن حسب ذیل پاس کیا گیا۔ آل انڈیا ہندو مہا سبھا کی یہ کانفرنس اپنے گہرے یقین کو ضبط تحریر میں لاتی ہے کہ حصول سوراجیہ کی پہلی لازمی شرط یعنی ہندو مسلم اتحاد کو پورا کرے۔ نیز ہندوؤں کی ذاتی سلامتی اور مذہبی تحفظ کیلئے یہ لازمی ہے کہ ہندو سبھائیں اور اُن کے ماتحت رکھشا منڈلیاں ہندوستان بھر میں ایک ایک گاؤں اور شہر میں قائم کی جائیں۔ جو آل انڈیا ہندو مہا سبھا کے ساتھ ملحق کی جائیں۔ اور یہ کانفرنس مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک آرگنائزنگ کمیٹی تمام صوبہ جات میں ہندو سبھائیں قائم کرنے اور اُن کے نمائندے آل انڈیا ہندو سبھا کے آئندہ سالانہ اجلاس میں بھیجنے کے لئے مقرر کرتی ہے۔ ممبران کے نام بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ان میں سے سرکردہ ترین حسب ذیل ہیں۔

سوامی شردھانند۔ پنڈت مدن موہن مالویہ۔ مسٹر وجیا راگھو آچاریہ۔ مسٹر رنگا سوامی آئینگر۔ مسٹر ستیہ مورتی۔ مسٹر این سی کیلکر۔ سری شنکر اچاریہ آف کارویر پیٹھ۔ مسٹر کھاپرڈے۔ مہاراجہ صاحب قاسم بازار۔ لالہ ہنسراج۔ پنڈت نیکی رام۔ سردار ندھان سنگھ عالم نامدھاری۔ لالہ سکھبیر سنگھ۔ راجہ موتی چند۔ ڈاکٹر مونجی۔ سیٹھ جمنالال بجاج۔ دیوان مادھو راؤ۔ مسٹر گنے نٹراجن۔ تمام صوبہ جات سے ممبران نامزد کئے گئے ہیں۔

پرتاب ۱۵۔ جنوری ۱۹۲۳ء

ہندوؤں کو ایک نظام میں لانے کی کوشش

پنڈت مالویہ پروگرام تیار کر رہے ہیں۔

پنڈت مدن موہن جی مالویہ ۱۰۔ جنوری کو لاہور تشریف لائے۔ اور لوکل ہندو

لیڈروں کے ساتھ ہندوستان بھر میں ہندوؤں کی آرگنزیشن کے متعلق گفتگو کی۔ پنڈت مالویہ جی ایک پروگرام بنا رہے ہیں۔ جس سے ہندو قوم کی زبردست آرگنزیشن بن جائے گی۔ یہ پروگرام بہت جلد پبلک کے سامنے رکھا جاوے گا۔ آل انڈیا مہا سبھا کا اگلا اجلاس بنارس میں اپریل میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ پرونشل اور ڈسٹرکٹ سبھائیں قائم کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ جو آدمی رضاکارانہ کام کرنا چاہیں وہ پنڈت مدن موہن مالویہ ہندو یونیورسٹی بنارس سے خط و کتابت کریں۔

پرتاب ۲۷ جنوری ۱۹۲۳ء

یہ غلط ہے کہ سناتن دھرم سبھا اچھوت ادھار کے خلاف ہے

پروفیسر گلشن رائے کی تقریر

آج تک سناتن دھرم سبھا کو راچھوت ادھار کے درد ہ سمجھا جاتا تھا لیکن اب کانشی کے پنڈتوں نے یہ بیوستھا دیدی ہے کہ اچھوت جاتیاں بھی ہندو ہیں سب ہندو بھائیوں کا فرض ہے کہ اچھوت جاتیوں کو چھوت نہ رہنے دیں۔ ہندو قوم میں کئی دفعہ پتت ادھار ہوتا رہا ہے۔ کھتری قوم کئی دفعہ گری اور کئی دفعہ اُٹھی۔ جموں کے علاقہ میں جو راجپوت رہتے ہیں وہ بھی اگنی کل راجپوتوں کی اولاد ہیں جاٹ جاتی بھی پہلے پتت تھی لیکن سکھ گوروصاحبان نے اس کا ادھار کیا۔ ہمیں اب اپنا زاویہ نگاہ بدل لینا چاہیئے۔ ہمیں جہاں پتت جاتیوں کا ادھار کرنا چاہیئے۔ وہاں اونچی جاتیوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہیئے کہ وہ پتت جاتیوں کو اونچا کریں۔ ہمیں اس پتت ادھار کیلئے رائے عامہ کو پیدا کرنا چاہیئے۔

---

۲۰ ۔ فروری سنہ ۱۹۲۳ء

پرتاب

ایک لاکھ روپے کے لئے سوامی شردھانند جی کا اعلان

ہردوار ۴ ۔ فروری ۔ ہندوستان بھر کے آریہ سماجیوں کی نمائندہ جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ رشی دیانند کی جنم شتابدی کی یادگار میں اچھوت جاتیوں کے ادھار کے لئے ایک دلت ادھار منڈل ۔ یا مشن قائم کیا جائے ۔ مجھے ایک لاکھ روپیہ جمع کرنے اور فوراً کام شروع کر دینے کا اختیار دیا گیا ہے ۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ اچھوت جاتیوں کا اودھار کرنے میں کانگریس بھی کچھ نہیں کر سکتی ۔ میں نے اس کام کو اپنی باقی ماندہ زندگی کا مقصد بنا لیا ہے بلا لحاظ مذہبی اور پولٹیکل اختلافات میں اُن ہندو آریوں سے جو یہ نہیں چاہتے کہ اُن کے چھ کروڑ بھائی اُن سے جُدا کئے جاویں ۔ اس پوتر کام میں روپیہ اور آدمیوں کے لئے اپیل کرتا ہوں ۔ براہ مہربانی میرے ساتھ خط و کتابت کریں ۔

شردھانند سنیاسی برن روڈ دہلی ۔ ہردوار

---

۲۴ ۔ فروری سنہ ۱۹۲۴ء

پرتاب

۴½ لاکھ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو گلے ملانا ہی تو جلد روپے اور آدمیوں سے مدد دو ۔ سوامی شردھانند جی کی اپیل

دہلی ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ عظیم الشان آریہ قوم اس وقت ایک مرتی ہوئی قوم ہے نہ صرف اس لئے کہ اس کی تعداد کم ہو رہی ہے بلکہ اس لئے کہ اس کا شیرازہ مکمل طور پر بکھرا ہوا ہے انفرادی طور پر آدمی کے مقابلہ میں آدمی کے لحاظ سے دنیا بھر کی کسی قوم سے پیچھے نہیں اعلیٰ دماغ جسم اور ایک ایسا اخلاقی ضابطہ کہ جس پر کوئی دیگر قوم نہیں پہنچ سکتی رکھتے ہوئے بھی یہ اپنے افتراق اور خود غرضی کی وجہ سے بیکس و بے بس ہے ۔

قوم کے بہترین بچوں میں سے لاکھوں اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوئے ۔ اور ہزاروں اغوا کر کے عیسائی بنائے گئے ۔ لیکن اُن کے بھائیوں نے انہیں روکنے یا واپس لینے کی ذرا بھی کوشش نہ کی ۔ بعض نومسلم برہمن ویش راجپوت اور جاٹ دو صدیوں سے زیادہ عرصہ سے ملتمسانہ نگاہوں سے دیکھتے رہے ہیں اور اُنہوں نے اپنے ہندو دہرم اور تعصبات کو اس اُمید میں برقرار رکھا ہے کہ اُن کے بھائی پھر اُنہیں کبھی چھاتی سے لگالیں گے محض ایک اتفاقیہ واقعہ نے ہندوؤں کی آنکھیں کھولدیں ۔ راجپوت مہاسبھا نے ڈھول پیٹ کر اعلان کیا کہ ۴½ لاکھ مسلمان راجپوت ہندو بننے کیلئے تیار ہیں ۔ یہ گمراہ کن اعلان کرنے کے بعد راجپوت مہاسبھا سو گئی ۔ میں اس اعلان کو اس وجہ سے گمراہ کن کہتا ہوں کیونکہ ان مسلم راجپوتوں میں سے کثیر تعداد کبھی بھی اعتقاد اور عمل کے لحاظ سے مسلمان نہیں بنے تھے ۔ ہندو سو گئے ۔ لیکن مسلمان چونکہ ایک زندہ طاقت ہیں ۔ وہ میدان عمل میں کود پڑے اور اُن کے بستیوں پر پرچارک کام کر رہے ہیں اور اُن کے گذارہ اور پرچار کے کام کرنے کیلئے روپیہ پانی کی طرح بہ رہا ہے ۔ یہ دیکھ کر ہندو قوم بھی جاگی ہے ۔ اور اب تمام اطراف سے پکار مچائی جا رہی ہے کہ اپنے ان بچھڑے بھائیوں کو ویدک دہرم میں پھر شامل کیا جائے ۔

بھارتیہ ہندو شدھی سبھا

چنانچہ ان لوگوں کو جو از سر نو ہندو بننا چاہتے ہیں واپس لینے کی غرض سے ایک بھارتیہ ہندو شدھی سبھا قائم کی گئی ہے ۔ مجھے اس سبھا کا صدر مقرر کیا گیا ہے اور مہاتما ہنسراج کنور منونت سنگھ رگھو ونش اور بابو رام پرشاد وکیل وائس پریذیڈنٹ کنور مادھو سنگھ جنرل سکرٹری اور تین دیگر سکرٹریاں اور بابو چاند مل جین پلیڈر مینیجنگ ڈائرکٹر آگرہ بنک خزانچی مقرر کئے گئے ہیں مینیجنگ کمیٹی کے ممبران میں تمام خیالات کے ہندو اصحاب شامل ہیں ۔ کارکنان تیار ہیں ۔ لیکن روپے کی

ضرورت ہے۔ کیونکہ شدھی کے متعلق مطالبہ اس قدر لگاتار ہو رہا ہے کہ کم از کم ایک سو کارکنوں کے بغیر کام کو سرانجام دینا مشکل ہو گا۔ اگر مرتی قوم کو بچانا مقصود ہے تو آدمیوں اور روپے کی صورت میں مدد جلد بھیجنی چاہیئے۔

کم از کم ۵ لاکھ روپیہ جمع کیا جانا چاہیئے

کم از کم پانچ لاکھ روپیہ جمع کیا جانا چاہیئے جس میں سے ۵۰ ہزار روپے کو ایک ماہ کے اندر آجانا چاہیئے۔ تمام روپیہ مندرجہ ذیل تین پتوں پر بھیجا جانا چاہیئے۔ سکرٹری بھارتیہ ہندو شدھی سبھا معرفت آگرہ بنک یا مہاتما ہنسراج لاہور یا میرے نام اس مقصد کے لئے روپیہ اور کسی شخص کو نہ دیا جانا چاہیئے۔

شردھانند سنیاسی دہلی

پرتاب ۸۔ مارچ ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوت دھڑا دھڑ اپنے آبائی مذہب میں آ رہے ہیں

روپیہ اور آدمیوں کی اشد ضرورت ہے

سوامی شردھانند جی کا اعلان

آگرہ میں تیرہ میل کے فاصلہ پر دو مواضعات (رابو اور کتھال) میں تقریباً اڑھائی تین سو راجپوت ملکانوں کے اپنی برادری میں پرویشس کا حال چھپ چکا۔ ۲۔ مارچ کو پھر چار مواضعات میں تقریباً اپنے پندرہ سو بچھڑے بھائی پھر اپنی برادری میں شامل ہو گئے ہیں۔ کل سے متواتر شدھی اور پرویش کا کام جاری رہے گا جس سے روپیہ بڑی تعداد میں بہت جلد بھیجنا چاہیئے۔ اور آگرہ روپیہ بھیجنے میں دیر ہو جاتی ہے ....

....

یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ کام کرنے والوں کی کمی نہ رہے گی۔ شریمان سوامی

سروداننجی و شریمان سوامی سوتنترانندجی اور شریمان مہاتما نارائن سوامی جی نے اپنے مجوزہ دورے کو ختم کر کے دس پندرہ دنوں تک اس کام میں لگنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ شریمان سوامی ستیانندجی بھی ضرورت پڑنے پر کچھ دنوں کیلئے آجاوینگے گورو کل کے سناتک دھرم دیو سدھانت النکار اور سناتک ایشوردت ودیا النکار بھی اس کام پر تعینات ہو گئے ہیں گورو کل کے سات آٹھ دیگر سناتکوں نے بھی تین تین ماہ کام کرنا منظور کر لیا ہے۔ وہ بھی جلد پہنچ جاویں گے اجمیر میں کنور چاندکرن شاردھا اور کنور نارائن سنگھ بی۔ اے راج ولیشی آنے کو تیار بیٹھے ہیں جنہیں ٹیلیگرام بھی بھیجدیا ہے۔ بھرتپور میں شریمان ادھکاری جگناتھ داس شاستری کو بلایا ہے جو ویشنو سمپردائے کے پرسدھ ودوان ہیں وہ بھی شیگھر پہنچ جاوینگے۔ بہت سے راجپوت ٹھاکر بھی کام کیلئے آ رہے ہیں۔

میرا نویدن یہ ہے کہ جو بھدر پرش اس سیوا کے لئے آنا چاہیں وہ اپنا پتہ و مفصل حال لکھ کر مہامنتری جی کے پاس بھیجدیں۔ وہ مجھے پوچھ کر جن مہاشیوں کو بلانا اچت سمجھیں گے بلا لیا کریں گے۔

(شردھانند پردھان بھارتیہ شدھی سبھا)

پرتاب ۸۔ مارچ ۱۹۲۳ء

دہلی میں سوامی شردھانندجی کی زبردست تقریر

چند روز ہوئے دہلی میں زیر صدارت لالہ نرائن دت جی ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں سوامی شردھانندجی نے اپنی تقریر میں ملکانہ راجپوتوں کے از سر نو اپنے آبائی دھرم میں آنے کے متعلق حسب ذیل دلچسپ و سبق آموز حالات بیان فرمائے۔

سوامی شردھانندجی کی زبردست تقریر

یہ بہت دنوں سے معلوم تھا کہ آگرہ و متھرا وغیرہ کے نواح میں ساڑھے چار لاکھ

ایسے راجپوت موجود ہیں۔ جو ملکانہ راجپوت کہلاتے ہیں۔ مردم شماری میں وہ مسلمان لکھے گئے۔ اُن کی خواہش تھی کہ ان کو اپنی برادری میں شامل کر لیا جاوے۔ ہندو سمجھتے رہے۔ آریہ سماجی اُٹھے۔ لیکن وہ برادری میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ دسمبر کے آخر میں راجپوت سبھا کا ایک جلسہ ہوا۔ یہ ایک ایسا سنگٹھن (جماعت) ہے جو ہر سال کسی راجہ مہاراجہ کی صدارت میں اکٹھا ہوتا ہے۔ وہاں اُنکی درخواستیں تھیں مہاراجہ شاہپورہ سبھا پتی (صدر) تھے۔ سبھا نے ریزولیوشن پاس کیا کہ انکو شدھ (پاک) کر لیا جائے۔ میری رائے میں یہ ریزولیوشن ہی غلط پاس ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہندو نہ تھے۔ حالانکہ وہ ہندو تھے۔ لیکن ہماری اپنی غلطی سے وہ بچھڑے رہے۔ راجپوت مہا سبھا تو سو گئی۔ لیکن مسلمان کہ جن کا جینیا جاگتا مذہب ہے بھاگے کہ ان کو قابو میں کر لیا جائے۔ وہ حق بجانب تھے کہ مرتد ہونے سے بچائیں اور کافر نہ بننے دیں۔ اب ہندو جاگے اور ہر ایک کہنے لگا کہ "کرو کرو" میں نے جو معلوم کیا تو ساڑھے چار لاکھ ہی نہیں بلکہ اور بہت ہیں جو اسی طرح مسلمان سمجھے جاتے ہیں در اصل وہ ہندو ہیں۔

۱۴- فروری کو آگرہ کا پر اسرار جلسہ

۱۴- فروری کو آگرہ میں ایک سبھا بیٹھی جس میں آریوں۔ سناتن دھرمیوں۔ سکھوں۔ جینیوں غرضیکہ سب کے نمایندے تھے سب نے طے کیا کہ ان کو شامل کر لیا جائے۔ وہ لوگ یہی ہاں پر آئے مجھے تعجب ہوا کہ یہ مسلمان ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ صرف مردے دفناتے ہیں۔ ایک برس سے ختنہ بند کر دی ہیں۔ مگر نکاح پڑھواتے ہیں۔ میں نے جو اُن سے پوچھا۔ تو کہا کہ کچھ مولوی لوگ کہہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم۔ برہمن۔ جاٹ۔ راجپوت ان لوگوں میں شامل ہیں۔ نکاح سے تین دن قبل چار برہمن آکر جنیو کر جاتے ہیں۔ دو دن جنیو رہتے ہیں۔ نکاح کے دن برہمن جنیو نکال لے جاتے ہیں۔ دو ایک جگہ مسلمانوں کے سے نام ہیں۔ اور مسلمانوں کے زیادہ رسوم رائج ہیں۔ میں صرف یہ بتلا دوں کہ ہندو حالانکہ ان سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن وہ برابر آپ ہی کی طرف دیکھتے رہے اور مسلمانوں میں جذب نہیں ہوئے

بھارت شدھی سبھا کا قیام

وہاں پر بھارتیہ شدھی سبھا کے نام سے ایک سبھا قائم ہوئی اس کے ممبر سب قسم کے لوگ ہیں انہوں نے مجھے پردھان (صدر) بنایا۔ لالہ ہنسراج جی اپ بھی پردھان (نائب صدر) ٹھاکر مادھو سنگھ صاحب جنرل سکریٹری آگرہ بنک کے لالہ چاند مل صاحب خزانچی ہیں۔ راجہ نریندر ناتھ۔ اور کلکتہ کے سیٹھ جے نرائن صاحب اسکے ممبر ہیں۔ ۱۳ راکتوبر کو تجویز ہو کر دوسرے جلسہ کے لئے ۲ ر فروری مقرر ہوئی۔ اس میں قواعد وغیرہ بن کر پاس ہوا۔ ان کی شدھی کی جائے۔ تین گاؤں کے آدمی آئے۔ ابھی اصولوں سے نہیں گرے خواہ ہندو اپنے اصولوں سے گر گئے۔ ابھی تک یہ نہیں کہ سکتے کہ ایسے کتنے لوگ ہیں پنجاب یو پی۔ سنٹرل انڈیا غرضیکہ ہر طرف ایسے لوگ ہیں۔ جن کے رسوم ہندوؤں جیسے ہیں۔ لیکن کمی اتنی ہے۔ کہ ہندوؤں نے ان کو جان بوجھ کر دھکے دے دیئے تھے۔ پہلے تو دباؤ کا خیال تھا۔ لیکن ڈیڑھ سو برس سے کوئی دباؤ بھی نہ تھا۔ لیکن ہندوؤں نے ان کو شامل نہ کیا۔ مگر وہ برابر اسی طرح نگاہ رکھتے رہے۔ اب مسلمانوں کے اخباروں میں بھی شور مچا ہوا ہے۔ میں مسلمانوں سے شکایت نہیں کرتا۔ ان سے بھی یہی کہتا ہوں کہ آپ بھی سوتے رہے۔ آپ کی کمزوری تھی کہ آپ نے ان کی پرواہ نہ کی۔

ان کی تمام رسومات ہندوؤں کی سی ہیں۔ اُن کے برتن کانسی پیتل کے ہیں۔ بیاہ (نکاح) وغیرہ بھی برادری ہی میں ہوتے ہیں۔ کسی غیر برادری مسلمان کے ساتھ رشتہ نہیں۔ ہاں ایک اصلاح انہوں نے کر لی ہے اور وہ یہ کہ جاٹ راجپوتوں میں بھی رشتہ کر لیتے ہیں۔

۲۵- فروری کو ایک اور گاؤں شدھ ہوا

۲۲ ر کو مراد آباد جانا تھا۔ ۲۳ ر کو بارش ہوتی رہی ۲۴ ر کو میں وہاں پہنچا۔ معلوم ہوا۔ کہ راموا میں ملکانے شامل ہونا چاہتے ہیں۔ ۲۵ ر کو وہاں پہنچے وہاں پر نو سو کے

قریب ہر طرح کے ہندو آگرہ سے آئے ہیں۔ ان سے پوچھا کہ آپ کے نام کیا ہیں۔ کسی نے
کھری سنگھ کسی نے ملکان سنگھ بتلایا۔ ہم نے پوچھا کہ آپ تیار ہیں۔ انہوں نے کہا
کہ ہم تیار ہیں۔

ایک بڑا ہون کیا گیا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ آریہ سماج کے تو دو ہی پنڈت
تھے۔ مگر سناتن دھرم کے بہت سے پنڈت موجود تھے۔ سب لوگ بیٹھ گئے۔ اور جنیئو
پہنا دیئے گئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ وہ شدھ ہو گئے ہیں۔ کھری سنگھ ٹھاکر نے کہا کہ
برسوں کے بعد ہماری آرزو پوری ہوئی۔

اب خیال ہوا۔ کہ درست کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ سب لوگ گلے ملے سب
نے کہا کہ ٹھاکر صاحب تم ہمارے بھائی ہو۔ اور رشتے ناطے برابر ہوں گے۔ سب لوگ
خوش ہو گئے۔

برہمن جو تھے وہ بھی بیٹھے۔ عورتوں نے پوریاں بنائیں۔ اب تمام برہمن دیوتا
بولے کہ ان سے ملنے میں ہمیں کونسی شنکا دیس ونیش اہے۔ چاروں طرف کے برہمن
آ گئے سب نے بھوجن کیا۔ اس گاؤں میں چالیس گھر تھے۔ جس میں اڑھائی تین سو
آدمی آباد تھے۔ سب ہندو ہو گئے۔ اب وہاں پر کوئی مسلمان نہیں ہے۔

مولوی صاحب لٹھ لیکر آئے

جس وقت یہ ہو رہا تھا۔ پاس کے گاؤں سے ایک مولوی صاحب کچھ آدمیوں
کے ساتھ لٹھ وٹھ لے کر آئے۔

ان سے کہا گیا۔ سننا ہے تو سنئیے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری رشتہ داریاں ہیں۔
وہ گھروں میں گئے۔ سب رشتہ داروں نے کہدیا کہ ہم تو شدھ ہو گئے۔ جب تک تم شدھ
نہ ہو۔ ہم تمہارے ساتھ کھانا پینا نہیں کر سکتے۔ پانی والی بیو۔ تو مٹکے آبخورے موجود ہیں۔
انہوں نے کہا نے ہم تو شدھی کے لئے تیار ہیں۔ وہ میرے پاس آئے۔ میں نے
کہا کہ یا تو تمہارا قصور تھا۔ یا ان لوگوں نے جنہوں نے تمہارے متعلق غلط خیال

کیا تھا

ان راجپوتوں کی شدھی کیسی؟ وہ تو اتنے شدھ ہیں۔ کہ پہلے سب ہندوؤں
کو پرائشچت کرنا چاہیئے۔ جب ان کے برابر ہو سکتے ہیں

ایک تیسرے گاؤں کی شدھی

کا نقل ایک دوسرا گاؤں تھا۔ انہوں نے کہا ہمیں بھی شدھ کر لو۔ ان سے
کہا۔ کہ تم کو کل شدھ کر لیا جائیگا۔ سب نے کہا۔ کہ کل کی بجائے ابھی کر لو۔ چنانچہ تین بجے
سب لوگ آگرہ سے چل دیئے۔ راستہ کی خرابی کیوجہ سے میری موٹر راستہ ہی میں
رک گئی۔ میں بھی پیدل گیا۔ اور میری طبیعت اچھی ہو گئی۔ وہاں پر بہت سی نوجوان
نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سب کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ ہم نے کہا کہ کوئی دوکان ہو
تو بتاؤ کہ اس کے لئے کچھ مٹھائی خرید لیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ گھر میں حلوہ بنے
گا۔ شدھی ہوئی سب کو حلوہ بانٹا گیا۔ پنڈت جی نے سب سے پہلے کھایا پھر
گاؤں کے سب لوگوں نے کھایا۔ سب مل گئے۔ اور ٹھیک کر دیا۔

آج کل مسلمان بہت بھڑک رہے ہیں

جتنی جگہ بھی دیکھا۔ صرف مردے دفنانے کا فرق ہے۔ لیکن ضلع بجنور میں
دشنوئی بھی تو مردے دفناتے تھے۔ یہاں بھی یہی حالت ہے۔ لیکن فرق کیا ہے
صدیوں تک آپ نے انکو دھکے دیئے رکھے۔ اب انکو گلے ملانا ہے۔ آپ جانتے ہیں یہ کوئی
آسان کام نہیں ہے۔ ہر ایک گاؤں میں پاٹھ شالہ (مدرسہ) کھولنا پڑیگا۔ تاکہ جہالت
دور ہو اور سیاسی اثر یہ ہوگا۔ کہ انگریز جو کہتے ہیں کہ دس فیصدی پڑھے لکھے آدمی
ہیں، تم کو حکومت نہیں دیجا سکتی۔ آجکل مسلمان بہت بھڑک رہے ہیں۔ لیکن میں
پوچھتا ہوں۔ کہ یہ چار یا پانچ لاکھ اور لاکھوں کس مرض کی دوا ہیں؟ اگر تم کانگرس کا
کام چلانا چاہتے ہو۔ تو یہی لوگ کام آویں گے۔

سوراج اور شدھی

میرا تعلق کسی پولیٹیکل (سیاسی) تحریک سے اس دن سے اُٹھ گیا۔ جب کہ بروولی کے جلسہ میں میری ترمیم واپس کرائی گئی۔ میں نے کہدیا کہ اب میں آپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھونگا۔ میرا خیال ہے کہ یہ سوراجیہ جسکو لئے پھرتے ہیں اُس میں ہندو مسلمانوں کا اتحاد دیرپا نہیں رہ سکتا۔ جب کہ خودغرضی اس کی بنا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت بہت زبردست ہے۔ قوم کے معاملہ میں سب ایک ہیں۔ ہندو کمزور ہیں ان کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں ہندو ان کے گلے میں چکّی کی طرح لٹکے ہوئے ہیں۔ اگر ان کا سنگھٹن (نظام) بھی مضبوط ہو جائیگا۔ تو ایک قوم بن سکتی ہے ورنہ یہ لوگ آپ کے بھی سدِ راہ ہوں گے۔ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ یہ لاکھوں آدمی جو مسلمان ہوئے نہ ہندوؤں میں ملائے گئے۔ وہ اپنی ہستی جدی کی جدی لے کر بیٹھے پھر کیسے سوراج ملیگا۔ برہمن سے لے کر شودر تک سب ہندو سوچ رہے ہیں۔ کہ ہم نے اپنے پیروں میں کلہاڑی ماری ہے۔ اس کا علاج کیا ہوگا؟ کانگرس اِن کو نہیں ملا سکتی۔ دن رات عیسائی اچھوتوں کو ملا رہے ہیں۔ مارشل لا کے زمانہ میں ایک عیسائی نے لکھا تھا۔ کہ سب لوگ گورنمنٹ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن اچھوت عیسائی بالکل خاموش ہیں۔ جب ایک اچھوت کو عیسائی کر لیتے ہیں۔ تو وہ انگریز بن جاتا ہے اور کوئی ہمدردی ہندوستان کے ساتھ نہیں رہتی۔ اگر وہ دراصل مسلمان ہو جاتے تو ہم کچھ نہیں کہتے۔ جو لوگ ایک قوم میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ہندو ان لوگوں کو نہ ملائیں تو دونوں کے لئے مضر ہے۔

اس موقعہ پر سوامی جی نے میرٹھ کے پانچ سو چماروں کے عیسائی ہونے کے وجوہ بیان کئے۔

میں نے دیکھ لیا کہ گورنمنٹ کی طرف سے کوئی بیگار کا حکم نہیں۔ لیکن بیگار اس لئے لی جاتی ہے کہ ان کے زمیندار خود غرض ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر ان کو تنگ

سے لگالیا۔ تو کام کون کریگا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو سچے دل سے کسی مذہب کے اصولوں کو سمجھ کر اس میں شامل ہوں۔ ان کے اندر یہ شور مچانا بیکار ہے۔ ہر ایک کوشش میں ہے۔ کہ وہ دوسروں کو اپنے مذہب کی دعوت دے۔

دہلی کے اردگرد بھی بہت سی شدھیاں ہونگی

یہ جو آپ کے بھائی صدیوں سے آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اب آپ نے ان کو ملا لیا ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ گاؤں گاؤں میں پاٹ شالا کھولنا چاہیئے اس کے لئے پنڈت چاہئیں۔ اس لئے میں نے اپیل کی تھی۔ کہ پانچ لاکھ روپیہ ہو جانا چاہیئے۔ لیکن اس مہینہ کے اندر اندر پچاس ہزار روپیہ ہو جانا ضروری ہے۔ ابھی ایک جگہ اٹھائیس گاؤں اور اکٹھے ہونیوالے ہیں۔ اِس جگہ کتنا خرچ ہوگا۔ ایک جگہ ہی نہیں۔ بلکہ بہت سی جگہ ابھی کرنا ہوگا۔ دلی بھی کسی سے پیچھے نہ رہے آپ کو یہ بتلا دوں کہ آپ کے گرد و نواح میں بہت سی شدھیاں ہوں گی۔ آپ کا روپیہ یہیں پر خرچ ہوگا۔ سب کچھ کہدیا میں نے کہدیا۔ میں نے بتلا دیا کہ وہ صرف مردے دفن کرتے ہیں۔ ایک سال تک ختنہ کرلیتے تھے اور نکاح کراتے ہیں۔ جو مثال آپ بھی موجود ہے۔ اس حالت میں اِن کو کیا کہا جائے یا مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ سب میں تلقین کریں۔ آریوں کو آزادی ہے۔ کہ اپنے ہم مذہب بنائیں۔ اس میں کسی کو جھگڑا نہ کرنا چاہیئے۔ یہ غلط ہے کہ ہم اُن کو ہندو کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ہندو تھے۔ اگر آپ اُن کو بلائیں گے۔ تو اِس سے اِن پر کچھ احسان نہیں بلکہ آپ اپنا ہی پرایشچت کریں گے۔ میں نے آپ کو بتا دیا کہ اُن کو سب نے ملا لیا ہے۔ برہمن لوگوں نے بھی ملا لیا اکٹھے ہو کر بھوجن کیا۔ آخر میں کہنا یہ ہے۔ کہ آخری بات پچیس دن رہ گئے ہیں۔ اور پانچ دن گذر گئے۔ روپیہ آنا شروع ہوگا۔ لیکن کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ روپیہ یکدم ہو جائے۔ تو آدمیوں کی ضرورت ہے اِن پر خرچ ہوگا۔ اِس کے لئے جلدی سے جلدی کریں۔ پہلی درخواست یہ ہے کہ روپیہ دیجیئے۔ ایک سب کمیٹی بنائیے جو جا کر چندہ وصول

کرے۔ دوسرے یہ کہ صدیوں سے جن کو آپ نے توڑ کر پھینک دیا تھا۔ لیکن جواب تک ستیہ (حق) پر قائم ہیں۔ اُن کو اپنے گلے لگائیے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ اور یہاں کوئی ایسا موقعہ ہو۔ تو آپ سب اس میں شریک ہوں گے۔

۱۸ رمارچ ۱۹۲۳ء

کیسری

راجپوتوں کی شدھی کیلئے سناتن دھرمی میدان عمل میں

سناتن دھرمی والنٹیر راجپوتوں کے علاقہ کو روانہ ہو گئے

(ایک لاکھ روپیہ کیلئے اپیل)

لالہ تلک رام اگروال سکریٹری سناتن دھرم ویدک سبھا لاہور لکھتے ہیں۔ کہ اپنے چھ لاکھ راجپوت بھائیوں کو پھر سے گلے لگانے اور برادری میں شامل کرانے کے لئے ہر ایک سناتن دھرمی کے دلیں جوش پیدا ہو رہا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ کھان پان اور روٹی بیٹی کا سلسلہ راجپوتوں اور ہندوؤں کی طرف سے اس لئے منقطع کیا گیا تھا۔ کہ ان کے بزرگوں نے اس وقت جبکہ مہارانا پرتاب ہندو دھرم آریہ جاتی اور بھارت ورش کی حفاظت کے لئے اکبر بادشاہ کے مقابلے پر ڈٹے ہوئے تھے۔ راجہ مان سنگھ کے طرفدار ہو کر خاندان مغلیہ کی مدد کی تھی۔ اور انہیں ملکی غداری اور قومی بے وفائی کے جرم میں بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ یہ لوگ اس لئے ہندو جاتی سے الگ نہ کئے گئے تھے۔ کہ انہوں نے اپنا دھرم بدل لیا تھا۔ یا بدلنے کی خواہش اپنے دل میں رکھتے تھے۔ بلکہ انہیں اس لئے جدا کیا گیا تھا۔ کہ وہ ملکی غدار اور قومی معاملات میں اکبر کے طرفدار ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کی اولاد نے ہمیشہ یہ خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ انہیں پھر ہندو جاتی میں شامل کر کے ان کے ساتھ کھان پان کا سلسلہ باقاعدہ شروع کر دیا جائے۔ مگر ہندو جاتی نے اس وقت تک اس طرف زیادہ توجہ نہ کی تھی۔ اب جب

کہ راجپوت سبھا نے اپنے ان بچھڑے بھائیوں کو از سر نو گلے لگانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ تمام ہندو جاتی کی رگوں میں مسرت کی بجلی دوڑنے لگی ہے چنانچہ سناتن دھرم سبھا لاہور کے مندر میں ودوانوں یا سناتن دھرمی پنڈتوں کا ایک خاص جلسہ ہوا۔ جس میں کافی غور اور فکر کے بعد یہ بیوستھا سب پنڈتوں نے اتفاق رائے کے ساتھ دی ہے کہ ان راجپوتوں کو اپنی ہندو برادری میں واپس لیا جا سکتا ہے۔ اور ضرور لینا چاہیئے۔ اس بیوستھا کے پاس ہونے کے بعد سناتن دھرم سبھا لاہور نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور بڑی سرگرمی کے ساتھ کام شروع کر دیا گیا ہے۔ چند والنٹیر ان راجپوتوں کے علاقوں میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ کہ وہاں جا کر پرچار یا جو خدمت وہ اس پہلو میں کر سکتے ہیں۔ سرانجام دیں۔ اس کام کو نہایت کامیابی اور خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لئے سناتن دھرمی جس قدر کام کر سکتے ہیں۔ اُس قدر اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہر ایک سناتن دھرم سبھا اور سناتن دھرمی کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنے تن من۔ اور دھن کو اس مقدس کام کے ارپن کر دے۔ سناتن دھرم سبھا لاہور کا خیال ہے۔ کہ کم از کم ایک لاکھ روپیہ اس مقصد کے لئے جمع کیا جائے۔ لاہور میں چندہ جمع کرنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے اور چند لوگوں نے گراں قدر رقوم دے کر کارکنوں کی حوصلہ افزائی کی ہے ہر ایک سناتن دھرم سبھا کو چاہیئے کہ وہ اس پہلو میں لاہور سبھا کی مدد کرے ہر ایک جگہ اس مقدس مشن کے لئے روپیہ جمع ہونا چاہیئے اگر پنجاب کی ہر ایک سناتن دھرم سبھا اس فنڈ میں اوسطاً ایک ہزار روپیہ دے۔ تو صرف ایک ہفتہ میں کئی لاکھ روپیہ جمع کیا جا سکتا ہے۔ روپیہ کے ساتھ ہی اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دلی ہمدردی کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اور ہر ایک سناتن دھرمی سے یہ امید رکھی جاتی ہے کہ وہ اس پہلو میں کسی سے پیچھے نہ رہے گا۔ یہ تجویز کی جا رہی ہے۔ کہ چند سناتن دھرمی لیڈروں کا ایک ڈپوٹیشن اس مقصد کے لئے تمام صوبہ پنجاب کا دورہ کرے مگر سناتن دھرمیوں کو اس دورے کے انتظار میں ہی نہ بیٹھے رہنا چاہیئے۔ بلکہ روپیہ

جمع کرنے کا کام فوراً شروع ہونا چاہیئے۔

کنیا گورو کل کھلنے والا ہے

کنیا گورو کل کے لئے دہلی کے شریان سیٹھ رگھومل جی کے ایک لاکھ روپیہ کے دان کا اعلان ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں۔ انہوں نے یہ دان پہلے پہل ہندو ویشک آریہ پرتی ندھی سبھا دہلی کو پیش کیا۔ لیکن وہ اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکی۔ اب سیٹھ جی نے وہی ایک لاکھ روپیہ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کو پیش کیا ہے۔ جسے سبھا نے شکریہ کے ساتھ منظور کیا ہے۔ دہلی کے خاص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سیٹھ جی نے ایک لاکھ کے علاوہ چالیس ہزار روپیہ تک زمین کیلئے اور دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ماہوار اخراج کیلئے انہوں نے ایک برس کیلئے پانچسو روپیہ ماہوار دینا سویکار کیا ہے۔

سبھا نے کیم بیساکھ سمت ۱۹۸۰ یعنی ۱۳ اپریل ۱۹۲۳ء سے دہلی میں کنیا گورو کل کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کنیا گورو کل کی آچاریہ کا کام شریمتی پنڈتہ ودیاوتی جی سیٹھی نے کرنا سویکار کیا ہے۔ ان کے ساتھ ان کی بڑی بہن شریمتی رادھا رانی جی نے جو کنیاؤں کی آتما شکشا کی طرف اچھی طرح سے دھیان دے سکتی ہیں۔ کنیا گورو کل میں کام کرنا منظور کر لیا ہے۔ یہ دونوں بہنیں آنریری طور پر کام کرینگی۔ اس کنیا گورو کل کے مکھیہ ادھشٹاتا پنڈت بشمبر ناتھ جی مکھیہ ادھشٹاتا گورو کل کانگڑی ہونگے۔ کنیا گورو کل کی برہم چارنیوں کی خاص ضروریات کا دھیان رکھتے ہوئے اور اس لئے مناسب تبدیلی کے ساتھ اس گورو کل کی سکیم وہی ہوگی۔ جو گورو کل کانگڑی کے برہم چاریوں کے لئے ہے۔ شروع میں چار جماعتیں کھولی جاویں گی۔ جنہیں دس برس کی عمر کی کنیائیں داخل کی جاویں گی۔ گورو کل میں داخل ہونیوالی کنیاؤں کے پرارتھنا پتر مکھیہ ادھشٹاتا گورو کل کانگڑی ضلع بجنور کے نام بھیجنی چاہئیں اور انہیں سے فارم نیم وغیرہ منگوالیں۔

کرشن منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب گورودت بھون لاہور

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے متعلق دہلی میں عظیم الشان جلسہ

سوامی شردھانند جی کی زبردست تقریر

آگرہ کے نواح میں شدھی کے عجیب غریب حالات

مورخہ ۸ مارچ ۱۹۲۳ء کو دہلی کے ہندوؤں کا ایک عظیم الشان جلسہ دھرم شالہ لالہ لکشمی نرائن میں زیر صدارت پنڈت لکشمی نارائن شاستری منعقد ہوا۔ سب سے پہلے پنڈت لکشمی نارائن۔ دیش بندھو۔ پروفیسر اندر۔ پنڈت گنگا شرن اور پنڈت برہمدت ویدالنکار نے ہندو سنگٹھن کی ضرورت پر مختصر تقریریں کیں۔

شری پنڈت لکشمی نرائن جی شاستری کی تقریر

پنڈت جی کے نام نامی سے سارا ہندو جگت پریچت ہے۔ پنڈت جی سناتن دھرم سبھا کے بہت پرانے کام کرنے والے ہیں۔ آجکل دیش کال کے انوسار پنڈت جی نے سناتن دھرمیوں میں دلت ادھار اور شدھی کے سب کاریہ میں خاص طور سے دلچسپی لے کر پیش قدمی کی ہے۔ پنڈت جی نہایت سرگرمی سے ہر دو کار میں حصہ لے رہے ہیں۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں ہندو سبھا کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے ہندو جاتی کے پراچین اتہاس سے دلکش منظر پبلک کے سامنے رکھے اور موجودہ روح فرسا حالات کا دردناک نقشہ کھینچا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ جاتی جو کسی زمانہ میں ساری دنیا کی رہبری کرتی تھی۔ آج دوسروں کی دست نگر ہے۔ اس میں ساری کمزوریاں شاریرک۔ مانسک سماجک تتھا آتمک گھر کرتی جا رہی ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ہندو جاتی کا سنگٹھن زور سے کیا جاوے۔ تاکہ یہ پھر سے جیوت ہو سکے۔ گئوؤں بیواؤں یتیموں۔ دلتوں وغیرہ وغیرہ کے جاں فرسا حالات پبلک کے روبرو پیش کئے۔ کہ جس

سے سامعین پر بہت اچھا اثر پڑا۔ پنڈت جی نے ہندو جنتا کو یقین دلایا کہ وقت آنے پر میں ہندو جاتی کے لئے اپنے پران تک قربان کرنے کو تیار رہوں گا۔ پنڈت جی دہلی میں بہت ہر دلعزیز ہیں۔ ہندو جنتا آپ کے کام کو بڑی پرشنا کی نظر سے دیکھ رہی ہے۔ ازاں بعد

ایک رزولیوشن اس امر کا پیش کیا گیا۔ کہ دہلی کی موجودہ عارضی ہندو سبھا کا باقاعدہ طور سے سنگٹھن کر کے اس کے عہدیداران کا انتخاب کیا جاوے چنانچہ باقاعدہ طور سے ہندو سبھا قائم کی گئی۔ عہداران کے انتخاب میں دہلی کے ہندو جنتا نے خاص طور سے دلچسپی لی۔ اتفاق رائے سے شری سوامی شردھانند جی پردھان و لالہ ہنونت سہائے جی منتری مقرر ہوئے لالہ پیارے لال وکیل ارائیصاحب لالہ کدار ناتھ رائے بہادر و لالہ سری کشن داس پنڈت لکشمی نارائن شاستری و لالہ لکشمی نارائن گڈوریہ وائس پریزیڈنٹ مقرر ہوئے پروفیسر اندر لالہ دیش بندھو، پنڈت برہمدت ودیا النکار پنڈت جانکی ناتھ اُپ منتری و لالہ جگدیش رائے جی خزانچی منتخب ہوئے۔ ونیز صاحب صدر کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی غیر حاضری میں ممبر وائس پریزیڈنٹ نامزد کر دیں۔

سوامی شردھانند جی کی تقریر

اس کے پشچات شری سوامی شردھانند جی کا ویاکھیان شروع ہوا۔ سوامی جی نے دوران تقریر میں کمال سادگی کے ساتھ آگرہ کے اصل حالات پبلک کے سامنے رکھے۔ آپ نے بتلایا کہ آجکل ملک میں آگرہ کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہاں کے ٹھیک ٹھیک حالات عوام کے سامنے آجائیں۔ یہ تحریک جسے ہم بھولکر شدھی کی تحریک کہتے ہیں۔ بہت پرانی ہے۔ آگرے کے قریب کے راجپوت جنہیں میں بھی پہلے مسلمان سمجھتا تھا۔ درحقیقت وہاں کے ہندو راجپوتوں کے نسبت زیادہ ہندو ہیں۔ ۱۹۰۹ء سے بیشتر بھی اُن کو برادری میں ملانے کی تحریک شروع ہوئی تھی۔ مگر وہ ناکامیاب رہی۔ اس کے بعد راجپوت

مہاسبھا کی طرف سے جس کے صدر شاہ پور آدھیش سر ناہر سنگھ جی تھے اس کام کو شروع کیا گیا۔ مگر اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ ہندو جاتی اُن کی طرف سے بالکل بیخبر رہی۔ ان دونوں کے کام کی بنیاد پر ایک دو اخبارات نے اس بات کو شائع کر دیا۔ کہ آگرہ کے قریب ۴½ لاکھ راجپوت ہندو ہونا چاہتے ہیں۔ اس پر مسلمان اخباروں میں شور مچنا شروع ہوا۔ اور ایسا ہونا بھی لازمی تھا۔ کیونکہ وہ ایک زندہ قوم ہے ایک مسلمان صاحب نے تو یہاں تک کہدیا۔ کہ اگر ہندو اس کام کو شروع کریں۔ تو میں ہندو مسلم اتحاد کا چکنا چور کر دونگا۔ وہ لوگ وہاں پر گئے۔ اور تحقیقات شروع کی۔ جس کے بعد مسلمان اخباروں میں ہی یہ حالات شائع ہوئے۔ کہ وہ مردے کو دفن کرتے ہیں۔ اور بعض بعض جگہ جلاتے بھی ہیں۔ نکاح کراتے ہیں۔ مگر چھوت چھات کا ہندوؤں سے بھی زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے برتن استعمال نہیں کرنے دیتے اُن سے پرہیز کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ

وہ نکاح بھی عجیب طریقہ سے کرواتے ہیں۔ پہلے اُن ہی میں سے جو برہمن ہیں۔ اُن کے ہاتھ سے جنیؤ پہناتے ہیں اور دیگر رسومات ادا کرتے ہیں۔ اس طرح سے جب بواہ ہو چکتا ہے۔ تو مولوی صاحب آتے ہیں۔ وہ نکاح پڑھواتے ہیں۔ اسوقت وہی نومسلم برہمن اپنے جنیؤ واپس لے لیتے ہیں۔ میں نے اُن سے دریافت کیا۔ کہ بھائیو تم رسم طلاق جانتے ہو۔ کہنے لگے مہاراج ہمیں طلاق ولاق کا کچھ پتہ نہیں۔ نہ ہم مہر وغیرہ جانتے ہیں نکاح کے وقت کوئی کوئی مولوی کہا ضرور کرتے ہیں۔ کہ اتنے روپیہ مہر دینا ہوگا۔ مگر ہم لوگ اس کو نہیں جانتے۔ ختنہ البتہ کرواتے ہیں۔ مگر یہ بھی کچھ عرصہ سے بند کر دیا ہے۔ چنانچہ مسلم اخباروں میں شائع ہوا ہے۔ کہ وہ لوگ اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ اور ہندو مذہب کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ گنگا جاتے ہیں۔ اشنان کرتے ہیں۔ رام رام کرتے۔ سلام علیک سے انہیں واسطہ نہیں۔ اذان سے چڑتے ہیں۔ اور سنکھ وغیرہ بجاتے ہیں۔

ایسی حالت میں کون انہیں مسلمان کہہ سکتا ہے

میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتا ہوں۔ کہ تم مجھ سے ناراض کیوں ہوتے ہو تم نے بھی ۱۵۰ سال سے ان کی خبر نہیں لی۔ ۳۰۰ سال سے وہ ایک چاتک کی طرح سے منہ کھولے ہوئے کھڑے ہیں۔ مگر تم نے ایک بوند تک اُن کے منہ میں نہ ڈالی۔ دوسری طرف ان کا ہندو دھرم کیلئے اکشنا! ٹوٹ پریم ہے کہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔ انہوں نے اپنے ہندو رسومات کو چھوڑا۔ گئو ماتس کو ہاتھ نہیں لگایا گیتا وغیرہ شاستروں کے پاٹ کو جاری رکھا۔ اب جب کہ اخبارات میں شور مچا۔ مسلمان مبلغ جنہیں اپنے مذہب پر پورا دشواش ہے۔ وہاں گئے۔ مگر ہندوؤں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ ایسی حالت میں ضروری خیال کیا گیا۔ کہ ہندوؤں کا سنگٹھن قائم کیا جائے تاکہ اُن بچھڑے ہوئے بھائیوں کو جو باوجود ہندو قوم کی لاپرواہی کے ۳۰۰ سال سے اپنے دھرم پر قائم ہیں۔ انہیں برادری میں شامل کیا جائے۔ چنانچہ ۱۳ر فروری ۱۹۲۳ء کو آگرہ میں ایک بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کی ستھاپنا کی گئی اور یہ کام جاری کیا گیا۔

مسلمان بھائیوں کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ اُنکی بہت سی رسومات بالکل ہندوؤں سے ملتی ہیں۔ کچھ دنوں سے ختنہ بھی بند ہو گیا ہے۔ جب میں نے اِن کو دیکھا تو بالکل ہندو راجپوتوں کی طرح سے مونچھیں چڑھی ہوئی۔ اور داڑھی منڈھی ہوئی اور رام رام کہتے ہوئے سامنے آئے۔ میں نے یہ سمجھا کہ یہ ہندو راجپوت ہیں۔ اُن سے کہا! کہ بھائی تمہارے بھائی جو تمہارے ساتھ ملنا چاہتے ہیں۔ تم اُن کو ملانے کے لئے تیار ہو۔ یا نہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ کہ مہاراج وہی تو ہم لوگ ہیں جو ملنا چاہتے ہیں میں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ نام پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کے نام رندھیر سنگھ، مولڑ سنگھ وغیرہ ہیں۔ مسلمان بھائی کہتے ہیں کہ اُن کی تعداد ۲ لاکھ ہے۔ مگر جہاں تک میری تحقیق جاتی ہے۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اُن کی تعداد پچیس تیس لاکھ سے کم نہیں۔ جو لوگ

غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں۔ انہیں بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ سب سے پہلے میں رابوا گاؤں میں گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ نام نہاد نو مسلم راجپوتوں اور ہندو راجپوتوں میں کوئی فرق نہیں کھشتریوں کے تمام چنہہ موجود ہیں۔ اُن کو یگیو پویت پہنایا گیا۔ سب گلے ملے وہاں راجہ لکشمن سنگھ جو بڑے مشہور آدمی ہیں۔ اور قائمقام ڈپٹی کمشنر بھی رہ چکے ہیں۔ اور پنڈت لوکمن جی جو وہاں کے مشہور اور قابل احترام پنڈتوں نے بھی اُن کے ہاتھ کے لڈو کھائے سب نے اُٹھ کر کہا کہ ہم آئندہ سے مردے جلائیں گے۔ جب اُن سے پوچھا گیا۔ کہ تم پنر جنم کو جانتے ہو۔ تو وہ کہنے لگے کہ مہاراج سری کرشن جی نے کہا تو ہے کہ جو پرانے کپڑے اُتار کر دوسرے پہنتا ہے۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے ہمیں تو اتنے دنوں سے ہمارے ہندو بھائیوں نے دھوکے میں رکھا ہوا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے۔ کہ یہ لوگ سوائے ہندی کے اور کوئی زبان نہیں جانتے۔ مسلمانوں سے اپنے حقے بھی جدا رکھتے ہیں۔

میں آریہ سبھیتا کی رکھشا کر رہا ہوں

میری بابت بہت سے اہل اسلام بھائی یوں کہتے ہیں۔ کہ سوامی جی تو کہا کرتے تھے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اب تم کیوں زبردستی آریہ بنا رہے ہو۔ میرا جواب یہ ہے کہ میں اپنی نسبت تو صاف کہہ دیتا ہوں۔ کہ میں انہیں آریہ سماجی بنانے نہیں جاتا۔ بلکہ ہندو برادری سے علیحدہ ہوئے ہوئے بھائیوں کو جو مدت سے ملنے کے خواہشمند ہیں۔ برادری میں ملاتا ہوں۔ آریہ سبھیتا کی رکھشا کے لئے جس میں کل ہندو جاتیاں۔ جین۔ سکھ۔ سناتن دھرمی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان بچھڑے ہوئے بھائیوں کو برادری میں ملاتا ہوں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ شدھی نہیں بلکہ "پردیس" ہے کیونکہ پرائشچت راجپوتوں کا نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ ہمارا ہو رہا ہے۔ وہ ہماری نسبت زیادہ پکے ہندو ہیں۔ جب میں نے انہیں گئو ماتس بھاشن چھوڑنے کی تلقین کی تو وہ حیران ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ

کرتے۔ گئو ماتس تو در کنار اوز بر مہاراج ہم تو تین سو سال سے ماتس بھکشن ہی نہیں کرتے۔ گئو ماتس تو درکنار وزیر خلاف اِس کے ہمارے ہندو بھائی ہیں جو اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں۔ وہ اس بری عادت میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کشتری ہیں۔ ہمارا دھرم رن بھومی میں دشمن کا سر اڑانا ہے نہ کہ ماتس کھانا۔ یہ الفاظ اُن لوگوں کے ہیں۔ جنھیں اب تک ہم بھی مسلمان سمجھتے رہے ہیں۔ اور آہیں ہمارے مسلمان بھائی ابھی تک مسلمان کہتے ہیں۔

شردھانند کا سر کاٹ لینگے

میرے کانوں میں ایسی آوازیں بھی آ رہی ہیں۔ کہ شردھانند کا سر کاٹ لیں گے۔ یہ لوگوں کو اسلام سے متنفر کرتا ہے۔ مگر میں اُن کو یہ کہتا ہوں۔ کہ میں لوگوں کو اسلام سے متنفر نہیں کرتا۔ بلکہ اِن بچھڑے بھائیوں کو جو ۸۰۰ سال سے ہندوؤں کی لاپرواہی کے باوجود ہندو رسومات پر قائم ہیں جن کا اقبال ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھی کرنا پڑے گلے لگاتا ہوں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۵۰۰ لٹھ والے راجپوت لوگوں کو زبردستی ہندو (آریہ) بنا رہے ہیں۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ وہ پہلے اپنے مخالف کے ذمّہ ایسی باتیں منڈھنا شروع کر دیتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سانجن ایک گاؤں ہے۔ جہاں ایک مسلمان صاحب رہتے ہیں۔ انہوں نے وہاں کے بہت سے آدمیوں کو اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ اور ایک سَو کے قریب لٹھ بند آدمی جن کی بابت سنا جاتا ہے کہ بیس روپے ماہوار پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہر موقع پر جہاں شدھی ہوتی ہے۔ وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اور جھگڑا کرنیکی کوشش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ہندو نہ ہونے دیں گے۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ راجہ لکشمن سنگھ جی ایک روز گاؤں کی طرف آ رہے تھے تو اُنکے ساتھ اُن کے اردلی چند تلواریں اور بندوقیں لئے ہوتے تھے۔ لٹھ بند کوئی بھی نہ تھا۔ وہاں

کی یہ رسم ہی۔ جب بھی راجہ صاحب چلتے ہیں۔ تو عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔

پرتاب ۱۶۔ مارچ ۱۹۲۳ء

نواح آگرہ میں ملکانہ راجپوتوں کو کس تیز رفتاری سے برادری میں شامل کیا جا رہا ہے

پچاس لاکھ کے قریب ایسے آدمی ہندوؤں کی سرد مہری سے اس حالت میں پڑے تھے۔ ہندوؤں کی بیداری اس کام کو مکمل کر دے گی۔

قائمقام پرتاب کا سوامی شردھانند جی سے انٹرویو

شری سوامی شردھانند جی ۱۴ مارچ کو بمبئی میل سے لاہور تشریف لائے قائم مقام پرتاب آپ سے وہاں کے حالات کے متعلق انٹرویو کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے تھوڑے سے وقت میں چند سوالات کا حسب ذیل جواب دیا۔

پنجاب کے ہندوؤں میں بیداری

سوال۔ آپ کس غرض سے لاہور تشریف لائے ہیں۔

جواب۔ میں پہلے بذریعہ اخبارات اپنا خیال ظاہر کر چکا ہوں۔ کہ جب تک ہندو سماج کا پورا سنگٹھن نہیں ہو جاتا۔ تب تک سوراجیہ ملنا بھی مشکل ہے۔ میں اس وقت یہاں اس غرض سے آیا ہوں۔ کہ لاہور میں بھی ہندو سماج کا سنگٹھن ہو جائے آگرہ کے آس پاس کے ملکانہ راجپوتوں کو۔ اُنکی برادری میں شامل کرنے کا سوال بھی۔ ہندو سنگٹھن میں ہی شامل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کام کے لئے ماہ مارچ کے خاتمہ تک کم از کم پچاس ہزار روپیہ جمع ہو جاوے اس کی طرف بھی خاص توجہ دلانا مقصود ہے۔

کتنے راجپوتوں کی شدھی ہو چکی ہے

سوال۔ اس وقت تک آپ کی سرکردگی میں کتنے ملکانہ راجپوت وغیرہ اپنی

برادری میں شامل ہو چکے ہیں۔

جواب:۔ دراصل صرف ملکانے راجپوت اس طرح کے مسلمان نہیں ہیں۔ جو پورے طور پر بھی نام رسم و رواج و نام وغیرہ ہندو ہیں۔ بلکہ ایسے ہی جاٹ۔ گوجر میواتی۔ راجپوت اور بنئے۔ برہمن وغیرہ بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ جو اپنی برادری میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اور انکی برادریاں بھی انھیں اپنے میں شامل کرنے کی خواہش مند ہیں۔ ابھی تک ملکانے راجپوت۔ گوجر اور جاٹ ۴۰۰۰۰ کی تعداد میں پورے طور پر اپنی برادری میں شامل کئے جا چکے ہیں۔ ان دنوں تین اور جگہوں میں بھی اُن کی برادری میں شامل کرنے کا کام شروع تھا۔ بارہ گاؤں والوں نے اپنی برادریوں میں شامل ہونے کے لئے دستخط کرکے بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کے پاس اپنی درخواستیں بھیجی ہیں۔

سوال۔ کیا آگرہ کے گرد و نواح میں ہی اس قسم کے نومسلموں میں شمار ہونے والے لوگ بستے ہیں یا نہیں۔ اُن کی تعداد کتنی ہے۔

جواب۔ ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصہ میں ملتے ہیں۔ جو صدیوں سے مسلمان اخبارات کے قول کے مطابق ہندو مذہب کے دروازے پر کھڑے ہیں اور اُن کی شنوائی نہیں ہوتی تھی۔ ان کا دھرم بھاؤ قابل تعریف ہے اپنے بھائیوں کی سرد مہری کے باوجود دھرم پر قائم رہے۔ جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے میرے پاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں ہیں۔ اور مجھے تعجب نہ ہوگا۔ اگر ہندو سماج ان کو اپنے اندر جذب کرنیکا کام جاری رکھے تو ان کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے۔

سوال۔ پنجاب کے ہندوؤں میں تو اس سوال نے حیرت انگیز حرکت پیدا کر دی ہے کیا یوپی اور دیگر صوبجات میں بھی یہی حالت ہے۔

جواب۔ پنجاب کی سی حالت تو کسی صوبہ میں نہیں۔ اور صوبوں پر تو کوئی زیادہ افسوس نہیں۔ لیکن یوپی کے رویہ سے میں اب تک مایوس رہا ہوں۔ جہاں پنجاب کے ہر ایک سمپردایہ کے ہندوؤں نے اس کار خیر میں ہمدردی اور امداد کا

ہاتھ بڑھایا ہے۔ وہاں یوپی میں صرف زبانی اور تحریری ہمدردی کے خط آئے ہیں عملی کام تھوڑا کیا گیا ہے۔ پنجاب میں خاص طور پر آریہ سوراجیہ سبھا اور سناتن دھرم سبھا کا کام بہت قابل تعریف رہا ہے۔ سناتن دھرم سبھا کی طرف سے جو دیوستھا پتر پہنچا۔ اس نے اس تحریک کو بڑی طاقت دی خصوصاً دو سناتن دھرمی پنڈت شدھی کے کام میں شریک ہوئے ہیں۔ اُن کا اخلاقی اثر بہت اچھا پڑا ہے۔ اس کام میں امداد کے لئے میں پنجاب کے بچے بچے کا مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے اپنے فرض کو پہچانا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ میرے اس اظہار رائے کو پڑھ کر یوپی کے ہندو بھی پورے طور سے جاگ اُٹھیں گے۔

سوال۔ کیا ہندو ان کو لینے کیلئے دل کھول کر مدد کر رہے ہیں۔

جواب۔ میرا خیال ہے کہ ہندو بلا کسی شرط کے ایسے سب بھائیوں کو ملانے کے لئے تیار ہیں۔ اب تک جو شدھیاں ہوئی ہیں اُن کے سہ بھوج میں سناتن دھرمی پنڈت اور یہاں تک کہ دھلی ہوئی لکڑی کی آگ سے بھوجن بنا کر کھانے والے گوسوامی بھی بغیر کسی ترغیب کے خود بخود شامل ہوتے رہے۔ جس میں کہ نئے شدھ ہوئے بھائی ہی بھوجن بنانے اور کھلانے والے تھے۔

مسلمانوں کی طرف سے مخالفت

سوال۔ مسلمانوں کی مخالفت اور اُن کی تبلیغ کی جد و جہد نے اس کام میں کیا رکاوٹ ڈالی ہے۔

جواب۔ جن گاؤں میں میں خود گیا ہوں اُن میں تو یہ محسوس کیا کہ مبلغان اسلام کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ ملکانے راجپوت وغیرہ ہر طرف سے بہت جلد اپنی برادری میں شامل ہونے کے لئے بے چین بیٹھے ہیں۔ ہمارے پاس کام کرنے والوں کی تعداد تھوڑی ہے۔ اور مانگ بہت زیادہ ہے اس وقت صرف ۳۵ کارکن ہمارے پاس ہیں۔ اگر ہمیں کام کے لائق ایک سو

آدمی اور مل جائیں تب بھی ہم مانگ کو ایک دم پورا نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ روپیہ بہت تیزی سے آوے اسوقت کل روپیہ تقریباً آٹھ ہزار آگرہ میں پہنچا ہے۔ ۱۱۔ مارچ تک مہاتما ہنسراج جی کا دو ہزار روپیہ نہیں پہنچا تھا۔ اگر وہ پہنچ گیا ہوگا۔ تو دس ہزار ہو جائے گا۔ اُمید ہے کہ اس وقت جو ہندوؤں میں بیداری ہو گئی ہے۔ وہ آیندہ دنوں میں چالیس ہزار جمع کرادیگی۔

کیسری ۱۸۔ مارچ ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے متعلق لاہور کے ہندوؤں کا جلسہ

شری سوامی شردھانند جی مہاراج کی زبردست تقریر

جیسا کہ ناظرین کل کے اخبار کیسری میں مطالعہ کر چکے ہیں ۱۵۔ مارچ کو شام کے ساڑھے سات بجے کے بعد راجہ نرندر ناتھ صاحب کی صدارت میں لاہور کے ہندوؤں کا ایک عظیم الشان جلسہ گورودت بھون میں ہوا جس میں شری سوامی شردھانند جی نے ہندو جاتی کے لئے ایک زبردست سنگٹھن یا آرگنیزیشن کی ضرورت ظاہر کی۔

آپ نے دوران تقریر میں کہا۔

ہمارے کانگریس لیڈروں کو اس سوال پر غور کرنا چاہیئے کہ ۶½ کروڑ بھائی ہم سے جُدا ہیں۔ ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہندو جاتی بھی کوئی ہے۔ میں نے ستمبر ۱۹۲۱ء میں مہاتما جی کو لکھا تھا۔ کہ آپ کہتے ہیں کہ میں اکتوبر میں آپ کو سوراجیہ لے دوں گا۔ بشرطیکہ وہ سارے کھدر پہنیں۔ ابھی تک آپنے اچھوتوں کو تو نہیں ملایا۔ اور جبتک یہ لوگ ہندو جاتی میں جذب نہ ہو جائیں گے سوراجیہ پراپت کرنا مشکل ہے۔

ہر ایک ہندو اس وقت کہہ رہا ہے کہ ہندوؤں کا سنگٹھن ہو جائے اسکی

جو اور ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ۴½ لاکھ جو ملکانہ راجپوت تھے وہ ہندو تھے لیکن جبراً مسلمان بنا دیے گئے بہت سے مسلمان بادشاہوں نے ظلم کئے وہ یہ سمجھتے تھے کہ جتنے بھی ہندوؤں کو ہم مسلمان بنائیں گے اُتنا ہی ہمیں ثواب حاصل ہوگا۔ تلواریں چمکتی تھیں کہ اسلام قبول کرو ورنہ ہم قتل کر دیں گے۔ آندھی آئی چلی گئی۔ لیکن وہ راجپوت ویسے کے ویسے ہی رہے اور انکی کسی نے خبر نہ لی۔ ان میں جاٹ ہیں۔ راجپوت ہیں۔ میو ہیں۔ بنئے ہیں۔ برہمن ہیں۔ وہ کیسے مسلمان ہیں نکاح پڑھاتے ہیں۔ مردے دفن کرتے ہیں اور ختنے کراتے تھے۔ لیکن اب ہندو ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد اس وقت سچا نہیں ہے جو بنیاد ہم اس وقت قائم کر رہے ہیں اس پر سچا اتحاد قائم ہوگا۔

(چیرز چیرز)

کیسری ۲۱۔ مارچ ۱۹۲۳ء

پنجاب میں راجپوتوں کے پچاس خاندان شدھ ہونے کیلئے تیار ہیں

ہندو دھرم کیلئے زبردست پریم جو مدتوں سے دبایا جا رہا تھا

ہندوستان کے ہندوؤں میں مذہب اسلام کی اشاعت خواہ کسی طرح کیوں نہ کی گئی ہو لیکن امر واقع ہے کہ بہت سے نو مسلم خاندان ابھی تک ایسے ہیں۔ کہ جو اپنے رسوم وغیرہ کے لحاظ سے ہندو ہیں۔ لیکن ہندوؤں کے ساتھ نہیں برتتے اور یہ خاندان اپنے دلوں میں زبردست خواہش رکھتے ہیں۔ کہ اگر ان کی ہندو برادری انہیں پھر اپنے اندر شامل کر لے تو وہ ہر طرح کا پرائسچت کرنے کو تیار رہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں معزز ہمعصر راجپوت گزٹ لاہور نے مندرجہ ذیل نوٹ اپنے تازہ پرچہ میں شائع کیا ہے۔ یہ خبر نہایت خوشی کے ساتھ سُنی جائے گی۔ کہ ہمارے دفتر میں ایک صاحب کا خط موصول ہوا ہے جس میں آپ لکھتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں ۵۰ خاندان مسلمان راجپوتوں کے ہیں جو بڑی زبردست

خواہش پھر اپنے قدیمی دھرم میں آنے کیلئے رکھتے اور ہر طرح کا پرائشچت کر کے شدھ ہونے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ ہندو جاتی اُن سے رشتہ ناطہ بدستور سابق کرنیکے لئے آمادہ ہو جائے۔ جو خاندان ابتک ہندو دھرم اور ہندو برادری میں شامل ہونیکے لئے تڑپ رہے ہیں اور جنہوں نے اب تک اپنے ہندو دھرم کو باوجود ہندوؤں کی بدسلوکی کے قائم رکھا ہو اُن کے ساتھ ہندو قوم کا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے؟ یہ ایک نہایت ضروری سوال ہے اور ہم خوش ہیں کہ ہندو پنڈت۔ ہندو لیڈر۔ ہندو بزرگ اس سوال پر بڑی گہری نظر ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ پنجاب کے مذکورہ بالا پچاس راجپوت خاندانوں کی شدھ ہو کر دوبارہ ہندو برادری میں شامل ہونے کی درخواست پر ایڈیٹر صاحب راجپوت گزٹ نے یہ منادی اعلان کیا ہے کہ ہندو راجپوت اپنے اُن بھائیوں کو دوبارہ اپنی برادری میں شامل کرنیکے لئے ہر طرح سے تیار ہیں۔ ان دل خوش کن حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بھارت ورش میں پھر ایک مرتبہ آریہ جاتی مذہبی طور پر وہی عروج حاصل کرنے والی ہے کہ جو اُسے کبھی پہلے حاصل تھا۔

کیسری ۲۲۔ مارچ ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے متعلق امرتسر کے ہندوؤں کا عظیم الشان جلسہ

امرتسری ہندوؤں کے قومی اور مذہبی جوش کا شاندار نظارہ

شریمان پنڈت گوری شنکر اور لالہ خوشحال چند کی زبردست تقریریں

یوں تو ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کی خبر نے ہندوستان کے ہر ایک حصہ کے ہندوؤں کو بیحد مسرور اور خوش کر دیا ہے۔ لیکن پنجاب میں مسرت اور

خوشی کی لہر بہت زبردست ہے۔ اور ہر ایک شہر میں جلسے کر کے ہندو اپنی دلی مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ بنیچروار گذشتہ کو امرتسر کے ہندوؤں کا ایک نہایت ہی عظیم الشان جلسہ شری شنکر ناتھ کے مندر میں زیر صدارت شریمان لالہ دیوان چند جی منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ لوگوں کی بھیڑ اس قدر زیادہ ہو گئی کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا۔ آخر یہ قرار دیا گیا کہ کچھ لوگ سامنے آریہ سماج کے مندر میں چلے جائیں۔ جہاں پر کہ لالہ خوشحال چند جی خورسند کو اس لئے لیکچر دینے کے لئے کہا گیا ہے کہ لوگوں کا ہجوم کسی قدر کم ہو۔ سب سے پہلے شریمتی جمنا بائی نے جو سیاسی امور میں بہت گہری دلچسپی لیتی ہیں ایک زبردست تقریر کی جس میں ہندوؤں کو بتایا کہ وہ اپنی زندگی کے لئے وہ وسائل اختیار کریں جو ان میں قومی سپرٹ پیدا کریں۔ آپ کے بعد شریمان پنڈت گوری شنکر جی ودیا گیان واچسپتی کھڑے ہوئے آپ نے کہا کہ ہندو جاتی کو غیر ہی مردہ نہیں کہتے۔ بلکہ خود ہندو بھی اُسے مردہ ہی کہتے ہیں۔ لیکن اب یہ مردہ بولنے لگا ہے۔ مردہ بولنے سے زندہ لوگوں میں جو ہلچل ہو جایا کرتی ہے اس کا اندازہ حاضرین خود لگالیں۔ کسی مردہ کا بولنا معمولی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی غیر معمولی بات ہے کہ زندوں کو حیران کر دیتی ہے۔ آپ نے آگے چل کر بیان کیا کہ جو لوگ ملکانہ راجپوتوں کو غیر ہندو کہتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ یہ لوگ مورتی پوجا کرتے ہیں۔ اُن کے گھروں میں ٹھاکروں کے سنگھاسن موجود ہیں گنگا جل اُن کے گھروں میں موجود ہوتا ہے۔ اور اپنے سروں پر چوٹیاں رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ اُن کا کھان پان ہے۔ نہ رشتہ ناطہ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہندو برادری انہیں اپنے اندر شامل نہ کرے۔ ہمارے مسلمان بھائی کہتے ہیں کہ ہندو اُن کے مذہبی چمن کو برباد کرنے لگے ہیں۔ اس پہلو میں ہمارے مسلمان بھائی بھول رہے ہیں۔ اُن کا چمن کیا ہے۔ اس چمن کو اُنہوں نے ہمارے ہی گملوں اور خوبصورت بوٹوں سے سجایا ہوا ہے۔ جب تک ہم اپنے ان گملوں سے بے خبر رہے وہ اُن کی خوشبو سے اپنا دماغ معطر کرتے رہے۔ لیکن اب

ہم اپنے گملے واپس مانگتے ہیں۔ اور واپس لیکر دم لیں گے۔ وہ اب کھجوروں کا پھل کھایا کریں اور اُن کے سایہ تلے بیٹھا کریں۔

پنڈت جی کی تقریر کو حاضرین نے اسقدر پسند کیا کہ اُچھلے پڑتے تھے۔

آپ کے بعد لالہ خوشحال چندجی خورسند کی تقریر ہوئی۔ آپ نے اپنی چشم دید حالات کی بنا پر بتایا کہ ملکانہ راجپوت ہر ایک پہلو سے ہندو ہیں۔ ہندو اب تک اُن کی طرف سے بیخبر رہے ہیں مگر اب ان کو ہوش آگئی ہے وہ اپنے بھائیوں کو گلے ملانے لگے ہیں مسلمان بلا وجہ ناراض ہوتے ہیں لوگ اُسی وقت چندہ دینے کے لئے تیار تھے مگر خلافت کا ہجوم بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے چندہ جمع کرنا ناممکن تھا اس لئے لوگوں سے کہا کہ روپیہ اُن کی دوکانوں اور مکانوں پر جا کر جمع کیا جائے گا۔ جلسہ نہایت جوش وخروش کی حالت میں ختم ہوا۔

پرتاب ۲۴۔ مارچ ۱۹۲۳ء

سوامی شردھانندجی کی ہندوؤں سے اپیل

آگرہ شہر ۱۲۔ مارچ بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کے کام کیلئے اس وقت تک صرف ۱۹ ہزار روپیہ وصول ہوا ہے اور دہلی کے سیٹھ گوکل کشور برلا نے پانچہزار روپیہ عطا کیا ہے۔ سیٹھ جی نے ضرورت پڑنے پر مزید مالی امداد بھیجنے کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔ کیا کلکتہ اور بمبئی اور دیگر مقامات کے سیٹھ بھی اس کی تقلید نہ کریں گے۔ اور اس امر کا انتظار کرنے کے بغیر کہ کارکن گھر بہ گھر پھر کر مانگنے آئیں از خود اپنا چندہ ارسال کر دیں گے آگرہ اور دہلی میں کام اتنا بھاری ہے کہ ایک بھی کارکن کو فراہمی چندہ کے لئے باہر نہیں بھیجا جا سکتا۔ میں سوسائیٹیوں اور افراد سے جنہوں نے ہماری سبھا کیلئے ہزاروں روپیہ جمع کیا ہوا ہے صدق دلی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمام روپیہ جو اُن کے پاس ہو فوراً بھیجدیں۔ اگر شدھی کے کام کو آگے بڑھانا ہے تو پورا پانچ لاکھ روپیہ فوراً آنا چاہیئے

ہم ہر روز دور دراز مقامات سے لاکھوں نام نہاد مسلمانوں کے متعلق سُنتے ہیں کہ جن کے آگرہ گزیٹر کے مطابق ہندوؤں جیسے نام ہیں وہ ہندو مندروں کو پوجتے اور باہم رام رام کہتے ہیں اور خاص طور پر سر پر چوٹی رکھتے ہیں اور اپنی جماعتوں کے اندر ہی شادیاں وغیرہ کرتے ہیں۔ میں ایسے مقامات کے تمام جماعتوں کے ہندوؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے بھائیوں کو اپنے ساتھ ملا کر اُن سے بغلگیر ہوں اور گئو اور برہمن کی رکشا میں مدد دیں۔

پرتاب ۲۴۔ مارچ ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کا شاندار کام

ہندو مذہب کو دیگر مذاہب کے حملوں سے محفوظ رکھو

لوکمانیہ تلک کا اخبار مرہٹہ راجپوتوں کی شدھی کے متعلق لکھتا ہے۔

بھارتیہ ہندو شدھی سبھا نے صدہا ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کا جو کام دہلی کے گردونواح میں جانفشانی اور جوش سے شروع کر رکھا ہے وہ نہایت شاندار ہے۔ اس وقت تک ۱۲ دیہات کے ۴۵۰۰ آدمی شدھی کی ضروری رسم کی ادائیگی کے ساتھ ہندو دھرم میں واپس لے لئے گئے سناتنی ہندو پنڈت سوامی شردھانند کی موجودگی میں یگیہ کی رسم خوشی سے ادا کرتے ہیں۔ اور رسم شدھی کی تکمیل کے بعد شدھ شدہ ملکانہ راجپوت اور اصلی چوہان راجپوت باہم ملکر کھانا کھاتے ہیں۔ شدھ شدہ اور دیگر عورتیں خوراک تیار کرتی ہیں۔

جو کام ابھی تک ہوا ہے اگر باقی ماندہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جائے تو کچھ بھی نہیں۔ اُن ملکانوں کی جنہیں ہندو دھرم میں شامل کیا جانا چاہیئے تعداد ۴۰ لاکھ کے قریب ہے۔ شدھی سبھا کو آدمیوں اور روپے کی ضرورت ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ تمام مالدار ہندو اس تحریک کی جو قبل از وقت نہیں کہی جا سکتی

دل کھول کر امداد کریں گے۔

ہندو مذہب خطرہ میں ہے

ہندو دھرم کے تمام اُپدیشکوں نے آجکل محسوس کیا ہے غلط طور پر نہیں۔ کہ ہندو دھرم سخت خطرہ میں ہے اور اگر اس کی حفاظت کی زبردست جد وجہد نہ کی گئی تو ممکن ہے کہ ہندو دھرم ایسی پستی تک چلا جائے جہاں چاروں طرف سے اُن پر گولیاں چلائی جا رہی ہوں بشدھی کی جد وجہد کے سلسلہ میں سب سے زیادہ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اس سے چراغ پا ہو رہے ہیں اور مسٹر عبد الماجد مخالفت کی سرگرمی کر رہے ہیں۔

بلا شک یہ سچ ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر سوراجیہ ناقابل قیاس ہے لیکن یہ بھی برابر صحیح ہے کہ اتحاد سطحی اور نمائشی اسی صورت میں نہیں ہو سکتا جبکہ فریقین کی طاقت اور قوت ایک دوسرے کے برابر نہ ہو۔ اسلام جنگجو اور ہندو مذہب عدم مدافعت کا پرچارک ہے۔ اسلام ایک سورت کی مانند غیر تند ہے۔ اور ہندو مذہب برداشت کا مادہ رکھتا ہے۔ یہ حالت زیادہ عرصہ تک نہیں رہنے دینی چاہئے۔

بعض مسلمان حضرات نے جن کے اندر ویسا ہی مذہبی دیوانگی کا جوش ہے جیسا کہ زمانہ وسطیٰ کے اُن مذہبی غازیوں کا جذبہ تھا جو کہ میدان جنگ میں نصاریٰ پر حملہ کرتے ہوئے اُسے ثواب کا کام سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ بارہا کہدیا ہے اور ذرا بھی ضمیر کی آواز کا خیال نہیں کیا کہ دونوں اقوام میں اسی صورت میں ہی ٹھوس اتحاد ہو سکتا ہے جبکہ سارے ہندو صاحبان مسلمان ہو جائیں۔ اس سے اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ ہندو دھرم کے لئے کس قدر خطرہ لاحق ہے۔

ہندو مسلم اتحاد ضرور رہو۔ لیکن مسلمانوں کو ہندو دھرم میں مداخلت

کی اجازت دینا حد درجہ کی غیر معقولیت ہے۔ ہندوؤں کی کمزوری نے اُن پر ملتان اور مالابار کی ناگفتہ بہ مصائب توڑی ہیں۔ ہندو دھرم کی اب وہ حالت ہو گئی ہے کہ مزید تاخیر نہیں ہو سکتی۔ تمام ہندو دھرم کے پریمیوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ہندو مذہب کو جنگجویانہ دھرم بنا دیں۔ لیکن اس خیال سے نہیں کہ تلوار کے ساتھ دوسروں کو ہندو دھرم میں شامل کیا جائے۔ بلکہ اس خیال سے کہ دیگر مذاہب کے حملوں سے اپنی حفاظت کر سکیں۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ ہندو شدھی سبھا کو اُس شاندار کام میں جو اُس نے بہادری سے اور اتنے مخالف حالات میں شروع کیا ہے کامیابی ہو

۷ر اپریل ۱۹۲۳ء

پرتاب

جگت گورو شری شنکر اچاریہ شدھی کے حق میں

جگت گورو شری شنکر اچاریہ کے جانشین سوامی بھاسکر تیرتھ جی کی چٹھی

میں نے اخبارات میں پڑھا ہے کہ مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی آگرہ میں راجپوتوں کی شدھی کے خلاف ایجی ٹیشن کر رہے ہیں۔ اگر مولانا صاحب اس کی سخت مخالفت کر رہے ہیں تو میں کہوں گا کہ وہ غلط راستے پر جا رہے ہیں۔ جب کسی ہندو کو مسلمان بنایا جاتا ہے۔ تب ہندو اس کی سخت مخالفت نہیں کرتے۔ اور نہ ہی تب مولانا صاحب ہی کسی مسلمان کو ایسا کرنے سے روکتے ہیں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں آزادانہ طور پر اپنے دھرم کا پرچار کریں۔ اور اگر کوئی انسان خوشی سے مسلمان سے ہندو اور ہندو سے مسلمان بن جائے تو اس کے لئے مسلمانوں یا ہندوؤں کے علما، اور لیڈروں کو ناحق نہ بھڑکنا چاہیئے۔ کسی کے دھرم کو چھوڑنے یا اختیار کرنے میں جبر و اکراہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہندو مسلم اتحاد

تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب دونوں مذہبی معاملات میں غیر جانب دار اور غیر متعصب رہیں۔ اگر ہندو مسلم اتحاد کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان ہندوؤں سے دبکر رہیں۔ یا ہندو مسلمانوں کے دب کر رہیں۔ تو میں صاف کہدوں گا کہ اس سے دیش کے کلیان میں سخت روکاوٹ حائل ہوگی۔ مولانا عبد الماجد صاحب اپنے دھرم کا پرچار کریں۔ لیکچر وغیرہ دیں۔ اور ہندو بھی ویسے ہی کریں۔ اگر اتنے پر بھی نو مسلم راجپوت شدہ ہونا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب ناحق ہاتھ پیر نہ پٹیں۔ مسلمانوں نے بہت سے ہندوؤں کو مسلمان بنالیا ہے اور اب ان میں سے کچھ پھر سے ہندو دھرم کو قبول کرنا چاہتے ہیں تو اس میں کونسی بڑی بھاری بے انصافی ہے۔

شری شنکر آچاریہ شدھی کے حق میں ہیں

جگت گورو شری ۱۰۰۸ نندی شنکر اچاریہ جی مہاراج شاردا پیٹھ نے بھی ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ اگر کوئی ہندو کبھی اپنا مذہب تبدیل کرلے تو بعد میں اگر وہ چاہے تو اس کی شدھی کر کے اُسے پھر ہندو بنایا جا سکتا ہے۔ اگر اس وقت والنٹر بھرتی کرنے کا کام میرے ذمہ نہ ہوتا تو میں خود آگرہ پہنچ کر نو مسلم راجپوتوں کو شدھی کے کام میں مدد دیتا۔ جس طرح سے مسلمان اپنا دین بڑھانا چاہتے ہیں۔ اُسی طرح ہندو بھی اپنے دھرم کو وسعت دینا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کو ڈرا دھمکا کر یا تلوار کے زور سے نہیں بلکہ انسانوں کو سمجھا کر اُن کے شکوک دور کر کے تہذیب کے ساتھ بڑھانا ہی مناسب سمجھتے ہیں۔ ہندو جاتی اب نیند میں پڑے رہنا یا اپنی تعداد کو کم کرنا نہیں چاہتی۔ وہ مہذب طریقوں سے اپنی حالت کو بہتر بنانے پر تلی ہوئی ہے اور اس کے راستہ میں خواہ کتنی بھی رکاوٹیں کیوں نہ ڈالی جائیں یا اُس کی مخالفت میں کوئی کتنا بھی گلا کیوں نہ پھاڑے وہ اپنے منتہائے مقصود کو کبھی نہیں چھوڑ سکتی۔

پرتاب — ۲۵- مارچ ۱۹۲۳ء

میں ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے حق میں ہوں سوائے چند لاکھ خالص مسلمانوں کے باقی تمام شدھ کئے جا سکتے ہیں

شنکر اچاریہ کے جانشین سوامی بھاسکر تیرتھ جی کی رائے

شری جگت گورو شنکر اچاریہ شاردا پیٹھ جی کے موجودہ جانشین شریمان سوامی بھاسکر تیرتھ جی لکھتے ہیں۔

میں ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے پورے طور پر حق میں ہوں۔ جتنے ہندو مسلمان ہوگئے ہیں وہ سب پھر سے ہندو بنالئے جائیں۔ سچا ہندو مسلم اتحاد اسی میں ہے میرا یقین واثق ہے کہ سات کروڑ مسلمانوں میں کچھ لاکھ مسلمان ہی ایسے ہیں۔ جن کے بزرگ افغانستان یا بلوچستان سے آئے تھے۔ باقی جملہ مسلمان ہندوؤں سے بنائے ہوئے ہیں۔ میں سوامی شردھانند جی کو اس عظیم الشان کام کیلئے دوہائی دیتا ہوں۔

پرتاب — ۲۶ مارچ ۱۹۲۳ء

ملکانوں کی شدھی کے متعلق لوکمانیہ تلک کے اخبار کیسری کی رائے

مسلمان بلاوجہ بھڑک رہے ہیں

سرگباشی لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک کا مرہٹی اخبار کیسری اپنی ۱۳- مارچ

سنہ ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔ کہ علاقہ آگرہ کے ملکانہ راجپوتوں کو شدھ کر کے پھر ہندو مذہب میں داخل کرنے کا کام سری سوامی شردھانند جی کے اہتمام سے ہندو سبھا ریتہ شدھی سبھا نے خود اسے شروع کر دیا ہے پچھلے ہفتہ سے پیشتر دو ہزار راجپوتوں کے دوبارہ ہندو دھرم میں پردیش کیلئے پرائسچت یگیہ کیا گیا۔ اوران کے چوہان کل اوتین اور دوسرے راجپوت بھائیوں نے اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو گلے لگانے کے لئے اُن کے ساتھ بھوجن بھی کیا۔ اس اطلاع کو پاتے ہی مسلمانوں میں کچھ بےچینی پیدا ہو گئی اور اُن کی عدم برداشت بے حد بڑھنے لگی ہے۔ اُن کے قلم سے جب تک ہندو مسلمان نہیں بنائے جاتے تب تک یہ جھگڑا مٹنے کا نہیں" وغیرہ بے معنی مضامین شائع ہونا شروع ہوئے ہیں۔ ایسے ہی کسی مضمون کی اشاعت کی وجہ سے اخبار نیشن کے اڈیٹر مچن میاں کو استعفا دینا پڑا اور اس کے ذات بھائی پکھتال اڈیٹر بمبئی کرانیکل سے یہ برداشت نہیں ہوسکا اور اس نے نیشن کے مالک اور ڈائرکٹروں کو گالی دینا شروع کیا۔ کرانیکل کی فطرت پولٹیکل معاملات میں جتنی طرفدارانہ ہے اُتنی ہی دھارمک مضامین میں کڑہے اور اس کا اندھاپا اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس نے مذہب اسلام کی تعریف اور ہندو دھرم کی مذمت کرنا شروع کر دیا ہے۔ سومناتھ کی مورتی توڑنے کے وقت سے لیکر موپلا مظالم تک جو تلخ تجربے ہندوؤں کو ہوئے ہیں وہ بمبئی کرانیکل کے الفاظ میں بے بنیاد ثابت کرنے کے لئے خود ہی کافی و وافی ہیں۔ دوسروں کو اُپدیش دینے والے اڈیٹروں کے تاریخ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہم ٹھیک ٹھیک سمجھتے ہیں کہ کس طرح یہ لوگ اپنے مخالف کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے زہر اُگل کر حقیقت کو چھپانا چاہتے ہیں۔

تیج

۲۰۔ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء

شدھی اور بنگال کے معاہدے پر جگت گورو شری شنکر آچاریہ کے خیالات، کلکتہ میں جگت گورو کا شاندار استقبال

کل شام بڑا بازار کانگریس کمیٹی اور کلکتہ خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام شاردا پیٹھ کے جگت گورو شری شنکر سوامی آچاریہ کا استقبال کرنے کے لئے البرٹ پارک میں ایک پبلک جلسہ منعقد کیا گیا۔ شری سوامی جی مہاراج جیل سے رہا ہونے پر پارک پور مندر کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے کلکتہ تشریف لائے۔ آپ کے لئے ایک خاص پلیٹ فارم بنایا گیا۔ جس پر ایک چاندی کا تخت رکھا گیا سب سے پہلے ٹھیک ساڑھے ۵ بجے سوامی جی ایک جلوس کے ہمراہ جلسہ میں تشریف لائے۔ جلوس کے پیچھے علم بردار آرہے تھے حاضرین کی تعداد بہت کافی تھی۔ سوامی وشوانند جی بھی جلسہ میں رونق افروز تھے۔

شدھی کے متعلق آپ نے کہا کہ بطور ایک ہندو کے میں ایسی شدھی پرٹ کے خلاف ہوں۔ اور ایسی بہت سی شدھیاں صرف ظاہری ہی ہیں۔ لوگوں کو چاہئے کہ وہ مہنتوں اور دیگر ایسے پنڈتوں کی ناجائز کارروائیوں کو روکیں۔

۱۵۔ فروری سنہ ۱۹۲۴ء

ملاپ

جگت گورو شری شنکر آچاریہ جی کے زرّیں خیالات

جگت گورو شری شنکر آچاریہ جی نے پریاگ راج میں آل انڈیا ہندو مہاسبھا پتی کی حیثیت سے جو تقریر کی تھی۔ اس میں اُنھوں نے شدھی کے متعلق

حسب ذیل خیالات ظاہر کئے تھے۔

سب سے زیادہ اہم مسئلہ پتت پریورتن یا شدھی کا ہے۔ شدھی کے کام کی عظمت میں اگر اب بھی کسی کو شک ہے تو یہ اُس کی بدقسمتی ہے۔ مالابار کے خون آلودہ منظر کو یاد کیجیے۔ ہمارے سینکڑوں دوست رشتہ دار مسلمانوں کی تلواروں سے مارے گئے۔ وہ دہرم ویر مبارک ہیں۔ سینکڑوں لوگ جبراً مسلمان بنائے گئے۔ جو لوگ شدھی کی مخالفت کرتے ہیں۔ میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ اگر ان پر یا اُن کی اولاد پر یہی مصیبت آئے تو کیا اُن کی مخالفت برقرار رہے گی۔ کیا انہیں دوسروں کے دُکھ کی پروا نہیں ہے بلاوجہ اصرار کرنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر آپ شاستر کے پرمان چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی موجود ہیں۔ جنہیں شک ہے۔ اُن کا منہ کئی کتابوں کے حوالے دیکر بند کیا جا سکتا ہے۔ ویگیانک کتابوں شاستروں اور سمرتیوں میں پرمان ہیں۔ اور سنتوں کی تصنیف کردہ گرنتھوں میں بھی اسی قسم کے ثبوت ملتے ہیں۔ ان پرمانوں کے مطابق عمل کرنا ہم پر انحصار رکھتا ہے۔ ہم شاستروں کی مریادا کی خلاف ورزی کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اس مریادا میں نڈر اور بے خوف ہو کر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ قومیت کی نظر سے تو یہ زندگی موت کا سوال ہے۔ ہر روز ڈیڑھ ہزار ہندو عیسائی . . . .

ہر روز اپنے ڈیڑھ ہزار بھائیوں سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر کیا آپ کے دل میں کچھ بھی خیال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر آپ اپنی مرضی سے انہیں برادری میں شامل نہیں کرتے تو کیا اُن کی ولدوز اور تاب شکن التجائیں بھی آپ کے پتھر دل کو موم نہیں کر سکتیں۔

شاستروں کے حکم کے باوجود ہم ایک ہی بات پر اڑے ہوئے ہیں۔ شاستروں کے صاف الفاظ میں حکم دینے پر بھی اگر ہم اس کی تعمیل نہ کریں تو ہم "دھرم دروہی" کہلانے کے مستحق ہیں۔ ہم شاستروں کی حکم عدولی نہیں

کر سکتے کہ سناتن دہرم عالمگیر نہیں ہے۔ اور شاستر شدھی کی اجازت نہیں دیتے۔ ہمارے بزرگوں نے بڑی سے بڑی اور خفیف باتوں کو بکر "گھور پاپ" کے پاپ کا پراشچت (خمیازہ) بھی مقرر کر دیا ہے ہماری سمرتیوں میں اس بات کا ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ تین صدیوں میں ہمارے آریہ دھرم پر بھاری مصیبت پڑی ہے۔ آج ہمارا دھرم خطرہ میں ہے۔ جب سناتن دھرمیوں میں حکومت کرنے کی طاقت تھی اُس وقت کسے ان پر جبر کرنے کا حوصلہ ہوتا تھا۔ یہ باتیں قریب قریب ناممکن تھیں اور یہی وجہ ہے کہ قدیم سمرتی کاروں اور مصنفوں کا دھیان اس طرف نہیں گیا۔ ہمارے دھرم پر پہلی مصیبت بدھ دھرم میں آئی۔ لوگ اپنی خوشی سے بدھ بنے اور پھر اپنے دھرم میں شامل ہو گئے۔ کیا یہ شدھی کا صریح ثبوت نہیں ہے۔ ظلم سے تبدیلی مذہب کا ناقابل حل سوال سب سے پہلے مسلمانوں کے عہد میں پیدا ہوا۔ یہ بہت دیر کی بات نہیں۔ آج سے دو سو یا تین سو سال پہلے اچھوت ادھار یا شدھی کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ براہِ مہربانی اُن کا مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ خود سوامی جی مہاراج نے نیتاکر کو دوبارہ اپنے دھرم میں شامل کر لیا تھا۔ اسی طرح گنگا دھر رنگ ناتھ کلکرنی کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ اُس نے مغلوں کے ہاں ملازمت کی تھی۔ اور تقریباً پانچ چھ سال تک مسلمانوں کے ساتھ کھاتا پیتا رہا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ شیواجی مہاراج کے دربار میں آیا اور اپنی قوم میں واپس لئے جانے کی پرارتھنا کرنے لگا۔ اُس وقت برہمنوں نے شاستروں وغیرہ کا ملاحظہ کر کے اُسے دوبارہ اپنے دھرم میں شامل کر لیا۔ یہ مثال بالکل صاف اور واضح ہے اگر آج ہم شدھی سے اپنے دھرم کی حفاظت نہ کرینگے تو آیندہ دو سو سال کے بعد ڈھونڈھنے سے بھی کوئی ہندو نہ ملیگا اور اگر ہم سنجیدگی سے شدھی شروع کریں تو ہم ان بچھڑے ہوئے بھائیوں کو دوبارہ اپنے دھرم میں واپس لا سکیں گے جنہوں نے کچھ عرصہ پہلے جبراً دوسرے مذہب کو قبول کیا تھا۔

کیسری

۲۶- مارچ ۱۹۲۳ء

دونہار کے قریب بیدملکانہ راجپوت ہندو برادری میں شامل کرلئے گئے

بھرتپور کا راج پروہت تقریباً ۱۲ راجپوتوں کے ساتھ اس تقریب میں شامل ہوا

مولویوں کو اپنی سازشوں میں ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا

مہاشہ اجیت سنگھ جی ستیارتھی آگرہ سے بذریعہ تار مطلع کرتے ہیں کہ ۲۰ مارچ کو قصبہ بدپوری کی بقیہ آبادی کو ہندو جاتی کی شرن میں واپس لیا گیا۔ ایک اور گاؤں کے تین صد خاندان جو کہ پندرہ صد نفوس پر مشتمل تھے ۲۲۔ مارچ کو ہندو جاتی نے گلے لگایا۔ دو مولویوں و ساندھن کے چند آدمیوں کی سازشوں کے باوجود مقامی پروہت و پنڈت اس دھرم یگیہ میں شامل ہوئے۔ ان پروہتوں نے یگیو پویت تقسیم کیے۔ ریاست بھرت پور کا پروہت معہ ایک درجن راجپوتوں کے اس تقریب میں شامل ہوا۔ اور اُس نے اپنے بھائیوں کو پھر ہندو دھرم سویکار کرنے پر برکت دی۔ خوب جوش پھیلا ہوا تھا۔ شدھ شدہ بھائیوں نے مٹھائی تقسیم کی جو کہ تمام حاضرین نے نوش کی کنور بھرت سنگھ سکنہ سوہن ضلع گوڑ گاؤں دوسرے راجپوتوں نے شدھ شدہ ملکانہ راجپوتوں کے ساتھ رشتہ ناطہ و دیگر تعلقات قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ سوامی شردھانند نے شدھی کی رسم ادا کی۔ گوردھن پانڈے و دیگر پنڈت اس تقریب کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور اُنہوں نے اس کیساتھ

اظہار ہمدردی کیا۔ گرد و نواح کے دیہات کے بیشمار ملکانہ راجپوت جمع تھے۔ اور اُنہوں نے بھی شدھ ہونے پر آمادگی ظاہر کی۔ حاضرین پر اس کا نہایت ہی اچھا اثر پڑا۔ روپیہ اور کارکنوں کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔

ایک اور تازہ تار مظہر ہے کہ پندرہ صد ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے متعلق کل جو تار ارسال کیا گیا تھا اسی سلسلہ میں ایک متصل کے گاؤں کے ملکانہ راجپوتوں کی پے در پے درخواستوں پر جیتی پورا کے کارکن وہاں گئے اور دو صد ملکانہ راجپوتوں کو اُسی رات ہندو برادری میں شامل کرلیا گیا۔

اینی دن جیتی پورا کے ملکانہ راجپوت گوراج مندر کی پرکریا کے لئے گئے ہیں۔ قصبہ اینی دن کے نمبردار تلسی رام نے براہمنوں کو گئو دان دیا۔

کیسری

۲۶- مارچ ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کیلئے سناتن دھرم سبھا لاہور میں

دوسرا جلسہ

لالہ رگھبر دیال ایم اے اور پنڈت مولی چند ایم اے کی زبردست تقریریں

۲۳- مارچ کی شام کو سناتن دھرم سبھا مندر لاہور میں ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے متعلق ہندوؤں کا دوسرا عظیم الشان جلسہ ہوا۔ صدر جلسہ شرمان پنڈت بھگتا چاریہ تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب لالہ رگھبر دیال جی ایم اے کی زبردست تقریر شروع ہوئی آپ نے کہا کہ خواہ کوئی نہر کیسی ہی اچھی مضبوط اور گہری کیوں نہ بنائی جائے۔ جب

تک اس کی صفائی کھدائی اور مرمت کی باقاعدہ دیکھ بھال نہ ہوتی رہے تو وہ خراب ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی حال انسانی سوسائٹی کا ہوتا ہے۔ دھارمک انسٹی ٹیوشن خواہ کیسے ہی شاندار اور زبردست کیوں نہ ہو اگر وقتاً فوقتاً اُن کی دیکھ بھال نہ ہوتی رہے تو اُن میں ایسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو انہیں تباہ کر دیں۔ ہندو جاتی کی مہانتا سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اس کے دھرم کی بزرگی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آج کی ہندو جاتی پراچین وقت کی ہندو جاتی نہیں ہے اور اس کی گراوٹ کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ جاتی اپنے دھرم کو بھول گئی ہے۔ اور اسے اپنے دھرم گرنتھوں میں شردھا نہیں رہی۔ دھرم کو بھول جانے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج ہم کو یہ بھی معلوم نہیں رہا۔ کہ اگر کبھی کوئی بھائی ہم سے کبھی جُدا ہو جائے تو ہم پھر اُسے اپنے اندر ملا سکتے ہیں یا نہیں۔ آج تمام ملک میں ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کا اندولن ہو رہا ہے اور جہاں ہمیں تحقیقات سے معلوم ہوا ہے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اپنے رسم و رواج کے لحاظ سے وہ خالص ہندو ہیں۔ میں خوش ہوں کہ صدیوں کی غلامی اور نیند کے بعد آج ہندو جاتی کو ہوش آ رہی ہے۔ اور اس کے اندر وچار کی شکتی پیدا ہو رہی ہے۔ ہم ملکانہ راجپوتوں کی شدھی اس لئے نہیں کر رہے کہ ہمیں اپنی تعداد بڑھانا منظور ہے۔ یا ہم اسے کوئی پولٹیکل رنگ دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ہمارے بائیکاٹ شدہ بھائی ہیں۔ اور اب کئی سو سال کی جدائی کے بعد ہم سے پھر ملنا چاہتے ہیں۔ اس بارہ میں ہمارا دھرم اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتا کہ ہم ان کو اپنے ساتھ ملا لیں شدھی کا مسئلہ ہم سناتن دھرمیوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کے پرمانوں سے تو ہمارے پراچین گرنتھ بھرے پڑے ہیں اور ان میں لکھا ہے۔ کہ کوئی شخص پرشچت کے ذریعہ شدھی سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہمارے گرنتھ بتاتے ہیں کہ جو لوگ تلوار کے زور سے اپنے دھرم سے پتت کر دیئے

جائیں تو پھر اُن کو شدھ کیا جا سکتا ہے۔ ملکانہ راجپوتوں کا معاملہ ایسا ہی ہے انکو جبر اور زور سے کبھی ہندو جاتی سے الگ کیا گیا تھا۔ مگر باوجود اس جبر اور تشدد کے اُن کے دل میں ہندو دھرم کیلئے اس قدر پریم ہے کہ وہ ابتک ہندو ہی رہے اور اب جبکہ اُنہوں نے پھر ہندو جاتی میں ملنے کی درخواست کی تو ہمارے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم انہیں شدھ کر کے اپنے ساتھ ملا لیں جو کچھ مجھے ملکانہ راجپوتوں کی بابت تحقیقات پر معلوم ہوا ہے اسکی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں کہ صفائی وغیرہ کے لحاظ سے وہ پنجاب کے بہت سے ہندوؤں سے اچھے ہیں۔ اُن لوگوں کو دھرم کا رستہ نہ بتانا پاپ ہوگا۔ سناتن دھرمیوں نے اپنے بھائیوں کو گلے لگانے اور اپنی برادری میں ملانے کا کام شروع کر دیا ہے اب یہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ اس مبارک کام میں تن من اور دھن سے مدد کریں۔

پنڈت مولی چندر جی کی تقریر

آپ کے بعد پنڈت دین دیال جی ودیا کھیان واچستی کے چھوٹے پتر پنڈت مولی چندر جی ایم۔ اے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ایک نہایت زبردست تقریر میں ہندوؤں کی موجودہ حالت کا ذکر کیا۔ اس زبردست تقریر کو مفصل ہم کیسری کے آئندہ پرچہ میں درج کریں گے۔ آج ہم اس تقریر کے صرف اُس حصہ کو درج کرنا چاہتے ہیں کہ جس میں پنڈت جی نے ملکانہ راجپوتوں کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت ملکانہ راجپوتوں کی شدھی نے جہاں ہندوؤں کے دل میں ایک زبردست اتساہ پیدا کر رکھا ہے۔ وہاں مسلمانوں کی طرف سے پریشانی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ملکانہ راجپوت ہندو ہیں۔ اور آپ کے سناتن دھرمی ہندو ہیں۔ وہ بدھوا بواہ کو نہیں مانتے۔ وہ شرادھ کی پوتر رسم کے قائل ہیں سچے ویدک اور سناتن دھرم میں انہیں بڑی شردھا ہے اور پریم ہے ان میں

اس وقت شدھی کا کام جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہ بھی اپنے آپ کو سچا ہندو کہکر ماتھے پر ٹیکا اور گلے میں مالا پہن کر ہی کر رہے ہیں۔ یہ راجپوت بھائی بھگوان رام اور کرشن کے بھگت ہیں۔ ان کی رگوں میں اب بھی شدھ پوتر راجپوتی خون دوڑ رہا ہے۔ وہ رام رام کرتے ہیں۔ اپنے چوکے میں کھانا کھاتے ہیں۔ اور کسی غیر کے ہاتھ کا نہیں کھاتے۔ کئی سو سال سے ہندو جاتی سے الگ کئے جانے پر بھی وہ ویسے ہی شردھا اور پریم سے تلسی رامائن اور ست نارائن کی کتھا سُنتے ہیں۔ وہ دیوالی کے مبارک تیوہار پر بھگوان کی پوجا کرتے ہیں۔ اور ہولیوں کا تیوہار بالکل ہندوؤں کے مانند مناتے ہیں۔ مسلمان مولویوں نے جب سُنا کہ یہ لوگ دوبارہ اپنی ہندو برادری میں شامل ہونے لگے ہیں۔ وہ اُن کے پاس گئے اور انہیں سمجھانا چاہا۔ مگر ان ملکانہ راجپوتوں کی طرف سے جواب دیا گیا کہ ہم تو ہندو ہیں۔ ہندو دھرم کو مانتے ہیں۔ اور اپنی ہندو برادری میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ مسلمان مولویوں نے اپنی چرب زبانی سے انہیں پھسلانا چاہا۔ مگر اُنہوں نے صاف کہدیا کہ ہم ایسے مذہب سے تعلق رکھنا نہیں چاہتے جس میں چچا اور تاؤ کی لڑکی سے شادی جائز ہے۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ کھان پان نہیں کر سکتے جو پاخانے کے برتن میں بچے ہوئے پانی سے ہاتھ منہ دھو لیں۔ مسلمانوں نے اُن سے کہا کہ ہندو تو تم سے بُرا سلوک کرتے ہیں۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہندو ہمارے بھائی ہیں۔ چونکہ ہماری ہوا نکل گئی ہے۔ اس لئے ہم سے بُرا سلوک کرتے رہے ہیں مگر آج وہ ہم کو اپنی چھاتی سے لگانے کیلئے تیار ہیں پھر ہم کیوں اپنے بھائیوں میں نہ ملیں۔ ہمیں ہمارے کسی قصور کی وجہ سے برادری نے چھوڑ دیا تھا۔ اب وہی برادری ہمارا قصور معاف کر کے ہمیں اپنے ساتھ ملا رہی ہے۔ پھر ہم کیوں نہ ملیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ہندو دھرم اور ہندو جاتی کے لئے اسقدر پریم اور محبت ہو۔ اُن کے متعلق سناتن دھرمیوں کا اس کے سوا اور کوئی فرض نہیں ہے۔ کہ فوراً انہیں گلے لگا لیں۔ اگر اب بھی

سناتن دھرمی ہندوؤں نے اپنا فرض پورا نہ کیا تو اُن کے لئے شرم ہے اُن کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگ جائے گا۔ اور وہ مہا پاپ کے بھاگی ہونگے۔ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں سناتن دھرمیوں اور آریہ سماجی ہندوؤں کو مل کر کام کرنا چاہیئے۔ اور آپس کے اختلافات کو اس مبارک کام کے راستہ میں ہرگز روکاٹ نہ پیدا کرنے دیں۔ چند روز ہوئے شری سوامی شردھانند جی پوجیہ پتا یعنی شریمان پنڈت دین دیال جی سے ملے تھے۔ ان میں ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے سوال پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور جب سوامی جی وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ بہت خوش تھے۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اُن کے اور پنڈت جی کے درمیان اتفاق رائے ہے۔ پس سناتن دھرمیوں اور آریہ سماجیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کام کو مل کر سرانجام دیں۔ سناتن دھرمیوں کا فرض اس پہلو میں بہت زیادہ ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ سناتن دھرمی ہیں۔ میں خوش ہوں کہ سناتن دھرمی ہندوؤں نے اس بارہ میں اپنا فرض اچھی طرح محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ رشی کل برہمچاری آشرم ہردوار کے ایک سناتن دھرمی طالب علم نے بھارت ہندو شدھی سبھا کے کارکنوں کو ایک چٹھی لکھی جس میں تحریر کیا ہے کہ اگر ملکانہ راجپوتوں کو شدھ کرنیکے لئے دھن کی ضرورت ہو تو مجھے فروخت کر دو۔ اور جو شخص مجھے خرید کریگا میں ہر طرح سے اُس کی خدمت کرنے اور اس کا ہر ایک حکم بجا لانے کیلئے تیار ہوں۔ (شدھی کے کام کو ادھورا نہ رہنے دو۔ اس پر حاضرین نے خوب چیرز دیے) یہ نشان سناتن دھرمیوں کے جاگنے کا ہے۔ اور جب سناتن دھرم کے کام کرنے والے جاگ پڑے۔ تو سمجھ لو کہ کل ہندو جاتی بیدار ہو گئی۔

میرے پیارے بھائیو! مہورت بہت اچھا ہے کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اب اُسے ادھورا چھوڑنا مردوں کا کام نہیں ہے جو لوگ اب تک آپ کے ملاپ کے انتظار میں اپنے دھرم پر قائم رہے ہیں۔ انکو گلے لگانے

میں اب آپ کو ہرگز دیر نہ کرنی چاہئے۔ دھارمک نقطۂ خیال سے اور پولیٹکل
پہلو سے بھی آپ کا فرض ہے۔ اس وقت آریہ سماجیوں اور سناتن دھرمیوں
میں مذہبی جھگڑوں کی نہ ضرورت ہے نہ فرصت بلکہ اب تو دونوں کا فرض یہ
ہے کہ مل کر جاتی کو اُٹھانے کا کام کریں۔

پرتاپ ۳۰ - مارچ ۱۹۲۳ء

آریہ سماج ہندو قوم کا بہترین حصہ ہے اور ہر طرح کی امداد کا مستحق ہے

ہندوؤں کو شدھی فنڈ کا روپیہ جمع کر دینا چاہئے

ضلع آگرہ اور قرب وجوار کے علاقہ میں اس وقت جو شدھی کا کام جاری
ہے اس کیلئے شری سوامی شردھانند جی نے پانچ لاکھ روپے کی اپیل کی ہے
انداز لگایا گیا ہے کہ اس وقت ۵ لاکھ ایسے ملکانہ ہیں جن کا اُنکی پرانی برادریوں میں
پرویش کروایا جاتا ہے گویا پانچ لاکھ روپے کی مطلوبہ رقم فی روپیہ فی کس کے حساب
سے درکار ہے۔ کیا ایسے ۵ لاکھ ہندو نہیں ہیں جو کہ اپنے آبا واجداد کی اس مجلسی
ظلم کی تلافی کے لئے جو کہ اُنھوں نے ہندو قوم کے ایک بہادر گروہ پر کیا تھا۔
ایک روپیہ فی کس قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر ہندو سنگٹھن کی تحریک میں
کوئی حقیقت ہے تو پھر ضروری فنڈ جمع کرنا اور مطلوبہ کارکنوں کی تعداد پوری کرنے
میں کوئی مشکل پیش نہیں آنی چاہئے۔ آریہ سماج ہندو قوم کا بہترین حصہ ہے اور
وہ ان جملہ اصحاب کی مدد کے مستحق ہیں جو کہ اس قابل ستائش کام میں اس عظیم
قوم کے مستقبل کے لئے دل میں تھوڑا سا بھی درد رکھتے ہیں۔ یہ بڑی خوش قسمتی
کی بات ہے کہ ہندوؤں کا اکثر حصہ اُن کے ساتھ اس کام میں تعاون کر رہا ہے
اور ہمدردی کا اظہار کر رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ موخر

اکثر حصہ نے اُس جمہوریت کی لہر سے جو کہ اس وقت بھارت ورش کے عرض
وطول میں پھیلی ہوئی ہے تعصب کی زنجیروں کو توڑ دیا ہے۔ اس فیاضانہ
تحریک کی مخالفت کی بجائے مسلمانوں کو اسے مبارک کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ اخوت
ومساوات کی اس سپرٹ کی فتح کی علامت ہے جس کا اسلام حقیقی طور پر حامی ہے
فریقین پر یہ تنگ دلی کی علامت ہے کیونکہ مذہب کی اس غلط تصویر پر مبنی ہے
جو کہ ہندو مسلم اتحاد کے راستہ میں حائل ہے۔ یہ سپرٹ دونوں مذاہب کے
اوجیہ اور رشون کے فی الحقیقت خلاف ہے۔ اس تنگ دلی پر قابو پانے کے لئے
ہر ایک کوشش ان اصحاب کی نظر میں پسندیدہ ہونی چاہئے۔ جن کے دل میں ملک
کے آئندہ مفاد کا خاص خیال ہے۔ اس ملک کے طول وعرض میں لکھوکھا
ایسے نام نہاد مسلمان رہتے ہیں۔ جن کو کسی وقت جبراً مسلمان بنایا گیا تھا۔ لیکن جنہوں
نے مذہب اسلام کے ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

اگر اُن کے اعتقادات ورسومات اور رواجوں کو دیکھا جائے تو وہ ہندو ہی
معلوم ہوتے ہیں۔ وہ نہ ہی ہندوؤں کے لئے باعث طاقت ہیں۔ اور نہ ہی
مسلمانوں کیلئے کسی مصرف کے ہیں۔ وہ ہر دو اقوام سے الگ تھلگ رہتے
ہیں۔ ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر اس ذات یا برادری کے لوگ
جن کے ساتھ اُن کا پہلے تعلق تھا۔ ان کو اپنے میں شامل کرنے کے لئے تیار ہوں
کہ ان برائے نام مسلمانوں میں سے اکثر اس پیش کردہ عطیہ سے شکریہ سے
مستفید ہونا پسند کریں گے۔ اور خوشی سے اس موقع کا فائدہ اُٹھائیں گے۔
فریقین میں اتحاد کی تحریک خود بخود اور قدرتی طور پر ہونی چاہئے اور دباؤ اور
اشتعال انگیز پرچار سے قطعی طور پر پرہیز ہونا چاہئے۔ اس کام میں کامیابی کا
زیادہ تر انحصار ان معاملات کے پرانے خیال کے ہندوؤں پر جہاں کہ یہ پرانے نام
مسلم رہتے ہیں منحصر ہے۔ سب سے پہلے پرانے خیال کے ہندوؤں کو تعلیم دینی
چاہئے۔ جب ان کو اپنی موجودہ مجہولیت سے مہلک نوعیت کا پورا پورا

اطمینان ہوجائے تو اس کے بعد وہ میدان میں نکلیں گے اور بغیر کسی بیرونی مدد کے اس مسئلہ کو خود حل کریں گے۔ اگر آریہ سماج کے ہاتھ میں کافی سرمایہ دیا جائے تو اس امر کے متعلق تشفی ہو سکتی ہے کہ وہ اس کام کو تسلی بخش طریقے پر انجام دیں گے۔ ابتدا میں صوبجات کے ہر ایک ضلع میں مکمل تحقیقات ہونا چاہیئے تاکہ پتہ لگ جائے کہ کن مقامات میں ایسے برائے نام مسلم رہتے ہیں تاکہ حملہ کارروائی کا ایک کچا خاکہ تیار کر دیا جائے اور اس مسئلہ کو کم و بیش سائنٹیفک طریقہ سے حل کیا جائے کارکنوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط برتنی چاہیئے۔ کیونکہ اُن کی عقلمندی۔ تدبر برداشت اور خاصکر مذہبی تعصب سے آزادی پر ہندو سوسائٹی کے موجودہ سنگٹھن کے عظیم الشان کام کی کامیابی زیادہ حد تک منحصر ہے (اخبار لیڈر۔ الہ آباد)

پرتاپ ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء

لاہور سناتن دھرم سبھا میں سوامی پرکاشانند کی زبردست تقریر

خاص لیکچروں کے سلسلہ میں بدھوار شام کے آٹھ بجے لاہور کے سناتن دھرم سبھا کا ایک عظیم الشان جلسہ سناتن دھرم سبھا کے ہال میں منعقد ہوا سوامی پرکاشانند جی مہاراج سوامی کی تقریر ہوئی تھی۔ پہلے دن کی نسبت آج حاضری کچھ کم تھی۔ مگر بعد میں لوگ کافی تعداد میں آگئے تھے۔ سوامی جی نے ملکانوں کی شدھی کے متعلق حالات بتلاتے ہوئے کہا کہ وہاں ہمارے مسلمان بھائی بھگوے کپڑے پہنکر بھولے بھالے ملکانوں کو دھوکے دے رہے ہیں۔

دھرم کے کیا معنے؟

سوامی جی نے دھرم کی ویاکھیا کرتے ہوئے فرمایا کہ دھرم وہ ہے جو دھارن کیا جائے آگ کا دھرم جلانا۔ پانی کا بہانا۔ اور ہوا کا اُڑانا ہے۔ اگر

آگ جلاتی نہیں تو اپنے دھرم کو چھوڑ دیتی ہے تو اُسے آگ نہیں بلکہ راکھ کہا جاوے گا۔ اسی طرح انسان کا بھی دھرم وہی ہے۔ جو وہ دھارن کئے ہوئے ہے۔

دھرم کے نام پر اتیاچار

مگر دھرم کے نام پر دنیا کی قومیں ایک دوسرے پر اتیاچار کرتی رہی ہیں۔ عیسائیوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ دھرم کے نام پر ہی عیسیٰ کو صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ دھرم کے نام پر ہی سیتا کو راون چرا کر لے گیا۔ دھرم ہی کے نام پر حضرت ابراہیمؑ اپنے لڑکے پر چھری چلانے کو تیار ہو گئے۔ دھرم کے نام پر بدھ وغیرہ رشیوں کو تکلیفیں ملتی رہیں۔ اسی دھرم کے نام پر مختلف اقوام نے دوسری اقوام پر ظلم کئے اور آج بھی کیا کچھ نہیں ہو رہا۔

میں سناتن دھرمیوں کے اتیاچار بھی بتلاؤں گا۔ یہ نہیں کہ تم نے اس دھرم کے نام پر کم اتیاچار کئے ہیں۔

خون کی ندیاں

ذرا اپنی تاریخ کو اُٹھا کر دیکھو دھرم کے نام پر اس سرزمین میں جو رشیوں کے رہنے کے قابل تھی بیگناہوں کے خون کی ندیاں بہائی جاتی رہی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا لوگ ویدوں سے پرمان دے دیکر انسانوں اور جانوروں کی قربانیاں نہ کرتے تو بھگوان بدھ کو اوتار دھارن کر کے سنسار میں نہ آنا پڑتا۔ ابھی نہیں تمہارے ملک میں اور کئی کئی اقسام کے اتیاچار ہوتے رہے ہیں۔

ہندو دیویوں کی آہیں

سناتن دھرمیو! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو تمہارے دھرم کے نام پر معصوم ہندو دیویوں پر کتنا اتیاچار ہو رہا ہے۔ آپ پنجاب سے

باہر کے حالات سے شاید ناواقف ہوں۔ مدراس کے بڑے بڑے پنڈت جو ویدوں کا پاٹھ کرتے ہیں۔ وہ دھرم کو نیلام کر رہے ہیں۔ مدراس کے مندروں میں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں سیوک کے طور پر چھوڑ دی جاتی ہیں۔ انہیں والدین اور برادری کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے کہ ساری عمر شادی نہ کریں۔ آہ یہ سب کچھ دھرم کے نام پر ہو رہا ہے۔ لیکن کتنے شرم کا مقام ہے کہ ان لڑکیوں کو کہا جاتا ہے کہ اگر انہیں مرد عورت کے تعلقات کی جیشٹا ہو تو کسی مرد سے خفیہ طور پر تعلق پیدا کر سکتی ہیں لیکن دھرم اجازت نہیں دیتا کہ شادی کریں سناتن دھرم کا فخر کرنے والو سوچو تمہارے دھرم کے نام پر معصوم استریوں پر کتنا اتیاچار ہو رہا ہے۔

ہندو بدھواؤں پر اتیاچار

یہی نہیں بنگال کی طرف دیکھو وہاں ہزاروں ہندو بدھواؤں کی آہیں تمہاری جاتی کا ناش کر رہی ہیں۔ میں ڈنکے کی چوٹ کہوں گا کہ ان بے قصور بدھوا ہندو دیویوں کی آہوں سے ہی ہندوؤں کا ناش ہوا ہے۔ پانچ پانچ مہینے کی لڑکیوں کی شادیاں کر دی جاتی ہیں۔ اور جب اُن کے پتی مر جاتے ہیں تو انہیں بوچار کیلئے مجبور کیا جاتا ہے۔ ساری عمر روتے روتے کٹتی ہے لیکن دوسری نوجوان بدھوا عورت کا ۷۰ سالہ بوڑھا باپ ۹ سالہ کنیا سے شادی کرنیکا شوق رکھتا ہے۔ اگر بوڑھا مرد اپنی اندریوں کو قابو میں نہیں رکھ سکتا تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ نوجوان دیویوں سے کیوں یہ توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ ایسا کرے۔ اگر تم ہندو بدھواؤں کو پابند رکھتے ہو تو سناتن دھرمیو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ان بوڑھے خرانٹوں کو لگام کیوں نہیں رگاتے۔ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے بوڑھا شادی کرنیکے بعد مر جاتا ہے۔ اور نئی بیاہی دلھن کا جس نے ابھی گرہست آشرم کے کرتویہ کو پورن نہیں کیا نام بدھواؤں میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں تمام قوم کی بدھوائیں تمہاری تباہی کا باعث بن رہی ہیں۔

علاج کیا ہے؟

لیکن ان بدھواؤں کا علاج کیا ہے؟ آریہ سماج کے رشی دیانند نے اس کا ایک علاج سوچا اور اُنہوں نے بتلایا کہ پتی کو جلانے کے لئے جب دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ استری چتا کی طرف جاوے تو اُس کا دیور اسے ہاتھ سے پکڑ کر کہے کہ میں تیرا سہارا ہوں تجھے میں سنبھالوں گا۔ لیکن اس طریقہ کا کوئی ویدک پرمان نہیں دیا گیا۔ لیکن میں سناتن دھرمیوں سے پوچھتا ہوں کہ اپنی لاکھوں بدھواؤں کی تمہیں بھی خبر ہے کہ نہیں؟ تم سوتے ہی رہو گے۔ یا کبھی جاگو گے بھی۔ میں نہیں کہتا کہ تم ہندو بدھواؤں کی شادیاں شروع کر دو۔ میں اپنی رائے اس معاملہ میں ظاہر نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ میں پوچھتا ہوں کہ آپ اپنے پنڈتوں اور اچاریوں سے دریافت کریں کہ اس خرابی کا علاج کیا ہو۔ اپنے پروہتوں کو مجبور کرو کہ وہ تمہاری جاتی کی اس خرابی کو دور کرنے کا اُپاؤ سوچیں۔

ہندو کمزور ہو گئے

مگر تم میں تو طاقت ہی نہیں۔ سناتن دھرم کے پنڈت جاتی کی تباہی پر دھیان تک نہیں دیتے تمہاری آواز کو کچل رہے ہیں یہ بھی دھرم کے نام پر ایک اور اتیاچار ہے۔ تم جمہور کی آواز بلند کرنا جانتے ہی نہیں۔ آج جو آدمی دولتمند ہو گیا تم نے اُس کو چودھری مان لیا۔ کتنے غضب کا مقام ہے کہ بائیس کروڑ ہندوؤں کی موجودگی میں ہندوستانی کونسل گورنمنٹ نے شکر لواہ بل پاس کر دے کیا یہ لوگ تمہارے نمائندے ہیں جو نہ دھرم شاستر سے واقف ہیں اور نہ ہندو رسم و رواج سے۔ میں بانگ دہل کہتا ہوں کہ ڈاکٹر گور مہاشہ نے جو بل کونسل میں پاس کرایا وہ ہندو جاتی کو ورن سنکر بنانے کا باعث ہو گا۔ مگر تم تو کمزور ہو گئے۔ سناتن دھرمیو! عوام کی آواز بلند کرنا شاید تم نے سیکھا ہی نہیں۔

ہندو دھرم میں پالٹیکس

اس کے بعد سوامی جی نے پالٹیکس کے متعلق کہا۔ کہ ہمیں کہا جاتا ہے کہ پلیٹ فارم پر پالٹیکس کا نام نہ لینا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ سناتن دھرمیو تم کس کی اولاد ہو۔ کیا کرشن اور بھیشم پتامہ تمہارے بزرگ نہیں تھے۔ گیتا اور مہا بھارت کو اُٹھا کر دیکھو پالٹیکس کے بغیر کچھ نظر ہی نہ آئیگا۔ سنیاسی عدم تعاون کا پورا نمونہ ہے۔ اُس نے باپ بھائی دوست و دشمن سب سے عدم تعاون کر لیا۔ کون کہتا ہے کہ ہندو دھرم عدم تعاون کے اُصول سے خالی ہے۔ سناتن دھرمیو یاد رکھو غلامی کی زندگی کشتریوں اور براہمنوں کو زیب نہیں دیتی۔ وید بھگوان کی آگیا کو سنو فرمایا ہے کہ سوتنتر ہو کے سو برس تک جیو۔ اس سے زیادہ تمہاری بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ ۲۲ کروڑ کی تعداد میں ہوتے ہوئے تم غلام ہو۔

ملکانوں پر اتیاچار

اس کے بعد سوامی جی نے ملکانوں کی شدھی کا ذکر کیا اور کہا کہ سناتن دھرم نے ان بھائیوں پر بھی دھرم کے نام پر اتیاچار کیا۔ انہیں برادری سے خارج کیا گیا۔ کنوئیں پر نہ چڑھنے دیا گیا۔ اور اچھوت بنا دیا گیا۔ لیکن یہ بھی دھرم کے نام پر ایک اتیاچار تھا۔ راجپوت تمہاری جاتی کے ٹکڑے ہیں۔ انہیں چھاتی سے لگاؤ۔ اُن کی تڑپ دیکھو۔ تین سو سال سے تمہاری طرف لپک رہے ہیں۔ تم نے اتیاچار کیا۔ جو انہیں دھتکارتے رہے۔ اب وقت ہے انہیں ہندو دھرم پرویش کرنے دو۔ نہ صرف کرنے دو بلکہ دوڑو اور انہیں سناتن دھرم کے وراٹ دامن میں پناہ دو۔

ہنومان بنکر میدان میں نکلو

رامائن کا پاٹ کرنے والے سناتن دھرمیو! یاد ہے انا سیتا کی خبر لینے کیلئے

ہنومان نے کس طرح سے سمندر سے چھلانگ لگائی تھی۔ سناتن دھرم کا ہر ایک نوجوان اُٹھے۔ جس کے اندر دھرم اور جاتی کا کچھ جوش باقی ہے انہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ تمہارے ولولے ابھی تازہ ہیں۔ اُمنگیں ابھی جوان ہیں۔

تم جاؤ اس میدان شدھی میں اور جا کر دھرم کا پرچار کر کے ان بھائیوں کو جنہیں تم نے دھرم کے نام پر اتیاچار کیا۔ گلے سے لگاؤ۔ صرف ریزولیوشن پاس کر لینے سے کچھ نہیں بنے گا۔ نوجوان میدان میں نکلیں۔ موٹے موٹے پیٹ والو کی جو اپنے مطلب کے لئے ہندوؤں کے لیڈر بنے بیٹھے ہیں۔ چربیاں اس موقع پر نکالو۔ اُن سے روپے کی امداد لو۔ بڑے بڑے پنڈتوں کو آگے کرو اور شدھی کے میدان میں جا کر اپنے دھرم کی حفاظت کرو۔ ملکانوں کی تعداد ایک کروڑ سے زیادہ بتلائی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ چھ کروڑ اچھوت ہیں ان کو بھی ساتھ ملاؤ ۲۲ میں ۷ کروڑ جمع کرنے سے ۲۹ کروڑ ہو جاؤ گے۔ اور باقی ۲ کروڑ سود کا ملا کر تمہاری تعداد ۳۰ کروڑ ہو جائے گی۔ پھر کوئی طاقت نہیں جو تمہیں غلام رکھ سکے۔

پرتاپ ۹- اپریل ۱۹۲۳ء

پنجاب میں بھی کثیر التعداد مسلم نما ہندو راجپوت موجود ہیں اُن کے رسم و رواجات سولہ آنے ہندوؤں سے ملتے ہیں

بھارتیہ شدھی سبھا اور دیگر کارکنان کو ادھر بھی توجہ دینی چاہیئے

کچھ عرصہ ہوا کہ اخبار لیڈر الہ آباد نے یوپی گزیٹر میں سے ایک اقتباس صوبہ کے بعض مسلمانوں کے رسوم و رواجات کے متعلق شائع کیا تھا ذیل میں سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ (صفحات ۱۷۶-۱۷۷) میں سے ایک اقتباس دیا جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب میں بھی مسلمانوں کے کئی فرقے

ایسے ہیں کہ جو رسومات اور رواجات کے لحاظ سے مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں کے بہت قریب ہیں۔ کارکنانِ شدھی سبھا کو چاہیئے کہ اپنی توجہ صرف اضلاع آگرہ و متھرا۔ گوڑگاؤں اور بھرتپور تک ہی محدود نہ رکھیں۔ بلکہ پنجاب میں اپنے اُن صدیوں سے بچھڑے ہوئے بھائیوں کے ملانے کی بھی کوشش کریں۔

ملّا جاٹ

ملا جاٹوں (بعض اشخاص کے قول کے مطابق مشرقی پنجاب میں جو جاٹ مسلمان رہتے ہیں انہیں عام طور پر ملا کہا جاتا ہے) اور رنگھڑوں (جو راجپوتوں سے مسلمان بنے ہیں) میں ہندوؤں کی کئی رسوم و رواجات پائے جاتے ہیں یہ لوگ ہندوؤں کی طرح عام طور پر چار ممنوعہ گوتروں یعنی اپنے ماں باپ کے دادی اور نانی کے گوتروں میں شادی نہیں کرتے۔ ان میں سے اکثر لوگ بیاہ شادی کا مہورت برہمنوں سے نکلواتے ہیں اور انہیں اپنی رسومات شادی میں بُلاتے ہیں۔ اور انہیں نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ایک مسلمان راجپوت نائب تحصیلدار کا حسب ذیل نوٹ اس معاملہ پر بہت روشنی ڈالتا ہے۔

ضلع سیالکوٹ کے مسلمان راجپوت

ضلع سیالکوٹ کے اکثر راجپوت چار گوتروں یعنی کھوکھر۔ بھٹی۔ منہاس اور سلہیریا سے تعلق رکھتے ہیں۔ منہاس اور سلہیریا راجپوت عام طور پر گئو ماس نہیں کھاتے اور ان میں سے اکثر بالکل کسی قسم کا گوشت نہیں کھاتے ہیں اور میرا خاندان اس قاعدہ کے سختی کے ساتھ پابند ہیں۔ منہاس اور سلہیریا راجپوت شرع محمدی کے مطابق نزدیکی رشتہ داروں میں شادی نہیں کرتے اور دور کے رشتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ یہاں تک کرتے ہیں کہ ایک ہی قصبہ یا گاؤں میں بھی شادی نہیں کرتے۔ بھٹی اور کھوکھر راجپوت چچازاد بہنوں کے ساتھ شادی کو

بُرا خیال نہیں کرتے۔ لیکن یہ چاروں ذاتیں برہمنوں کو اپنے پروہت مانتی ہیں۔ اور اُنکی اتنی ہی عزت کرتی ہیں جتنی کہ ہندو راجپوت کرتے ہیں۔ سلہیریا اور منہاس راجپوتوں میں درمو ہانی کا رواج موجود ہے۔ جس کی شرع محمدی کی رو سے ممانعت ہے۔

میو مسلمان

گوڑگاؤں کے میو مسلمانوں کے متعلق مندرجہ ذیل حالات موجب دلچسپی ہوں گے مشرقی پنجاب کے بعض حلقوں میں میو بچوں کے ہندوؤں جیسے نام رکھے جاتے ہیں اور دیگر مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے اس ضلع کے ایک گاؤں کے شجرۂ نسب میں سے حسب ذیل اقتباس سے ظاہر ہے کہ کس طرح مسلمان ناموں کے ساتھ ہندو نام مخلوط ہیں۔ شیر خاں مایوس رایا روڑا بھرتو ? چند۔ سیوانی۔ موالی۔ بھیکھا۔ بالا۔ مامراج۔ رحمان۔ مہارانی۔ ماہو۔ سوانی ناتھ مُراد۔ دیشکھا۔ نامدار۔ ساگر۔ رنجیت۔ مان سنگھ۔ بھاگ سنگھ۔ گل خاں۔ بھومر۔ ہجلس۔ آلہی سنگھ۔ پیر بخش۔ شام سنگھ۔ سمن سنگھ۔ گھیسا۔ امام خاں۔ امین چند۔ بائی سنگھ۔ زیلا۔ چند سنگھ۔ جیونا۔ سیتارام۔ سُکھ چاندل۔ کمال۔ تیجا خاں۔ اودے بھان سنگھ خوشی خاں۔ لومیر۔ پیرو۔ منگالی۔ اُجاگر۔ شادی خاں۔ سوہنا۔ موسیٰ۔ پرتو مہتاب مامراج۔ سکھران ٥٦ ناموں میں سے ٣٥ یعنی ½٦٢ فی صدی صریحاً ہندو نام ہیں اور پہلی نسل سے آخری نسل تک چلے آتے ہیں۔

میو قوم کے مندرجہ رواجات ہندوؤں کے ساتھ ملتے ہیں۔

(١) شادی کے موقعہ پر ہندوؤں کی طرح ایک نائی یا برہمن کے ساتھ لگن بھیجا جاتا ہے اور لگن لیجانیوالے کو ایک روپیہ فیس اور کھانا دیا جاتا ہے۔

(٢) شادی کے بعد جب دولہا اپنے باپ کے گھر کو واپس جاتا ہے تو بستی کے مندر کی پوجا کی جاتی ہے۔ ١٠٠ میں سے ٧٥ صورتوں میں ایسا کیا جاتا ہے۔

(٣) میو لوگ اپنے گوتر میں شادی نہیں کرتے۔

(۴) اماوس کے دن میو لوگ اپنے بیل نہیں جوتتے اور اس دن صرف چاول پکا کر کھاتے ہیں۔

(۵) یہ لوگ ہندوؤں کی طرح دیوالی اور ہولی کے تیوہار مناتے ہیں۔ دیوالی کے دن وہ اپنے بیلوں کے جسم اور سینگ گیروے کیسا تو رنگتے ہیں۔
ہولی پر وہ ہندوؤں کی طرح ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے ہیں۔

(۶) یہ لوگ دیوی اور گوگا کے مندروں میں چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اور چند دیگر تیوہار بھی مناتے ہیں۔

(۷) فصل کی کٹائی کے موقعہ پر وہ برہمنوں کو دان دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی برہمن اماوس کے دن کسی میو کے گھر میں آئے تو اُسے خشک سامان خوراک دیا جاتا ہے۔

(ٹریبون)

کیسری ۹- اپریل ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کا کام ہندو جاتی کیلئے سوشل و مذہبی نقطۂ نگاہ سے ازحد مفید ہے

ہندو جاتی کو روپے سے مدد دیکر اپنی قومی محبت و خیر خواہی ملک کا ثبوت دینا چاہئے

آنریبل راجہ سر رامپال جی کے سی ای کی ہندو جاتی سے اپیل

پراچین زمانہ میں ہمارے بہت سے بھائی کئی وجوہات سے اسلام مذہب قبول کرنے پر مجبور کئے گئے تھے۔ لیکن مذہب اسلام قبول کرنے پر بھی اُنہوں نے اور اُن کی سنتان نے اب تک ہندو رسم و رواج کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ان کے رشتے بھی اُنہیں لوگوں سے ہوتے رہے۔ جو پہلے ہندو تھے اور اُن ہی کی طرح مجبور ہو کر اسلام مذہب پر ایمان لائے تھے۔ ایسے لوگوں کی تعداد

کم و بیش ہر ایک جاتی میں پائی جاتی ہے۔ اس سال کشتریہ اپکارنی دہا سبھا نے ہز ہائی نس شریمان راجہ ادھیراج سر ناہر سنگھ جی کے سی آئی ای شاہپور ادھیش کی صدارت میں یہ ریزولیوشن منظور کیا کہ جو راجپوت مندرجہ بالا طریقہ سے مذہب اسلام کو قبول کئے ہوئے ہیں۔ لیکن اُن کے تمام رسم و رواج ہندوؤں جیسے ہیں۔ وہ کشتریہ سماج میں لے لئے جاویں۔ اس ریزولیوشن کے منظور ہونیکے بعد ہی مختلف سوسائیٹیوں نے ملک کی بہتری اور بھرا تری پریم کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نیک کام کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے سرانجام دینا شروع کیا۔ خوشی کا مقام ہے کہ وہ بھائی جو بہت مدت سے ہم سے بچھڑے ہوئے تھے بڑے پریم اور بیتابی سے ہمارے ساتھ ملنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ اس وقت تک ہمارے خیال میں سات ہزار بچھڑے ہوئے بھائی گلے لگائے جا چکے ہیں اور دوسرے بھی ملنے کے لئے بیتاب ہو رہے ہیں۔ اس نیک کام کیلئے دھن کی بہت ضرورت ہے جس کے بغیر مسرت خیز کامیابی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہ کام ہندو جاتی کے لئے سوشل اور مذہبی نظر سے نہایت ہی ضروری اور مفید ہے۔ اسلئے اُن ہندو بھائیوں سے اور خصوصاً کشتری بھائیوں سے جن کو ہندو جاتی کی ترقی و بہبودی سے پریم ہے۔ درخواست ہے کہ وہ اس نیک کام میں حصہ لیں اور اپنی قومی محبت اور خیر خواہی ملک کا ثبوت دیں۔ اگر ہر ایک بھائی حسب توفیق کچھ دھن دان کرنے کیلئے آمادہ ہو جائے تو اس نیک کام میں پوری کامیابی حاصل ہونے کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

یہاں اتنا اور کہہ دینا غیر ضروری نہ ہوگا کہ ایک تو ویسے ہی جیسا کہ مردم شماری کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے ہندوؤں کی آبادی کم ہوتی جاتی ہے۔ دوسرے اگر ہمارے یہاں سے معمولی وجوہات سے لوگ الگ ہوتے چلے جائینگے تو ہماری سماج کو بہت بڑا نقصان پہنچے گا۔ اس لئے جو اصحاب اس نیک کام میں مدد دینا چاہتے ہوں۔ اور میرے خیال میں ہر ایک ہندو ماتر کو ضرور دینی چاہئے وہ ذیل کے پتہ پر دان کا روپیہ بھیج سکتے ہیں۔

(۱) دی آنریبل راجہ سر رامپال سنگھ جی دیو کے۔ سی۔ آئی۔ ای کرری سدہولی راجیہ (رائے بریلی)
(۲) ٹھاکر مادھو سنگھ جی جنرل سکرٹری بھارتیہ ہندو شدھی سبھا (اودھ) آگرہ
(دی آنریبل راجہ سر رامپال جی کے سی آئی)

پرتاپ ۲۔ مئی ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوت ہمارے بھائی ہیں؟

ہاتھ پھیلا کر اور آغوش کھول کر گلے لگا لو

از شریمان سر راجہ رامپال سنگھ صاحب کے سی۔ ایس۔ آئی

تعلقہ دار کوری سدہولی

تقریباً بیس بائیس برس ہوئے جبکہ لکھنؤ میں سوشل کانفرنس کا میں صدر بنایا گیا تھا۔ اُس وقت میں نے اپنی تقریر میں بہت زور کیساتھ یہ رائے ظاہر کی تھی کہ ہندوؤں کو جنہوں نے کسی خاص وجہ سے دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اُن کی نسبت ہندوؤں میں پرچار کیا جائے کہ اگر ایسے لوگ ہندو دھرم میں واپس آنا چاہیں تو ان کو بڑی خوشی سے واپس لے لیا جائے۔

جب عام طور سے ایسے نومسلموں کی بابت میں اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں کہ ہندوؤں کو چاہیئے۔ کہ ان کو اپنے میں شامل کریں۔ تب ملکانہ راجپوتوں کے بارے میں مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے پُرانے ہندو رسم و رواج اور طریقوں کو نہیں چھوڑا ہے اور ان میں وہی خون ہے جو ہم لوگوں میں ہے۔

مجھے تو اس بات سے حیرت اور افسوس ہے کہ اب تک ہم اپنے بھائیوں سے کیوں جُدا رہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اُن کے ساتھ بڑی بے اعتنائی کی ہے۔ اب انکو ہاتھ پھیلا کر اور آغوش کھول کر گلے سے لگانا چاہیئے اور اس کام کیلئے ہم کو نہایت مستعدی کے ساتھ کمر باندھ لینی چاہیئے۔ خواہ جتنا بھی اس میں خرچ ہو یا دقت اُٹھانی پڑے۔ ہم جبتک اپنے بھائیوں کو اپنے میں جذب نہ کر لیں تب تک اس کوشش سے باز نہ رہنا چاہیئے۔ جو صاحبان اس کام میں مصروف ہیں اُن کا ہاتھ بٹانے کیلئے ہم ہر وقت تیار ہیں اور ان ملکانہ راجپوتوں کے بارے میں جلسے وغیرہ کئے جائیں۔ اگر مجھے اُن کی بابت اطلاع پیشتر ہی سے دی جائے تو میں اس میں حاضر ہو کر اپنی رائے کا اظہار کرنے کو آمادہ ہوں۔

پرتاپ ۱۱۔ اپریل ۱۹۲۳ء

تمام ہندو ملکانوں کی شدھی کے حق میں ہیں!

پنڈت مالویہ اور شری پت بھگوانداس نے اس تحریک کی زبردست تائید کی ہے

گذشتہ مہاسبھا کے ۲۲۔ دسمبر ۱۹۲۲ء کے پاس کردہ ریزولیوشن کے مطابق ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کی جملہ ہندو ماتر تائید کر رہے ہیں کل ہمارے اخبار میں ایک نامہ نگار کی چٹھی شائع ہوئی ہے جس نے ہم پر اس تحریک کے حق میں زبردست پرچار کرنے کیلئے غصہ اور خفگی کا اظہار کیا اور اُس نے اپنی چٹھی میں لکھا کہ صرف ہندو قوم کا ایک تھوڑا سا حصہ اس شدھی کی تحریک کا حامی ہے اس کے خیال میں ہماری یہ رائے غلط ہے کہ جملہ ہندو قوم اس تحریک کی حامی ہے۔ اور ہم نے اسی غلطی میں پھنس کر اپنے اخبار کے کالموں کو اس تحریک کیلئے بڑی فیاضی سے وقف کر دیا ہے۔ ہم نیں قسم کے نامہ نگار صاحبان کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ فی الحقیقت تقریباً ساری ہندو قوم اس شدھی کے حق میں ہے اور جس قدر

چٹھیات ہم کو اس بارہ میں موصول ہوئی ہیں۔ ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے ہم نے اپنے اخبار میں درج بھی کی ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قوم اس معاملہ میں بڑی بھاری اور عالمگیر دلچسپی لے رہی ہے۔ بھارت دھرم مہامنڈل اغلباً ہندو قوم کے لئے زیادہ کٹر فرقہ کا قائم مقام ہے۔ کل ہمارے اخبار میں جو پیغام شائع ہوا تھا۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھارت دھرم سنڈیکٹ کی افتتاحی رسم کے بعد مہاراجہ دربھنگہ کی صدارت میں ایک بڑا بھاری جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں بنارس کے ودوان پنڈت بھی شامل تھے۔ حالانکہ پنڈت صاحبان نے ڈاکٹر گور کے سول میرج بل کی مخالفت کی۔ لیکن اُنہوں نے ملکانہ راجپوتوں کے ہندو دھرم میں واپس لئے جانے کی حمایت کی۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ لاہور لائل پور اور امرتسر کے سناتنی پنڈت صاحبان اور گرودیر پیٹھ اور شاردا پیٹھ کے شنکراچاریوں نے یہ ہوستھا دی ہے کہ ملکانہ راجپوت ہندو ہیں اور ان کو سناتن دھرم کی رسوم پراشچت کی رو سے ہندو قوم میں واپس لے لیا جانا چاہیئے۔ ہم کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شریمان پنڈت مدن موہن مالویہ جی کو جو کہ ہندو قوم کے ایک بڑے بھاری رتن ہیں اس تحریک کے ساتھ پوری پوری ہمدردی ہے۔ شریمان بابو بھگوان داس جی بنارس نواسی نے اخبار "آج" میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں اُنہوں نے اس تحریک کی حمایت کی ہے۔ دیگر ہندو انجمنوں میں سے جو کہ اس تحریک کی حامی ہیں مہاراشٹر دھرم پرشیدہ سادھو مہا سبھا گوجر مہا سبھا جاٹ مہا سبھا۔ راجپوت بھارتریہ سمیلن وغیرہ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بھارتیہ ہندو شدھی سبھا میں جس کے اہتمام سے یہ کام جاری ہے۔ براہمن۔ کھشتری۔ راجپوت۔ ویش۔ سکھ۔ سناتنی۔ آریہ سماجی اور جینی بھی شامل ہیں۔ ان حالات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ اس تحریک کی حمایت ہندو قوم کا صرف قلیل حصہ کر رہا ہے۔ واقعات سے اپنی مکمل ناواقفی کا اظہار کرتا ہے۔ اگر ملکانہ راجپوت، سچے مسلم دیندار ہوتے اور وہ مسلمانوں میں جذب

ہو چکے ہوتے تو ہندو قوم کا کثیر حصہ جو کہ زیادہ کثیر تعداد میں ہے۔ اس تحریک کا اس قدر سرگرمی سے حامی نہ ہوتا۔ کیونکہ اس حالت میں یہ حامی پرویش شدھی کا مترادف ہوتا اور یہ مسلم بات ہے کہ سناتن دھرمی تبدیلی مذہب کے حق میں نہیں ہیں۔ اس تحریک میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس پر کہ مسلمانوں کو کوئی اعتراض ہونا چاہئے یا جس سے انہیں ایل پیل پڑ جانی چاہیے۔ اگر برادریوں سے خارج شدہ راجپوت اپنی پرانی ہندو برادریوں میں شامل ہونے کے خواہاں ہیں۔ اور اگر ان کی پرانی ہندو برادریاں علیحدگی کی رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے تیار ہیں۔ تو ہم کو کوئی وجہ نہیں نظر آتی کہ کس طرح اسی قوم کے دو علیحدہ شدہ حصوں کا از سر نو ملاپ ہندو مسلم اتحاد کو زخمی کرتا ہے یا مذہبی جذبات کو مشتعل کرتا ہے۔ ہم کو فی الواقع اس امر کی توقع ہے کہ ایک ایسی تحریک کے متعلق جس میں ذرا بھی جبر و اکراہ کا نام و نشان نہیں ہے واقعات کو غلط بیان کر کے کوئی غیر ضروری اشتعال پیدا نہیں کیا جائے گا۔ اس تحریک کا خالص مقصد ان بدقسمت راجپوتوں کو جو کہ تنگ دلی اور عدم برداشت کا شکار ہو کر ہندو برادریوں سے خارج ہوئے تھے۔ پھر دوبارہ اُن کی پرانی برادریوں میں واپس لانا ہے۔

پرتاپ ۱۱ مئی ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوت اپنی مرضی سے شدھ ہو رہے ہیں

ہندو سنگھٹن کا مقصد پوتر اور بہت اونچا ہے

مولانا ابوالکلام آزاد کی بیجا شکایات

پنڈت موتی لال نہرو کی سوامی شردھانند کے نام چٹھی

پنڈت موتی لال نہرو نے شری سوامی شردھانند جی کے نام

ایک چٹھی بھیجی ہے جس میں پنجاب کی بیچینی کے متعلق سوامی جی نے جو اعلان کیا تھا۔ اس کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ پنڈت جی نے اپنی چٹھی میں بتایا ہے۔ کہ میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان۔ میرا دھرم راج نیتی (پالٹیکس) ہے اور میں اس کا ماننے والا ہوں دھرم ہی راج نیتی ہے۔ ایمانداری سے کام کرنا سب سے بڑا دھرم ہے۔

ہندو سنگٹھن کی تحریک

اُن کی رائے میں ہندو سنگٹھن کا مقصد نہایت پوتر اور اونچا ہے۔ لیکن جیسا کہ انہیں پنجاب کے ہندوؤں سے بات چیت کرنے سے پتہ لگا ہے ایسے بھی کئی اشخاص ہیں جو اس سنگٹھن کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتے ہیں۔

ملکانے اپنی مرضی سے شدھ ہو رہے ہیں

ملکانے سینکڑوں کی تعداد میں شدھ ہو رہے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنی مرضی سے برادری میں شامل ہو رہے ہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد صاحب نے جو مثالیں دی ہیں اُن کے متعلق پنڈت جی کی رائے ہے کہ اُن کا مولینا ابو الکلام آزاد کو نجی طور پر ہی پتہ لگا ہے۔ اگر اُن کے درست ہونے کا مولینا صاحب کو پتہ لگے گا تو وہ پہلے شخص ہوں گے جو اپنی غلطی کو تسلیم کریں گے۔ مولینا آزاد کی اس شکایت پر کہ سوامی جی کے جلدی کرنے کی وجہ سے شدھی کا کام نہ کیا جا سکا۔ پنڈت جی نے لکھا ہے کہ سوامی جی نے تو ہمارے ساتھ کھٹ کر یادھو سنگھ کو کر دیا۔ اور کہا تھا کہ بہتر ہوگا کہ ہم خود ہی جاکر دیکھ آویں لیکن ہم لوگ نہ جا سکے۔

اچھوتوں کو مسلمان کہنا سراسر غلطی ہے۔ ہندوؤں نے جس حالت میں رکھا وہ خوشی سے اُس میں رہے اس لئے وہ ہندو ہی ہیں۔

(ارجن دہلی)

کیسری

۱۱۔اپریل ۱۹۲۳ء

ایک وقت تھا جبکہ ہندو دھرم کے دروازے غیر مذاہب کیلیئے کھلے تھے

ہندوؤں نے غیر مذاہب والوں پر اپنے دروازے کیوں بند کئے

(پنڈت دینبشور شرما ایم۔ اے راولپنڈی کے قلم سے)

مالابار اور ملتان کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ مسلمان کیا انفرادی طور پر اور کیا بحیثیت مجموعی اپنے ہی فوائد کو مد نظر رکھنے والی قوم ہے وہ دوسروں کے احساس کا خیال بالکل نہیں کرتی۔ (۱۱۔اپریل ۲۳ء)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا ہندوؤں سے اتحاد صرف پالیسی پر مبنی تھا جیسا کہ مسلمانوں کے ذمہ دار لیڈر اور خلافت کے رکن مولانا معظم علی کی تقریر سے صاف ثابت ہوتا ہے۔

ایسی بے بسی اور بیکسی میں ہندو قوم آریہ سماج کی طرف متوجہ ہوئی۔ آریہ سماج میں خود بیداری پیدا ہوئی۔ مالابار کے زبردستی مسلمان بنائے ہوئے ہندوؤں کو سماج نے پھر اپنی آغوش میں لے لیا۔ ادھر سوامی شردھانند جی مہاراج نے آگرہ میں بھارتیہ شدھی سبھا کی بنیاد ڈالدی جس کا اُدیش ان نیم ہندو اور نیم مسلمان لوگوں کو جو ہندو دھرم میں آنے کیلیئے تلملا رہے تھے شدھ کیا جائے۔ یہ کام شروع ہے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوؤں کے سب فرقے بڑے جوش سے اس کام میں مشغول ہیں۔ یہ بہت ہی نیک آثار ہیں۔ میں بھارتیہ شدھی سبھا کے لیڈروں سے اپیل کروں گا۔ کہ وہ مندرجہ ذیل باتوں کو ہمیشہ مد نظر رکھیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی ان باتوں کا خیال رکھنے کی تلقین کریں۔

(۱) ملکانہ راجپوتوں گوجروں اور جاٹوں میں اول تو پرچار کی ضرورت ہی نہیں۔

وہ خود ہندو دھرم سے واقف ہیں۔ اگر بالفرض پرچار کی ضرورت پڑے۔ تو آریہ سماج کو اپنے سدھانت بالائے طاق رکھ کر صرف سناتن دھرم کا ہی پرچار کرنا چاہیے کیونکہ ہمارا فرض ان کو ہندو بنانا ہے۔ نہ آریہ سماجی۔ ہمارا کام صرف مسلمانی رسومات کو دور کرنا ہے۔ جو کہ ملکانہ لوگ کرتے ہیں۔ اس بات پر عمل کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ آریہ سماج ہر ایک ہندو ماتر کی امداد کو حاصل کر سکے گا۔

پرتاب ۲۱-اپریل ۱۹۲۳ء

لالہ شام لال صدر کانگریس کمیٹی حصار کا اعلان

لالہ شام لال جی صدر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی حصار فرید آباد سے لکھتے ہیں:-

پنڈت جانکی پرشاد سکرٹری ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی ریواڑی کے متواتر اصرار پر میں نے گوڑگانواں ضلع کی صورت معاملات کا جو شدھی کی تحریک سے پیدا ہو گئی ہے معائنہ کیا۔ میرے خیال میں شدھی کا معاملہ ایسا نہیں جس سے استقدر سنسنی اور جوش پھیلنا چاہیے۔ ملکانہ راجپوت یا گوجر اسلام یا ہندو مذہب کے متعلق ٹھیک طور پر کچھ نہیں جانتے اُن کے سامنے صرف ایک خیال ہے اور وہ یہ کہ اپنی برادری میں جس سے عرصہ ہوا انہیں نکال دیا گیا تھا دوبارہ جانا چاہتے ہیں۔ چاہے وہ برادری ہندو راجپوتوں کی ہو یا گوجروں کی۔ موجودہ تحریک نے اُنہیں حقیقی طور پر موقع دے دیا ہے کہ جس کی وہ خواہش رکھتے تھے اُسے حاصل کریں وہ مسلمانوں ہندوؤں یا آریہ سماجیوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اس معمولی سے معاملہ کیلئے لوکل مسلمان بھائیوں نے بہت کھینچا تانی کی ہے۔ قصبہ فرید آباد میں جہاں ملکانے بالکل نہیں ہیں پنچایتیں منعقد کی جا رہی ہیں صورت معاملات بہت نازک ہے اور فساد کا بہت امکان ہے لوگوں نے بھی کانگریس کے ساتھ ہمدردی ترک کر دی تھی لیکن جہاں تک ملکانوں کا معاملہ جاری رہے گا کانگریس کا پرچار ممکن نہیں ہو سکتا۔ لوکل سب انسپکٹر ڈیالک رام

حتی الوسع سخت کوشش کر رہا ہے کہ فساد برپا نہ ہونے پائے

پرتاب ۲۵-اپریل ۱۹۲۳ء

پنڈت مالوی جی کے پتر شدھی کے میدان میں آگئے بچھڑے ملکانوں کو ہندو برادری میں شامل کیا جائے

پرتاب کے نامہ نگار کے قلم سے

آگرہ کے گرد و نواح کے اضلاع میں شدھی کا کام سرگرمی سے جاری ہے الہ آباد سے بہت سے کارکن بمعہ پنڈت کرشن کانت مالویہ بھی جو پنڈت مدن موہن مالویہ کے پتر ہیں شدھی کے میدان میں آگئے ہیں۔ انہوں نے ان بچھڑے ملکانوں کو ہندو برادری میں شامل کرنے کا مشورہ دیا ہے اور تحریک شدھی کی حمایت کی ہے انہوں نے ہندو شدھی سبھا کو چار صد روپیہ روانہ کیا ہے اور مزید روپے کیلئے اپیل شائع کی ہے۔ کل دو گاؤں گھڑ وائی اور آنٹش کے ملکانوں کو شدھ کیا گیا۔

پرتاب ۲۹-اپریل ۱۹۲۳ء

کیا یہ انقلاب نہیں

مخالفین شدھی یہ کہتے نہیں تھکتے کہ صدیوں کے آریہ جاتی کی گود سے بچھڑے ہوئے ملکانوں کو برادری میں شامل کرتے وقت جبر سے کام لیا جا رہا ہے اور تو اور مولانا ابو الکلام آزاد صاحب بھی اپنے ہم مذہب بھائیوں کے اسکو پلاہل کے اثر میں آگئے۔ لیکن وہاں کے حالات سب کی آنکھیں کھول دیں گے۔ موضع ڑاوندہ کے حالات ہمارے والنیٹر مہاشہ چمن لال نے بھی لکھے ہیں کہ وہاں کے لوگ

اپنے آپ کو ملکانہ کہلانا غنیمت تصور کرتے ہیں۔ اور سارا کا سارا گاؤں اپنی برادری میں شامل ہونے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ اور ۲۵۔ اپریل کو اُن کی شدھی بھی ہوئی تھی۔ انہیں برتنوں اور گھروں کی صفائی پر زور دیا گیا۔ جو کہ وہ ہندو گھرانوں سے بالواسطہ تعلق میں نہ رہنے سے کھو چکے تھے۔ مسلمان مولوی اب پہلا سا شور نہیں مچاتے۔ اب وہ جان گئے ہیں کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔ اور چونکہ شدھی کی مخالفت ہر جگہ کم ہو رہی ہے۔ اُن کے حوصلے بھی بڑھ رہے ہیں

چونکہ اُن کے کام کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اسلئے وہ ان جگہوں میں سے بھی ہو آئے ہیں ۔۔ جہاں شدھی سبھا کے آدمی نہیں پہنچ سکے ۔ ریاست بھرتپور میں تو ملکانوں کے سب گاؤں شدہ ہو چکے ہیں اور اُمید کی جاتی ہے کہ ضلع متھرا اور آگرہ میں دو ہفتہ تک کام ختم ہو جائیگا۔ ہمیں خوشی تو اس بات میں ہے کہ پنجاب میں تو آگے ہی جوش کی کمی نہ تھی۔ اب یو پی کے پرانے دقیانوسی خیال کے ہندو اپنے پرانے خیالات کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔ اور گلیوں و محلوں میں کتھا واچنے والے برہمن شدھی دہرم کی مہما گا رہے ہیں۔ ایک سناتنی پنڈت رامائن کی کتھا کرتا ہوا یہ بھجن گا رہا تھا۔

شدھی سے اپنی قوم کا اوپار ہو گیا
کم ہو گیا تھا پورا وہ بھنڈار ہو گیا

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ سوائے آنریبل راجہ سر رام پال سنگھ کے جنہوں نے سوامی شردھانند جی کو تن من دہن سے اس کار خیر میں امداد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یو پی کے جاگیرداروں۔ زمینداروں اور رؤسا نے اس اہم کام میں اپنے فرض کو نہیں پہچانا۔

والنٹروں کی ضرورت

شری سوامی شردھانند جی کی چٹھی آئی ہے کہ ضلع گوڑگاؤں وغیرہ میں

کام پھر تیزی سے شروع ہونے والا ہے۔ اس لئے قابل والنٹروں کی ضرورت ہے۔ جو اصحاب اس قومی خدمت میں ہاتھ بٹانا چاہیں۔ وہ سکرٹری راجپوت سیوا مشن سے خط و کتابت کریں۔

کیسری ۲- مئی ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کا دروازہ کھولنے والا راجپوت ہیرو

مہاراجہ سر ناہر سنگھ والی شاہپورہ کے خیالات

ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے سلسلہ میں معزز ہمعصر راجپوت گزٹ لاہور نے اپنا ایک خاص شدھی نمبر شائع کیا ہے۔ جس میں کئی اصحاب کے زبردست مضامین اور نظمیں درج ہیں۔ اسی شاندار خاص نمبر میں ایک مضمون شری مان مہاراجہ سر ناہر سنگھ صاحب والی شاہپورہ کے قلم سے بھی درج ہوا ہے جو اس تحریک شدھی کے بانی کہے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ شدھی کا ریزولیوشن کشتری مہاسبھا نے آپ کی صدارت میں آپ کے زور دینے پر پاس کیا تھا۔ اپنے اس مضمون میں آپ لکھتے ہیں۔

دھرم دل سے سمبندھ رکھتا ہے۔ آج کل شدھی کے بارہ میں بہت ایجی ٹیشن ہو رہا ہے اس کے متعلق آگرہ میں کشتریہ اوپکارنی مہاسبھا کے سالانہ جلسہ پر میری موجودگی اور صدارت میں شدھی کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اسکے متعلق اور روشنی ڈالوں۔ تاکہ کسی کو اسکے بارہ میں شک نہ رہے اور کوئی بھی اس شدھی سنسکار کو قومی مفاد کے خلاف نہ سمجھے۔ آپ سب جانتے ہیں ۔ کہ مسلمانوں کے راج میں دوسرے دھرم والوں کو کس طرح اپنے جیون بسر کرنے

پڑتے تھے اسوقت مذہبی آزادی نہ تھی۔لیکن آج اس وقت برٹش راج میں ہم کو پوری طرح سے مذہبی آزادی حاصل ہے اور غلامی کا لفظ صرف ڈکشنری میں رہ گیا ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک ہی بازار کے اندر ایک ہی جگہ پر سناتن دھرمی اپدیشک اپنے دھرم کی خوبیاں سمجھا رہے ہیں۔اس سے تھوڑی ہی دور آگے مولوی صاحبان اپنے اسلامی مذہب کی تعریف کر رہے ہیں اور اس سے آگے ایک پادری صاحب عیسائی دھرم کی عظمت سُنا رہے ہیں۔وہ سب کامل آزادی سے اپنے اپنے دھرم کا اپدیش کر رہے ہیں اور کوئی بھی روکاوٹ پیدا کرنیوالا نہیں ہے جسے جو دھرم اچھا لگے وہ اسی کو گرہن کرے۔ کیونکہ دھرم کا اثر دل پر ہے نہ کہ کسی طرح کے دنیاوی لالچ یا خوف وغیرہ سے ۔

شدھی سنسکار صرف اُن کا ہی کیا جا رہا ہے۔جو دل سے ہندو دھرم کو چاہتے ہیں اور خود بخود سنسکار کرانے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔اس میں کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کی جا رہی ہے۔اس لئے اس وقت شدھی سنسکار کے متعلق کسی دوسرے دھرم والوں کو اندولن کرنا بے فائدہ ہے۔تمام دنیا جانتی ہے کہ آجتک مسلمان بھائیوں اور عیسائیوں نے کتنے ہندوؤں کو عیسائی اور مسلمان بنا لیا۔لیکن ہندو دھرم والوں۔ سناتن۔جین اور بدھوں نے اس بارہ میں کبھی بھی کچھ نہیں کیا۔کیونکہ وہ اچھی طرح اس بات کو جانتے تھے اور جانتے ہیں کہ جس شخص کو جو دھرم اچھا لگے۔وہ اس کو قبول کرے۔ اس وقت بھی جو شدھی کی جا رہی ہے۔ وہ ایسے بھائی ہیں۔جو جبراً مسلمان بنائے جانے پر بھی انیک ہندوؤں جیسے نام رکھتے ہیں۔چوٹی رکھتے ہیں۔مردوں کو جلاتے ہیں۔ اور بہت سی رسوم ہندوؤں کے موافق کر رہے ہیں۔ عاقل خود سوچ سکتے ہیں کہ آج سے پہلے بہت سے مسلمان بھائی عیسائی بنائے گئے۔لیکن ان مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی ۔اور آج اس واجبی شدھی سنسکار سے نہ جانے وہ کیوں ناراض ہیں۔میں تو یہ کہونگا کہ سنسار بھر میں جتنے دھرم ہیں وہ پرماتما کی طرف لے جانے والے ہیں۔کوئی بھی بھائی کسی بھی دھرم کو قبول کرنے دھرماتما ہے۔

پرتاب ۶ مئی

تحریک شدھی نئی نہیں۔پُرانی تاریخ میں مثالیں موجود ہیں بھائی بھائی سے مل رہے ہیں

(کنور چاندکرن شاردا کے قلم سے)

آج کل شدھی کی چرچا ہو رہی ہے ہمارے مسلمان بھائی ہمارے سے ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نئی بات اُنہوں نے چلائی ہے لیکن تواریخی واقفیت نہونیکی وجہ سے ہمارے بھائیوں نے ایسا خیال کر لیا ہے۔ہماری سمرتیوں میں پرائشچت کرنے کی رسم بہت زمانے سے لکھی ہوئی ہے۔ہندوستان میں نہیں سیدین وغیرہ جو کوئی بھی آئے وہ آریہ بنائے گئے۔ اور غیر ممالک میں بھی منشریوں نے جا جا کر لوگوں کو آریہ بنایا اور ان کو آریہ تہذیب سکھلائی۔اسی وجہ سے چکرورتی راج تمام سنسار میں تھا۔ہمارے آریہ راجہ افغانستان میں وراٹ فارس میں۔شیلیہ چین میں بھگت۔یورپ میں بڈالکش۔امریکہ میں ببرو باہن وغیرہ راج کرتے تھے۔

پہلے زمانہ میں شدھ کیسے کیا جاتا تھا

پوجیہ شنکر نے سنکھ بجا کر ہی سارا بھارت شدہ کیا تھا۔راجہ چندر گپت نے سلوکس کی لڑکی کے ساتھ بواہ کیا تھا۔سکندر کے ساتھ آئے ہوئے بہت سے یونانی آریہ بنائے گئے۔ اور بدھ بھگوان کا غیر ممالک میں پرچار کس کو نہیں معلوم بھارت کے پنڈت بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں کے درباروں میں رہتے تھے۔گنگا لہری کے مشہور مصنف شاعر پنڈت جگناتھ جی نے بادشاہی لڑکی نونگیکا کیساتھ بواہ کیا۔دوسرے پیشوا باجی راؤ نے مسلمان لڑکی سے شادی کی باجی راؤ پیشوا کے تین لڑکے تھے۔بالاجی راؤ۔رگھوبا اور شمشیر بہادر۔شمشیر بہادر مسلمان

عورت کے پیٹ سے تھا۔

ہندوؤں کے زیادہ نیک چلن ہونیکی وجہ

مسلمان بادشاہ اورنگ زیب وغیرہ نے دوسرے مذاہب پر سختیاں کیں۔ لیکن ہندو راجاؤں نے مذہبی آزادی عطا کی ہندوؤں نے جہاں مسلمان عورت سے شادی کی وہاں اسکو یہ بھی آزادی عطا کی کہ وہ جو دھرم چاہے رکھے۔

چھترپتی سیواجی نے کبھی مسجد نہیں توڑی اور نہ ہی اُن کے قرآن کو جلایا۔ سیواجی کے پاس خوبصورت سے خوبصورت عورتیں لائی گئیں حتیٰ کہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ خود اورنگ زیب کی لڑکی نے شادی کی بھیک مانگی لیکن اُنہوں نے اس کو نامنظور کردیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ نیک چلن ہیں۔ راجپوتوں نے مغل بادشاہوں کے خوف اور بے بسی کی وجہ سے براد[ری] کی صورت میں چاہے لونڈیاں دی ہوں۔ لیکن یہ ثابت ہے کہ لونڈیاں بھی مسلمانوں کے حرم میں ہندووانہ ہی رسم ورواج کے ساتھ رہیں ایسی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ ہندو راجاؤں نے مسلمان عورتوں سے شادی کی۔ لیکن اُن سے جو اولاد ہوئی وہ ہندو ہی مانی گئی۔ دو ایک جدید ریاستوں کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ جن سے راجپوتوں کی آتمک حالت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ وسط ہند میں ایک ریاست ہے جس کا نام راج گڈھ ہے۔ اس ریاست کے راجہ مسلمان ہوگئے۔ اور اپنے کو نواب کہنے لگے۔ اُن کے ساتھ بیوی ہندو تھی اور بعد کی مسلمان۔ لیکن ریاست کا دھرم ہندو ہی رہا اور مسلمانوں سے جو کنور پیدا ہوا۔ اس کا نام ہندووانہ ڈھنگ کا رکھا گیا۔ اور بحیثیت ہندو کے وہ راج گدی کا مالک ہوا۔ اسی خاندان میں ابھی حال میں مہاراج کشور سنگھ جی جودھپور والوں کے پتر کا بواہ ہوا ہے۔

کیسری ۔ مئی ۱۹۲۳ء

ریاست بھرت پور میں شدھی کا کام

ملکانہ راجپوتوں کی بیتابی

ملکانہ راجپوت ہندو جاتی کی گود میں عرصہ سے آنیکے لئے بیتاب تھے اُنکے دلمیں ہندو مذہب کیلئے پریم اور پیار تھا۔ وہ یہ گوارا نہیں کرسکتے تھے کہ انہیں مسلمان پکارا جاوے۔ لیکن ہندو دھرم کے دروازے ان پر بند ہونے کیوجہ سے وہ اپنی اس زبردست خواہش کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر تھے۔ لیکن جونہی کہ بھارتیہ شدھی سبھا آگرہ نے ملکانہ راجپوتوں کو ہندو برادری میں ملانے کا اعلان کیا تو ملکانہ راجپوتوں کی دلی خواہش بر آئی اور اُنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں شدہ ہونا شروع کردیا۔ تازہ خبر یہ ہے کہ یکم مئی کو سجان کے ٹکہ کے ٹھاکروں کو شامل کرلیا گیا۔ یہ گاؤں ریاست بھرت پور میں واقع ہے۔ ریاست بھرت پور کے تقریباً تمام ملکانے راجپوت شدھ ہوچکے ہیں! اسلئے غصہ میں بھر کر مسلمان ریاست بھرت پور پر ناجائز حملے کر رہے ہیں۔

براہمنوں کا فیصلہ

۲۹- اپریل کو مقامات پالشی گاؤں۔ کلیان پور۔ ماولی۔ کرڑو اور دھدورہ ضلع متھرا کے براہمنوں نے اکٹھے ہوکر یہ طے کیا کہ ہم ملکانہ راجپوتوں کو خوشی کے ساتھ برادری میں شامل کرتے ہیں اور اُن سے کسی طرح کا اچھوت پن کا برتاؤ نہیں کریں گے۔ جس طرح ہم دوسرے راجپوتوں کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں۔ ایسا ہی اُن کے ساتھ بھی کرینگے۔

امید ہے کہ اس سے مسلمانوں کی پھیلائی ہوئی افواہوں کا سدباب ہوجاویگا

۲۹- اپریل کو سورج مل گاؤں کے چوہان راجپوتوں کو برادری میں شامل کیا گیا۔ ستر کے

قریب براہمن چھتری ویش شامل تھے مردوں و عورتوں کا سنسکار علیحدہ تھا۔ ہون کے ختم ہونے پر سوامی رامانند جی نے ہندو سنگٹھن پر زبردست تقریر کی لفٹننٹ راجہ حکم تیج پرتاب سنگھ جی ممبر لیجسلیٹو کونسل و آنریری مجسٹریٹ نے شدہ شدہ بھائیوں کے ہاتھ سے جل پیا اور حلوا کھایا۔

ہون سناتن دھرم کے پرسدھ پنڈتوں نے کرایا تھا۔ ہون بھوجن وغیرہ پر جو کچھ خرچ ہوا۔ وہ سب راجپوت بھائیوں نے اپنے پاس سے دیا۔ شدھی کا نظارہ قابل دید تھا۔

پرتاپ ۹-مئی ۱۹۲۳ء

ملکانوں وغیرہ کے ملانیکا کام اب برادریوں کو خود ہی کرنا چاہئے

خاص لیڈروں یا کارکنوں کا انتظار نہ کرنا چاہیئے

سوامی شردھانند جی کی تجویز

سوامی شردھانند جی نے اخبار ارجن دہلی میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ "یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ملکانے راجپوت مولے۔ جاٹ اور گوجر اور دیگر نومسلم براہمن وغیرہ اپنی پرانی ہندو برادریوں میں شامل ہونے کیلئے مدت سے تیار بیٹھے ہیں اور برادریاں بھی انہیں ملانے پر آمادہ نظر آتی ہیں اس لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ بھرت ملاپ کے کام کے لئے ہر ایک جگہ پر بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کے کارکنوں کا انتظار کیوں کیا جاتا ہے۔ کیوں نہیں برادریاں خود ہی اپنے ان بھائیوں کو اپنے ساتھ ملا لیتیں۔ اگر سبھا کے دودوانوں کی انتظار جاری رہی تو امید نہیں کہ سات سال میں بھی یہ کام تمام ہندوستان میں سر انجام پا سکے اگر اس عرصہ انتظار کے دوران میں ہی کوئی بھائی شریر تیاگ گئے اور ان کے

مرتک شریر کو دفن کر دیا گیا۔ تو اس کا پاپ کس کے سر ہوگا۔ اور اس عرصہ میں جو شادیاں ہونگی۔ انہیں اگر نکاح پڑھایا گیا۔ تو اس کا بوجھ کس کے کندھے پر ڈالا جائیگا۔

اس وقت شدھی کس طرح کیجاتی ہے

پرویش سنسکار بہت سادہ اور آسان ہونا چاہیئے اور ایسا ہی ہوتا بھی ہے۔ گھروں میں سے پرانے مٹی کے برتن نکال کر نئے برتن رکھے جاتے ہیں۔ تمام پریوار اشنان کر لیتے ہیں اور انہیں سے مرد آکر یگیہ شالا میں بیٹھ جاتے ہیں۔ جل پاتر میں گایتری منتر پڑھتے ہوئے تھوڑا گنگا جل ڈالا جاتا ہے اور پھر اسی جل سے سب کو تین آچمن کرائے جاتے ہیں۔ بلوہٹی میں میرے سامنے کئی سو کٹھے بیٹھے تھے۔ تب سناتن دھرم والمبی پنڈتوں کی انومتی سے ہی کھیا اشخاص کو آچمن کرا کر باقی اشخاص پر گنگا جل ملا پانی چھڑک دیا گیا۔ آچمن کے بعد اندریہ سپرش کر کے ہون شروع ہوتا ہے۔ عام طور پر ہون میں گھی کی آہوتی ایک کھیا اور چودکی چار، پانچ قائم مقام پیش ڈالتے ہیں۔ پورن آہوتی سب کے ہاتھ سے ڈلوائی جاتی ہے بعد ازاں بعد سب حاضرین نئے ملے بھائیوں کے ہاتھ سے بانٹا ہوا حلوا وغیرہ لیکر کھاتے اور برادری والے گلے ملتے ہیں کیا مندرجہ بالا ودھی مقامی برادریوں کے پروہت نہیں کرا سکتے"۔

پرتاپ ۱۰-مئی ۱۹۲۳ء

میں نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ شدھی کرنیوالے ملک و قوم کے دشمن ہیں

میری رائے میں ہر ایک کانگرسی کو شدھی کے متعلق کام کرنے کا اختیار ہے۔

صرف اسے کانگریس کے نام سے ایسا نہ کرنا چاہیئے

پنڈت جواہر لال نہرو کی سوامی شردھانند کے نام چٹھی

پوجیہ سوامی جی! یکم مئی کے ارجن میں جو آپ کا مضمون شائع ہوا ہے

میں نے کل شام کو دیکھا۔ مجھے اُس کو پڑھ کر رنج ہوا۔ رنج اس وجہ سے ہوا کہ آپ کو میرے کچھ لکھنے کی وجہ سے دکھ ہوا۔ مجھ سے بہت غلطیاں اور خطائیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ میں آپ کو جان بوجھ کر تکلیف پہنچاؤں۔ میں نے آریہ مترؔ نہیں دیکھا ہے۔ جو اُس میں سے نکال کر میری گورکھپور کی تقریر کا حصہ آپکے مضمون میں ہے وہی پڑھا۔ دو دن پہلے ایک صاحب نے مجھے لاہور کے "ملاپ" کا ایک مضمون بھیجا تھا جس میں میری تقریر کا ذکر تھا۔ اُسکو دیکھ کر اور پڑھ کر مجھ کو بڑی حیرت ہوئی تھی۔ چونکہ اُس میں میں نے بہت سارے لفظ نہیں پہچانے تھے اور فقرے تو زیادہ تر میرے نہیں تھے۔ اب "آریہ متر" کی رپورٹ جو میں نے پڑھی تو اُس کو تیسری قسم کا پایا اس سے میری سمجھ میں یہی آتا ہے۔ کہ قصور بہت کچھ میرا ہے۔ اگر میں اپنے خیالات کا پورا اظہار نہ کر سکا۔ یا لوگوں کے دلوں کو اپنے معنے نہیں سمجھا سکا۔ میں نے کسی حالت میں یہ سب جو آریہ متر میں لکھا ہے۔ اسلئے نہیں کہا تھا میں دیر تک بولا تھا۔ میری تقریر میں سے چند صحیح فقرے اور چند غلط فقرے لکھ لئے گئے ہیں۔ اُنکے معنی ہی دوسرے ہوتے ہیں۔ شدھی کی نسبت تو میں نے بہت کم کہا تھا میں نے شروع کیا تھا۔ آپس میں میل رکھنے کے سوال سے میں نے اس پر بہت زور دیا تھا اور کچھ ہندوستان کی تاریخ سے مثالیں دی تھیں۔ خاص ہندو مسلمانوں کیلئے میں نے نہیں کہا تھا۔ بلکہ ہر ایک ہندوستانی کیلئے میں نے دکھایا تھا کہ نوکر شاہی کو کیسے ہمارے میل سے نقصان پہنچتا ہے اور اسوجہ سے وہ کوشش کرتی ہے کہ ہم میں پھوٹ جاری رہے۔ یہانتک کہ ہمارے بھائیوں اور خاصکر دیہات کے رہنے والوں کو دھوکہ دینے کیلئے وہ جاسوس بھی بھیجتی ہے۔

خفیہ پولس والے سادھو

کبھی سادھو کے بھیس میں۔ کبھی مولوی کے بھیس میں میں نے اپنے علم سے کہا تھا کہ خفیہ پولیس والے کبھی کبھی سادھو بن جاتے ہیں اس لئے میں نے لوگوں کو آگاہ کیا تھا کہ

وہ کسی کے بہکانے میں نہ آجاویں۔ اگر وہ لڑائی یا پھوٹ سکھاوے تو سمجھ لے کہ وہ خود دھوکہ کھا گیا ہے۔ یا بری نیت سے لڑائی پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنے ملک کیساتھ دشمنی پیدا کرتا ہے اور اگر کوئی لڑائی کی بات کرے تو۔ اس کا کسی کو ساتھ نہیں دینا چاہئے۔ یہ سب باتیں میں نے ہندوستانیوں کو میل کے سوال پر کہی تھیں۔ اس سلسلہ میں میں نے نہ شدھی کا ذکر کیا اور نہ میرے دل میں خیال تھا۔

شدھی کے بارے میں میں نے کیا کہا

اور بعد میں میں نے اختصار کیساتھ شدھی پر بھی کہا۔ پہلے بھی میں نے کہا۔ کہ مجھ کو زیادہ کہنے کا حق نہیں ہے۔ چونکہ میں پورے طور سے نہیں جانتا ہوں۔ پھر میں نے یہ کہا کہ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک آدمی کو حق ہے کہ وہ دوسرے کو سمجھا بجھا کر اپنی طرف بلا لے۔ یا اُسکی شدھی کر لے۔ جو لوگ شدھی کر رہے ہیں اُن کو پورا اختیار اس بات کا ہے۔ صرف ایک بات دیکھ کر مجھے رنج ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپس میں رنجش بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس وجہ سے سوراجیہ کی تحریک کو دھوکہ لگ رہا ہے۔

کانگریس کے روپے سے شدھی نہیں ہو رہی

لوگ الہ آباد میں طرح طرح کی جھوٹی خبریں اُڑا رہے تھے کہ کانگریس کے روپے سے شدھی کا کام ہو رہا ہے۔ اور کانگریس کے ہی پردے میں یہ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ غلط ہے۔ اس میں تو ہر ایک ہندوستانی شریک ہو سکتا ہے۔ چاہے جو کچھ اس کا مذہب ہو اس لئے کانگریس کا روپیہ شدھی کے کام میں نہیں لگ سکتا اور کانگریس بحیثیت کانگریس اس میں شریک نہیں ہو سکتی۔

کانگریس کے عہدہ دار حصہ نہ لیں تو اچھا ہے

لیکن ہر ایک آدمی کو اختیار ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ کانگریس اُسکو روک نہیں

سکتی۔ کانگرس تو اتنا ہی کر سکتی ہے۔ کہ اسکے نام سے اور اُس کے سایہ میں کوئی ایسا
کام نہو اُس کے بعد میں نے اپنی ذاتی رائے یہ ضرور دی تھی۔ کہ میں پسند کرتا اگر کانگریس
کے عہدہ داران شدھی کے کام میں زیادہ حصہ نہ لیتے۔ میرا خیال تھا کہ اگر کانگرس
کے خاص خاص کام کرنے والے شدھی میں شریک ہونگے۔ تب ہر ایک کا یہی خیال
ہوگا۔ کہ کانگریس ہی شدھی کر رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو کانگرس یا تو ایک فرقے
یا ایک مذہب والوں کی ہو جائے اور یا یہ ٹوٹ جاوے۔ علاوہ اسکے اگر ہمارے خاص
کام کرنیوالے شدھی کے کام میں لگ جاویں گے تب وہ کانگرس کا کام کم کرینگے۔
دونوں کام پورے طور سے شاید نہ کر سکیں۔ اس لئے میری رائے تھی کہ خاص کام
کرنے والے شدھی کے کام میں نہ پڑیں تو اچھا ہے۔ اور اگر وہ شدھی کا کام کرنا چاہتے
ہیں تب شاید بہتر ہوگا کہ وہ اپنے منتری یا سبھا پتی وغیرہ کے عہدہ کو کانگریس میں چھوڑ دیں
اور دوسرے طریقے سے کانگریس میں رہیں اور اس کا کام کریں۔ یہ تو ہر ایک کا اختیار ہے
یہ رائے میری محض شدھی میں شریک ہونیوالوں کیلئے نہ تھی۔ بلکہ اُن کے لئے
بھی تھی جو اُن کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ دونوں ہی فریق کانگرس کے کام کے
لئے کسی قدر نا قابل ہو جاتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے گورکھپور میں کہی تھیں۔

شدھی میں کام کرنے والے دشمن قوم نہیں

میں نے یہ کسی حالت میں نہیں کہا کہ جو شدھی کرنے والے ہیں وہ دیش کے پکے
دشمن ہیں اور نہ یہ میں نے کہا کہ ان لوگوں کو دشمن سمجھو۔ یہ باتیں میں نے دوسرے سلسلہ میں
کہی تھیں اور ان کا شدھی کے سوال سے کوئی تعلق نہ تھا شاید کچھ سُننے والوں نے
دونوں باتیں ملا دی ہوں اور اس سے اُن کو دھوکہ ہوا ہو۔ یہ بہت ممکن ہے کہ میرے خیالات
غلط ہوں۔ میں تو اکثر غلطیاں کرتا ہوں۔ لیکن اپنی حیثیت جانتا ہوں۔ اور میں پیچھے
ہی رہنا چاہتا ہوں۔ اور یہ تو میرے لئے ناممکن ہے کہ میں آپ کی شان کے
خلاف کوئی بات کہوں۔ مجھ کو افسوس ہے کہ آپنے میری شائع شدہ تقریر کا

صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ اس بات کا یقین رکھئے کہ ایسی باتیں میں ہرگز نہیں کہہ سکتا تھا۔ اگر
میں نے کوئی نامناسب بات کہی ہو یا لکھی ہو تو اس کی میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔

آپ کا سیوک۔ جواہر لال۔

پرتاپ — ۱۷۔ مئی ۱۹۲۳ء

ہندو سنگھٹن کیوں؟

(از پوجیہ پاد شری سوامی شردھانند جی مہاراج)

چاروں طرف سے سوال اُٹھایا جا رہا ہے کہ ہندو سنگھٹن کیوں؟ اس سوال کا
جواب اپنے اپنے خیال کے مطابق سب دے رہے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس کے
اندر سے مخالفت کی بو آتی ہے۔ وہ کھلم کھلا کہہ رہے ہیں کہ اس کا مقصد مسلمانوں
کو کچل ڈالنا ہے۔ یہ کیوں شاید اس لئے کہ اسلام کا سنگھٹن سنسار سے دیگر اقوام کو
نیست و نابود کر کے سارے سنسار میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے کیلئے ہوا تھا۔ مہاتما گاندھی جی
کے جواب دو مہاشہ راجگوپال اچاریہ اور اُن کے ساتھیوں کو اس میں نیشنل کانگریس اور
سوراجیہ کا خاتمہ نظر آتا ہے۔ چونکہ اُن کا مت یہ ہے کہ "سوراجیہ کی ضرورت بھی خلافت کیلئے
ہے۔ خلافت فتح تب ہوگی جب مسلمان ہندوؤں سے خوش رہیں۔ ہندو سنگھٹن سے
مسلمان ناخوش ہیں۔ اس لئے ہندو سنگھٹن کا خیال بھی پاپ ہے۔ برٹش نوکر شاہی کا
دل اس جدوجہد سے بلیوں اُچھل رہا ہے۔ چونکہ وہ اسکے اندر بھارت واسیوں کی
باہمی سر پھٹول کے آثار دیکھ رہے ہیں۔

ہندو سماج کا زیادہ حصہ اس کا دل سے خیر مقدم کر رہا ہے۔ چونکہ اس کے اندر
انہیں اپنی جسمانی مجلسی اور روحانی کمزوری دور ہوتی نظر آتی ہے۔ دل ایک ہی ہے
لیکن اپنے اپنے آئینہ دل کے مطابق شکلیں مختلف دکھلائی دیتی ہیں۔

جب مہاراجہ جنک کی تیار کردہ رنگ بھومی میں مریلوا پرشوتم رامچندر دھنش توڑنے کیلئے کھڑے ہوئے تو راجاؤں کو جو وہاں پر موجود تھے ان کی صورت اپنے اپنے خیال کے مطابق دکھلائی دی۔ پاپی راجاؤں کو وہ خوفناک نظر آئے۔ لیکن دھرماتما راجاؤں نے انکو شانت سوشیل اور پریم مورتی پایا۔ کوئی چندر گوسائیں تلسی داس کہتے ہیں

جے ہی کی رہی بھاونی جیسی
پربھو مورتی دیکھی تیہہ تیسی

یہی حال ہندو سنگٹھن کا ہے میری رائے میں۔

ہندو سنگٹھن کا کیا مقصد ہے

یہ میں بتلائے دیتا ہوں۔ ہندو اُس جاتی کا نام ہے کہ جو آریہ جاتی کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ اس کا ایک آدرش تھا جس کی وجہ سے تمام سنسار میں شانتی کا راج رہتا تھا۔ وہ آدرش کیا تھا۔

بے لوث ہو کر دنیا میں ایک صد سال تک جینے کی خواہش کرنی چاہیئے۔ تب آدمی کام میں نہیں پھنستا۔ یورپ کی جنگ عظیم نے دنیا کی آنکھیں کھولدی ہیں اور امریکن برٹش یورپین مدبر اور دیگر اقوام عالم اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ ذاتی خود غرضیوں نے ہی دنیا میں ہلچل ڈالی ہے۔ اس خود غرضی کا راج کیسے ہوا۔ بھوگ سے سوارتھ پیدا ہوتا ہے اور سوارتھ سے روز بروز بھوگ میں ترقی ہو جاتی ہے تب دنیا کی نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے بھوگ کی جگہ نشکامتا لے اور سوارتھ کے بجائے منش سیوا سے کام لیا جائے۔ لیکن کیا عالموں کے اپدیشوں سے سنسار میں یہ تبدیل واقع ہو سکتا ہے نہیں محض دنیا کے سامنے ایک تمثیل ہونی چاہیئے جس کے اوپر دنیا چل سکے۔ وہ مثال کہاں تلاش کریں بلاشبہ وہیں سے ہی تلاش کرنی چاہیئے۔ جہاں بے غرض اور انسانی خدمت کا مادہ موجود ہو پراچین آریہ ورت میں ان دونوں خیالات کا راج پیہم تھا۔ اور اس لئے سارے سنسار کے آدمی چتر سنگھٹن کی تعلیم حاصل کرنے اس دیش کے عالموں کی

خدمت میں آیا کرتے تھے۔ لیکن آریہ جاتی میں بے غرض اور جذبہ خدمت انسانی کو مضبوط کردیا۔ مادہ بھی حد درجہ تھا۔ اس نے شاستروں میں

ورن آشرم ویوستھا

کے نام سے بیان کیا ہے۔ آج ورن آشرم دھرم کی چاہے کتنی ہی گری ہوئی اوستھا کیوں نہ ہو لیکن اسکے نشانات آریہ جاتی کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اسی بھاؤ کو دوبارہ زندہ کرنے سے سنسار کے سامنے قومی آدرش کی زندہ اور چمکتی ہوئی مثال پیش کیجا سکتی ہے آشرموں کی تقسیم کی ماہیت کیا ہے۔ انسانی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کرنے سے ہی انسانی سوسائٹی کی حالت ٹھیک رہتی ہے۔ اگر عمر کی مدت پوری ایک صد سال کی لگائی جائے تو اول ۲۵ سال تک پورا برہمچاری رہکر عقل اور علم انسانی ترقی کرکے ان کو مکمل کرے۔ دوسرے ۲۵ برس میں وواہ کرکے بھوگ کا نہیں بلکہ تپ کی زندگی بسر کرتے ہوئے گرہستی بنے۔

تیسرے ۲۵ سال گرہست کے انبھوؤں پر وچار کرکے متعلم بننے کی تیاری کرنا اور چوتھے حصے میں اس مکمل ترقی سے نسل انسانی کے فائدے کیلئے اپدیش کرنا گرہست کو چار حصوں میں تقسیم کرکے زمانہ سلف کے آریوں نے ورن ویوستھا کی بنیاد ڈالی تھی۔ وہ چاروں حصے قومیت کی حفاظت کیلئے تھے تیاگی برہمن قانون بنا دیں۔ کھشتری اس قانون کا نفاذ کرکے قوم کی حفاظت کریں ویش دیش کو دولت سے بھرا رکھیں۔ شودر اپنی سیوا سے باقی تینوں ورنوں کی امداد کریں۔

میں آریہ (ہندو) جاتی کے اندر سناتن دھرمی۔ آریہ سماجی۔ سکھ۔ برہم سماجی جین بدھ ان سب کا شمار کرتا ہوں۔ ظاہرا فرق چاہے کچھ ہو۔ لیکن پھر بھی ورن آشرم دھرم پر سب اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ سب کو ایک نظام میں لایا جائے اور غیر ضروری اختلافات کو بھلا کر یہ سب قدرتی قومیت کی ایک مثال دنیا کے سامنے پیش کر سکیں اس سنگٹھن کا آغاز۔

ہندو مہا سبھا کے نیم

کے مطابق کر دینا چاہیئے۔ ہر ایک نگر میں ایک ہندو سبھا قائم کی جائے جسمیں تمام جماعتوں (جن میں دلت بھی شامل ہیں) کے نمائندے انکی جماعتوں کی تعداد کے مطابق شریک ہو ویں۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ سبھائیں قائم کی جائیں۔ ضلع کی کل سبھائیں ملکر بھارتی ہندو مہا سبھا قائم کریں۔

(۲) بچھڑے ہوئے بھائیوں کو ملانا اس کا پہلا کام ہو۔ گئو رکھشا دوسرا۔ برہمچریہ کا قایم کرنا تیسرا۔ آریہ سماج کا پرچار اس کا ضروری کام ہونا چاہیئے۔

(۳) ان کاموں کیلئے جہاں اُپ سبھائیں بنائی جائیں وہاں اُن کیلئے روپیہ بھی جمع کیا جائے۔

(۴) جب پورا سنگٹھن ہو جائے تب سیاسی کاموں میں مسلمان اور عیسائی بھائیوں کے ساتھ ملکر اور تعصب کو چھوڑ کر قانون بنانیوالی سبھاؤں میں براہمن بھیجے جائیں ملکی حفاظت کیواسطے کشتری مقرر کئے جائیں۔ ویشوں کو خود غرضی چھوڑ کر ویش کے فائدے کیلئے دولت بڑھانے کے ذرائع سوچنے چاہئیں۔ شودروں کی ویسی حالت ہونی چاہیئے کہ وہ دھرم انوسار سیوا کرتے ہوئے راشٹریہ کو پاک بنانیکی کوشش کریں۔

ہندو ماتر کو برہمچریہ۔ اہنسا اور تپ کی طاقت پر بھروسہ ہے۔ اس کی ترقی سے بیغرضی کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جسکی عملی صورت آریہ سنتان ہی محنت سے دکھا سکتی ہے۔ اس کا اثر ہندوستان کے مسلمان اور عیسائی پر جا پڑیگا۔ ایک آدرش راشٹریہ بنیگا۔ اس کو دیکھ کر یورپ کو بھی شانتی نصیب ہوگی۔ یہ میرا خیال ہندو سنگھٹن کے متعلق ہے مفصل لکھنے سے اس وقت کچھ فائدہ نہوگا۔ جیوں جیوں تھوڑا تھوڑا کام ہوتا جائیگا تیوں تیوں اعتقاد بڑھتا جائیگا۔ اور مجھے اُمید ہے کہ مسلمان بھی اس کام کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے۔

خیالات اتنے مختصر ہیں کہ انہیں کوئی اپنشکار ہی پورے طور سے سمجھے گا

میں کسی زبان سے بھی پورے طور سے واقف نہیں ہوں۔ اس لئے شاید میں اپنے خیالات کو اچھی طرح بیان نہ کر سکا ہوں۔ اگر ان پر عمل کیا جائیگا تو زیادہ مفید ثابت ہونگے۔

پرتاپ ۱۷۔ مئی ۱۹۲۳ء

ہندو قوم کا شیرازہ کیلئے اکٹھا ہو

مالوی جی میدان میں آئیں

(شری پنڈت نیکی رام جی شرما کے قلم سے)

ہندو سنگٹھن

پتہ نہیں ہندو جاتی کو کیا ہو گیا۔ دھرم۔ کرم۔ مان مریدا۔ اور ساتھ ہی اُس کی ہستی بھی اب برائے نام رہ گئی ہے۔ جگہ جگہ تاڑنا۔ جگہ جگہ بے عزتی۔ اور جگہ جگہ منہ کی کھا کر بھی۔ یہ جاتی کی گود میں نہیں نیستی کی چتا میں سوئی پڑی ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں۔ کہ جان باقی ہے۔ ابھی یہ جاتی مری نہیں۔ لیکن اس کا اِس حالت میں پڑے رہنا اسکی زندگی کی نہیں بلکہ موت کی نشانی ہے۔ ہندو جاتی سب سے پُرانی جاتی اور سب کو مہذب بنانے والی جاتی ابھی زندہ ہے۔ اپنے آدرش جیون کی طرح جیتی ہے۔ یہ کون کہتا ہے؟ جسے ہندو جاتی کے پُرانے کمالات کا کچھ بھی علم ہے جسے آریہ قوم کے جنم کی پوری تاریخ معلوم ہے۔ اور جسے اس جاتی کے وسیع دھرم اور اونچے خیالات و فلاسفی کا پتہ ہے وہ کیسے کہیگا کہ سچ مچ ہندو قوم زندہ ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ اسکی موجودہ حالت موت سے بھی خراب ہو گئی ہے۔

موجودہ گراوٹ

گیا جی میں ہندو مہا سبھا کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے پنڈت مالویہ جی

روپڑے اور ہندوؤں کو کچھ اپدیش نہ دیا۔ مگر اُنکی آتما رو رو کر ہندوؤں کو اپنی گراوٹ کی طرف سے اشارہ کر رہی تھی۔ وہاں ہزاروں ہندو بیٹھے ہوئے تھے۔ پنڈت مالوی جی کے رونے پر ہر ایک کی آنکھوں سے دو دو آنسو نکل پڑے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہزاروں ہندو اپنی موجودہ حالت پر پشچاتاپ کر رہے تھے۔ پنڈال سے باہر نکلتے ہی پر بھاؤ وہی سستی وہی لاپرواہی اور وہی بے ڈھنگاپن ہندوؤں پر چھا گیا۔ انہی دنوں میں کاشی جی ہندو سبھا کا اجلاس ہونا تھا مگر پلیگ کی وجہ سے نہ ہو سکا۔ لیکن دیگر قوموں کی سبھائیں وقت پر کسی نہ کسی صورت میں منعقد ہو ہی جایا کرتی ہیں۔ انہیں کوئی چیز مغلوب نہیں کر سکتی۔ لیکن کمزور ہندو قوم کا کام پلیگ نے روک دیا میں نے درخواست کی تھی کہ کیوں نہیں اجلاس آگرہ میں منعقد کر لیا جاتا۔ کاشی میں پلیگ ہے اور نہ معلوم کب ختم ہو۔ کام میں سستی کرنا اچھا نہیں ہے۔ آگرہ بھی ایک مرکزی مقام ہے۔ مگر افسوس ہے کہ سبھا کے ادھیکاریوں نے میری درخواست پر کوئی دھیان نہ دیا۔ "ابھیوریہ" کے قابل ایڈیٹر نے میری درخواست کا مطلب کچھ اور ہی سمجھا اور کاشی کو ہی پسند کیا۔ اچھی بات ہے اس پسند کی ہیں وقت تو بہت سا نکل گیا ہے۔ مگر اب بھی اگر پوجیہ مالوی جی کی خواہش کے مطابق آگرہ میں ہی ہندو سبھا ہو جائے تو بھی ٹھیک ہو جائے گا وہ وقت بہت دور نہیں ہے۔

وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ اگر ابھی سے مہا سبھا کی تیاری میں زبردست جدوجہد نہ کی گئی تو وہ حاصل نہیں ہو گا۔ جو ہم چاہتے ہیں سبھا ہو جائے گی لیکن منتشر ہندو قوم کا شیرازہ اکٹھا نہ ہو سکے گا۔ اور بغیر عمدہ سنگٹھن کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے بڑے زور کے ساتھ ابھی سے سنگٹھن میں لگ جانا پڑیگا۔

(۱) کاشی میں ایک زبردست استقبالیہ کمیٹی بن جانا چاہیے اُس میں وہی لوگ شامل ہوں جو اس کام میں بہت محنت کر سکیں۔

(۲) مالوی جی کی طرف سے ہندوؤں کے نام اپیلیں ہونی چاہئیں جو سبھی پرانتوں کے مختلف زبانوں کے اخباروں میں فوراً ہی شائع ہونی چاہئیں۔

(۳) اپیل شائع ہونیکے بعد سبھا کا پروگرام چھپایا جاوے۔ اور وہاں پر کیا ہو گا۔

اس کا نمونہ مختصراً شائع کیا جاوے۔

(۴) کام چلانے کے لئے ایک اور اپیل ہندو کام کرنے والوں کے نام شائع ہونی چاہئے جس میں بھارت کے تمام ضلعوں تحصیلوں تعلقوں۔ اور بڑے بڑے گاؤں کے اُن ہندوؤں سے جو حقیقت میں کچھ کوشش کر سکیں یہ کہا جائے کہ وہ اپنا اپنا پتہ دفتر استقبالیہ کمیٹی میں بھیجدیں۔ تاکہ ضروری سرکلر پروگرام اور منتر نامہ اُنکے پاس بھیجا جا سکے جس سے فوراً ہی تمام باتوں کا ہندوؤں کو پتہ لگ جائے۔

(۵) اسی طرح ایک فہرست تمام ہندوستان کی سناتن دھرم سبھا۔ آریہ سماج ہندو سبھا ہندو سیوا سمتیاں۔ گئوشالہ اور پاٹھ شالاؤں کی تیار ہونی چاہیئے۔ چونکہ ان سبھاؤں کے ذریعہ مہاسبھا کی باتیں اچھی طرح تمام جگہ جا سکتی ہیں۔

(۶) تمام ہندو اخبارات کے ایڈیٹر یہ عہد کر لیں کہ وہ مہاسبھا کی کامیابی کیلئے اپنے کالموں میں ہندو سنگٹھن پر ضرور کوئی نہ کوئی گمبھیر مضمون لکھیں گے۔

(۷) گیا جی کے ادھیویشن میں سادھو مہا منڈل کے ادھیکاریوں نے پرتگیہ کی تھی کہ وہ ہندو سنگٹھن کیلئے دیش کا دورہ کریں گے۔ منڈل کو اسکی اس پرتگیا کی طرف توجہ دلانی چاہیئے۔

(۸) ہندو سمپرداؤں کے اچاریہ اور مت بھید سے دور رہنے والے ودوانوں سے پرارتھنا کی جائے کہ وہ ہندو دھرم میں ضروری لیکن دھارمک سدھار کی باتیں سوچیں اس ادھیویشن پر ہندو دھرم پریشد کی قائمی ہونی چاہیئے۔ وہی پریشد فتویٰ دیا کرے تمام ہندو معاملات میں اس کا حکم مانا جائے۔

(۹) ادھیویشن تک جس قدر ہندو سبھائیں بنائی جا سکیں۔ بنائی جاویں۔ پرانتک سبھائیں بھی ضرور قائم کی جائیں۔ صوبہ کے ہندو اپنے اپنے صوبہ میں کوشش کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں تب تک سبھائیں بنجائیں گی۔

(۱۰) ہندو راجاؤں اور مالداروں کو چاہیئے کہ اس میں جتنے دھن کی ضرورت ہے وہ دیویں۔

انجیر میں ہر ایک ہندو سے یہ پرارتھنا ہے کہ مہاسبھا کی کامیابی کیلئے جتنی کوشش وہ کر سکے کرے۔ تبھی ہم دوسرے دھرم والوں کے برابر ہو سکتے ہیں

پرتاب ۱۹-مئی ۱۹۲۳ء

جو لوگ دھرم سے ومکھ ہو گئے ہوں اُن کو شدھ کر لینا چاہیئے

جین آچاریہ شری وجیندر سوری جی کی ویوستھا

اتماس ستوھو ودھی جیناچاریہ شری وجیندر سوری جی نے شدھی کیمتعلق حسب ذیل ویوستھا دی ہے "شریمان لالہ ہنسراج جی! ملکانوں کی شدھی کی آپ اور اپنے مہا توبھاؤ جو کوشش کر رہے ہیں۔ اسکے لئے انیک دھنیاد ہے۔ ہمارا مت یہ ہے کہ کسی بھی کارن سے جو لوگ دھرم سے ومکھ ہو گئے ہوں۔ اُن کو پھر دھرم میں پرویش کر لینا ہی مناسب ہے۔ جین اتہاس میں اسکے انیک پرمان ملتے ہیں۔ وجیندر سوری پردھان شیشیہ پرسدھ سوگت شاستر وشارد و جیناچاریہ شری وجے دھرم سوری بیلن گنج آگرہ جیٹھ کرشن ۱۳- دیر سموت ۲۴۴۹ و دھرم سموت ۱" (منتری بھارتی ہندو شدھی سبھا)

پرتاب ۲۵-مئی ۱۹۲۳ء

میں عنقریب ہندو سنگٹھن کیمتعلق ملک کا دورہ کرونگا

ہندو سنگٹھن وقت کی اصلی ضرورت ہے

(شری سوامی شردھانند جی کے قلم سے)

آل انڈیا ہندو مہاسبھا کا اجلاس اگست آئندہ تیسرے ہفتہ میں ہونیوالا ہے جو ہندو جاتی کی آئندہ قسمت کا آخری فیصلہ کرے گی۔ اور اگر اس کانفرنس میں ہندو

جاتی کے سچے بہی خواہ اور قدرتی راہ نما بحیثیت نمایندہ جمع ہونگے۔ جن پر ملک کی عامہ رائے کا اعتبار ہے۔ تو یقیناً اسے کامیابی ہوگی۔ اور ملک میں زندگی کی ایک نئی لہر پیدا ہو جائے گی اور قدیم آریہ جاتی کے بچے جاگ اٹھیں گے لیکن اگر موجودہ ہٹ دھرمی قائم رہی اور خود غرض نام کے محبان وطن نے ہی اس قومی مجلس کی کونسل پر قبضہ کر لیا تو پھر قوم کی قسمت پر کم از کم نصف صدی کیلئے قفل لگ جائیگا۔ امید تو یہ تھی کہ ہندوؤں کے مقتدر لیڈران نے گیا کانگرس میں جن خوش کن امیدوں کا اظہار کیا تھا (میری مراد شری پنڈت مدن موہن مالوی جی سے ہے) وہ آج پوری ہو جائیں جبکہ ہندو سنگٹھن کی نازک ذمہ داری کا سارا بوجھ اُن کے کندھوں پر تھا محض اسی امید پر ہندو جاتی کے چند بہی خواہوں نے اپنے ہر دلعزیز ہیروؤں کو چند کھلی چٹھیاں اخبارات میں لکھی تھیں۔ لیکن بڑے آدمی اپنے خیالات کے چکر میں کچھ ایسے محو رہتے ہیں کہ انہیں معصوم بچوں کی چیخ پکار سنائی بھی مشکل سے دیتی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ گنگا جمنا کے پریمی لیڈران اپنی جائے پناہ سے باہر نکلیں شک و شبہ کے بادلوں کو چیرتے ہوئے ہندو سنگٹھن کی طرف متوجہ ہوں۔ برن آشرم دھرم کے متعلق جس قدر سیاہ بادل اپنی اگیانتا کے باعث دلوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ ان سب کو اک دم دل پر سے ہٹا دیں اور پھر میں بڑی خوشی سے اس میں شریک ہونگا۔ اور اس دھرم یاترا میں اُن کے ساتھ دوش بدوش کام کرنے کو تیار ہو جاؤں گا۔ میری تو یہی دعا ہے کہ مالوی جی سوا انصاف کی باتوں کو چھوڑ کر ایک دھرم کی طرف رجوع ہوں۔

کچھ بھی ہو میں تو خالی نہیں رہ سکتا۔ اس عرصہ میں برابر اپنا کرتویہ پورا کئے جاؤنگا میرا ارادہ ہے کہ جون کے پہلے ہی ہفتہ میں ہندو سنگٹھن کی خاطر اپنا دورہ شروع کردوں۔ تین ہفتہ تک پنجاب میں دورہ کروں گا۔ اسکے بعد یو۔پی کی طرف رجوع ہونگا اور اس صوبہ میں بھی تین ہفتہ قیام کروں گا۔ یہاں سے میں بہار کی طرف جاؤں گا اور یہاں صرف ایک ہفتہ تک رہونگا۔ جولائی کے آخری ہفتہ میں کلکتہ پہنچنے کا ارادہ ہے۔ جہاں دس روز تک قیام کروں گا۔ اسکے بعد بمبئی جاؤنگا اور بمبئی سے سیدھا

بنارس آجاؤں گا۔ اور کوشش کرونگا کہ کانفرنس کے شروع ہونے سے چند روز قبل وہاں پہنچ جاؤں گا۔ میں خوش ہونگا اگر ایک یا دو پکے کام کرنے والے اور بولنے والے اس دورہ میں میرے شریک ہوں۔ اگر کوئی اچھا ساتھی نہ ملا تو میں اکیلا ہی روانہ ہو جاؤنگا اور اپنی طاقت پر ہی بھروسہ کروں گا۔ میرے کام میں ایک آسانی پیدا ہو جائیگی اگر ہندو سنگٹھن سے دلچسپی رکھنے والے بھائی ان صوبجات کے مشہور صدر مقاموں کی اصلی حالت سے مجھے آگاہ کردیں گے۔ اور یہ بھی بتلا دیں گے کہ وہ مجھے کیا کچھ امداد دے سکتے ہیں۔ اور اس اطلاع کے مل جانے سے مجھے اپنا پروگرام تکمیل کرنے میں بھی پوری مدد ملے گی۔

پرتاب ۔ ۳۱ مئی ۱۹۲۳ء

مالابار میں زبردستی مسلمان شدہ ہندوؤں کی شدھی کا اعلان

براہمن اور دیگر لوگ بالکل تیار ہیں

ڈاکٹر مونجے کی تحقیقات کا نتیجہ

ناگپور کے ڈاکٹر بی۔ کے ایس مونجے مالابار میں زبردستی مسلمان شدہ ہندوؤں کے متعلق یہ تحقیقات کرنے کے لئے کہ آیا انہیں دوبارہ ہندو دھرم میں واپس لیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ مالابار میں تشریف لے گئے تھے آپ اس علاقہ کا دورہ کرکے واپس آگئے ہیں۔ مدراس میں "سوراجیہ" کے قائم مقام سے ملاقات کے دوران میں انہوں نے فرمایا۔

میں نے مالابار کا دورہ کرکے محض مذہبی اور سوشل مشن پورا کیا ہے۔ پولیٹیکل امور کے متعلق میں نے کچھ نہیں کیا۔ زبردستی مسلمان بنانے کے متعلق انہوں نے کہا کہ مالابار کے تمام راسخ الاعتقادات ہندوؤں میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے اب ہندوؤں کو شدھ کرکے اپنی اپنی برادری میں واپس لینا کوئی

مشکل نہیں رہا۔ اس کے علاوہ مالابار کے ہندوؤں میں ان بدقسمت ہندوؤں کے لئے ہمدردی پیدا ہو گئی ہے۔ آریہ سماج اور مالابار مذہبی امدادی تحریک نے احساس پیدا کر دیا ہے کہ زبردستی مسلمان شدہ ہندوؤں کو ہندو دھرم میں واپس لے لیا جائے۔ وہاں نمبودری براہمنوں نے بھی شدھی کے حق میں رائے دی ہے۔ اور اس کی مخالفت کرنے کا کوئی خیال پیدا نہیں ہوا۔ وہ صرف معمولی "پشچاتاپ" کرانے کو کافی سمجھتے ہیں۔

اچھوت پن کو دور کرنے پر زور

ڈاکٹر مونجے صاحب نے فرمایا کہ سب سے ضروری اور لابدی امر یہ ہے کہ مالابار سے اچھوت پن کو بالکل دور کر دیا جاوے اور مالابار کے ہندوؤں کو جو باقی ہندوستان سے ایک طرح کی علیحدہ زندگی گذارتے ہیں آپس میں شامل کر لیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے میری تجویز یہ ہے کہ آل انڈیا ہندو سبھا کا ایک اجلاس مالابار میں منعقد کیا جاوے۔ ہندو مسلم اتحاد کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ مہاتما جی نے ہندو مسلم اتحاد کو محبت اور عدم تشدد کی بنا پر قائم کیا تھا۔ اسے ازسرنو مضبوط کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب ۲۴۔ مئی کی رات کو ناگپور سوار ہو گئے۔

روزانہ ملاپ ۔ ۲۶۔ نومبر ۱۹۲۳ء

ملکانہ راجپوتوں کا بھرت ملاپ اور اسکے مخالفین

آریہ سماجیو! اپنے دلت بھائیوں کا ادھار کرو

شری سوامی شردھانند جی کا لیکچر

۲۵۔ نومبر کو گورونت بھون لنا میں رات کے ۱/۲ ۸ شری سوامی شردھانند جی نے

آسن پر بیٹھ کر ذیل کا اپدیش کیا۔

ملکانہ شدھی کی مخالفت

مجھے یہاں آکر معلوم ہوا کہ اس ویدی سے شدھی کا بڑا بھاری درود ہو ہوا۔ میں نے اُسے خود نہیں سُنا۔ پرتاب میں پروفیسر رامدیو جی کی تقریر کے جو نوٹ نکلے ہیں ان میں بتلایا گیا ہے کہ ورتمان شدھی ویدوروده ہے۔ کیونکہ ملکانوں میں جاکر ہندو آریہ سماجی جے رام، جے رام جی کی کہتے ہیں۔ اور رشی کے سدھانت سے غداری کرتے ہیں۔ میں تو اس شدھی کا نام بھرت ملاپ رکھتا ہوں۔ میں اس کام میں اس لئے شامل ہوا کہ جب مجھے بتلایا گیا کہ ملکانہ راجپوت شدھی کو تیار ہیں۔ اس کے بعد اطلاع ملی کہ مولوی صاحبان اُن کو گئو بھکشک بنانے میں زور لگا رہے ہیں۔ آگرہ سے مجھے دیا کھیان دینے کی دعوت آئی وہاں ۱۳۔ فروری کو پنچایت کی گئی۔ مجھے شامل ہونے پر سبھا کا پردھان بنایا گیا۔ جب میں نے ملکانہ راجپوتوں کی شکل دیکھی تو وہ مجھے ہندو معلوم ہوئے۔ میں نے سوچا کہ شدھی ملکانوں کی نہیں بلکہ ہندوؤں کی ہے۔ کام شروع ہو گیا۔ تھوڑے سمے کے بعد اعتراض ہونے شروع ہو گئے۔ شدھی کا رکنا کارکنوں کو وہاں جانے سے روکا گیا۔ لیکن آشچریہ کی بات یہ ہے کہ جو آدمی اس شدھی کا نرسکار کرتے ہیں وہ خود اپنی سنستھا کی طرف سے روپیہ مانگنے جاتے ہیں اور اس کا سر نمن کرتے ہیں۔ بہتر تو یہ تھا کہ اگر ان کو شدھی سے اعتراض تھا تو وہ لیا ہوا روپیہ واپس کر دیتے۔ افسوس تو یہ ہے جو اعتراض مسلمان حضرات کرتے تھے وہی ہمارے بھائی کرتے تھے مسلمان تو کہتے تھے کہ ان موحدوں کو کیوں مشرک و کافر بناتے ہو۔ میں جواب دیتا تھا کہ وہ پہلے بھی آپکے خیال کے مطابق مشرک تھے اب ادھر سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیوں اُن کو ان کی برادریوں میں ملاتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ تیرہ چودہ سال ہوئے آریہ سماج نے اُس علاقہ میں ۱۱۳ اصحاب کو شدھ کیا اُن شدھ ہونے والوں سے کسی آریہ نے بواہ کا سمبندھ جاری کیا اور نہ ہی ہندوؤں نے اُنکو اپنی میں ملت

گیا۔ ایک غریب ملکانہ بھائی کی کنیا کو ۲۰ برس تک کنواری رہنا پڑا اور آخر وہ کنوئیں میں ڈوب کر مر گئی۔ اس شوچنیہ اوستھا کو ہٹانے کیلئے اُن کا اُن کی برادریوں میں ملانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح اُن کا روٹی بیٹی کا تعلق کھل گیا ہے۔

اعتماد پور کے گوجروں کے اندر تیرہ بواہ ہو چکے ہیں۔ بھائیو! اگر آپ کے بڑے تقارہا سنتے اپنی کنیاؤں کے بواہ کے لئے اپنی برادریوں سے باہر نہیں جاتے تو آپ اُن غریب ان پڑھ ملکانوں کو کیوں کوستے ہیں۔ کیا آپ ان کو رشی اور دیوتا سمجھتے ہیں۔ ہم نے تو صرف اُن کو گئو بھکشک بننے سے بچانے کیلئے ان کو برادریوں میں شامل کرنا تھا۔ آج کل ہمیں چیلنج دیئے جاتے ہیں۔ اگر آریہ سماج میں اُدارتا ہوتی تو آپ سب کو جذب کر سکتے۔ ہزاروں کٹر مسلمان آپ میں شامل ہونے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ جب آپ دروازہ نہیں کھولتے تو ہم اُن کو کیسے لاویں۔ ذرا شدھ ہوئے علاقہ میں جاکر تو دیکھو وہاں نمستے گونجتی ہے۔ اگر چند آریہ سماجی محل گئے ہیں تو وہ آپ میں سے ہی گئے تھے۔ کیا آپ میں سے کئی مہاشے یہاں گنڈ مارنگ یا تسلیم نہیں کہتے ہیں۔ اُن کے ٹیکے پر اعتراض ہوتا ہے۔ لیکن یو۔ پی میں تو آریہ سماجوں کے جلسوں پر بھی ہر ایک آریہ سماجی کے ماتھے پر رنگ لگایا جاتا ہے۔ برادری میں قمولیت کے معنی ہی یہی ہیں۔ بال کی کھال نکال کر اعتراض کرنا بڑا افسوسناک ہے۔ کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے بعض بھائیوں سے شدھی نے ہی مکاری کرائی ہے۔ گورو کل میں ایک عیسائی پروفیسر شدھی کی خواہش سے آیا۔ لیکن اُسکے ساتھ اُس کا قبیلہ بھی تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا اس بھائی کو اس گورو کل میں رکھونگا جہاں پروفیسر صاحبان سر پھول کرتے ہیں بشپ نے لالچ دے کر اُسے عیسائی رکھا افسوس! آریہ سماج نے بہت سے موقعے گنوا دیئے۔ اگر آپ چاہتے تو عدم تعاون کی لہر کے دوران میں پچاس گورو کل کھول دیتے۔

اسلام اور ہندو مذہب

مسلمان آپ کو موحد کہتے ہیں۔ اُن کا لا الٰہ الا اللہ ہمارے ایک واکیہ کا ترجمہ ہے۔ لیکن ہمارے ہاں کہیں بھی رسالت کا ودھان نہیں ہے۔ گرا ہوا ہندو بھی برہم کا کوئی شریک نہیں بتلاتا۔ ہندو دیوتاؤں کی مورتیاں بنائیں گے۔ لیکن وہ کبھی برہم کا کوئی مندر بنانا پسند نہیں کریں گے۔ ہزاروں مسلمان قبروں تعزیہ وغیرہ کو پوجتے ہیں۔ اگرچہ سنی حضرات تعزیوں کو نہیں پوجتے۔ لیکن ان تعزیوں پر ملتان اور سہارنپور میں فساد وغیرہ کے لئے تیار ہو گئے۔ Semitic مذاہب میں پرماتما کا وہ idea ہی نہیں ہے جو ہمارے دھرم میں ہے۔ ہمارا پرماتما خیبر سے کشتی لڑتا ہے۔ اور نہ وہ آسمان پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں آریہ جاتی میں پارسیوں، جینیوں اور بودھوں وغیرہ کو بھی شامل کرتا ہوں اور Semitic جاتیوں میں یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کو شامل کرتا ہوں۔

شوک ہے کہ ویدمیں ودیا بڑی اتم ہے ایشوریہ گیان سے بھرپور ہے۔ لیکن کتھن ماتر سے بھی وید پرچار نہیں ہوتا۔ جبتک آپ کے جیون ویدک نہوں آپ خود عامل بالعمل نہ ہونے کا نمونہ نہیں تب تک کچھ نہیں ہوسکتا۔ یجر وید میں نشیہ کو کرپانک بننے کا اُپدیش ہے۔ ایک مسلمان تو باوجود سب گناہوں کے صرف ایک دفعہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک اگر کوئی مسلمان مرتد ہوجائے تو وہ واجب قتل ہے اور جو آدمی مرتد بناتا ہے وہ اس سے بدتر ....

دلت جاتیوں کا ادھار

آپ کے ہاں ۶½ کروڑ بھائی دلت جاتیوں کے پڑے ہیں۔ اُن کو اپنا بنائیے آپ کا کام اچھوتوں کو مسلمان بننے سے روکنا اور کٹر مسلمانوں کو آریہ بنانا ہے آریہ سماج کو اپنی شکتی ۶½ کروڑ اچھوتوں کو ملانے میں صرف کرنی چاہئے۔ سماج میں انکو

جذب کرنے کی طاقت ہے۔ بھگوان دیانند نے آپ کے سنگٹھن پر جیون ڈال دیا ہے ....

تیج ۲۹۔ نومبر ۱۹۲۳ء

میں پرتگیا کرتا ہوں کہ ۷ کروڑ اچھوتوں میں سے ایک بھی ہم سے علیحدہ نہیں ہونے دیا جائیگا

ہم شودر تو کیا اچھوت بھائیوں میں کسی کو بھی اپنے حلقہ سے باہر نہیں جانے دینگے

آریہ سماج اور سناتن دھرم میری دو آنکھیں ہیں

سرگودھا سناتن دھرم کانفرنس میں پنڈت دیندیال کی سنسنی خیز صدارتی تقریر

جو سوبھاگیہ مجھے پردھان بننے کا دیا گیا ہے۔ اُس کے لئے میں آپ کا دھنیاد کرتا ہوں۔ آج سے ۴۰ سال پہلے جو حالت سناتن دھرم کی تھی وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔ میں اُس وقت نوجوان تھا۔ ابھی تک پنجاب میں عیسائی مت نے اس قدر زور نہیں پکڑا تھا۔ ایسے وقت میں بنگال وغیرہ میں تو برہمو سماج (آزاد خیال آدمیوں کی سوسائٹی) اور پنجاب میں آریہ سماج خوب پھیلا۔ سناتن دھرم کا نام لینا لوگ گوارا نہ کرتے تھے آج بڑی بڑی کانفرنسیں ہورہی ہیں۔ اُس وقت کی حالت یہ تھی کہ کوئی سناتن دھرم کے معنوں پر لیکچر کروانے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ آج ۴۰ سال کے بعد کی یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے کالج ہائی سکول پاٹھ شالائیں۔ رشی کل۔ گئو شالائیں اور دیگر سنستھائیں قائم ہیں۔ میں اس وقت مان لیتا ہوں کہ اس ۴۰ برس میں اس سناتن دھرم

نے بہت کام کیا ہے۔ اور ہمیں ماننا پڑے گا کہ سنگٹھن کی طرف ہم نے کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔

اس وقت ہندوستان میں تین پلیٹ فارم سب سے بڑے ہیں۔ ایک کانگرس دوسرا مسلم اور تیسرا سکھ۔ اگر ہم سوا جیہ لے لیں تو ہمارا بڑا کلیان ہے۔ اگر تمام ہندو ایک سنگٹھن میں بندھ جائیں تو بڑی خوش قسمتی ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ سناتن دھرم میں کوئی آرگنیزیشن نہیں ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کو دھرم میں کیا جگہ دی جا سکتی ہے ایک بات مجھے ضرور کہنی چاہیئے کہ ایک وقت آیا تھا کہ آریہ سماج سے بحث مباحثہ ہوا کرتے تھے۔ مگر اب حالات بہت بدل گئے ہیں۔ اب صرف ہندو قوم کے سنگٹھن کی ضرورت ہے۔ آریہ سماج اور سناتن دھرم یہ میری دو آنکھیں ہیں۔ کیونکہ ویدک دہرم ہم سب کا ہے سنگٹھن کے لئے جو جوش بڑے زور سے اُٹھا ہے۔ وہ مبارک ہے۔

آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ سناتن دھرم کے پلیٹ فارم سے شدھی کے حق میں آواز اُٹھی اور عملی کام بھی کیا گیا ہے۔ آپ نے چاروں ورنوں کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اگر اسکو درہم برہم کر دیا جاوے۔ تو بھی سنگٹھن ہو سکتا ہے۔ بنارس کے پنڈتوں کے ساتھ فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ آریہ سماجی بدھ۔ جینی سب سناتن دھرم کے قریب قریب ہونے کے باعث سناتن دھرمی ہیں۔ انسانی جسم کا ایشور نے کیا سنگٹھن بنایا ہے۔ اسی طرح سے آرگنیزیشن کا یہ اُصول ہے کہ جیسے پاؤں میں کانٹا لگتے ہی سر میں تکلیف ہوتی ہے۔ زبان سے ہائے کا شبد نکلتا ہے۔ اور آنکھ سے آنسو نکل آتے ہیں۔ یہ قدرتی سنگٹھن ہے کہ پاؤں میں کانٹا لگتے ہی سارے جسم میں ایک تار سی چل جاتی ہے۔ اور سب طاقتیں کانٹا نکالنے میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح کا سنگٹھن سناتن دھرم کا ہونا چاہیئے۔ یہ کہنا کہ شودر چرن سے پیدا ہوئے ہیں سناتن دھرم کے اُصول کے بالکل خلاف ہے۔ اتیتی سے اونچ نیچ نہیں ہے۔ بلکہ اگر چار وید پڑھا ہوا برہمن کسی پرائی استری کی طرف دیکھے تو وہ لازمی طور پر نرک میں جائیگا۔

اس اونچ نیچ نے سناتن دھرم کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ کہیں برہمن سبھا ہے کہیں اگروال سبھا ہے۔ کہیں راجپوت سبھا ہے اور کہیں اروڑا سبھا ہے گر یاد رکھیں کہ اگر تمام آنکھیں۔ تمام کان۔ سر وغیرہ جسموں سے علیحدہ ہو جائیں تو دنیا کا کام ایک منٹ کیلئے بھی نہیں چل سکتا۔ اونچ نیچ کے متعلق ایک مثال یاد آ گئی۔ ایک دفعہ سونے اور لوہے کا جھگڑا ہو گیا۔ اور اونچ نیچ کا معیار (قیمت) مقرر ہوا۔ تب لوہے کے گرو لوہار نے اسے تپ کرایا اور خوب بڑھایا اور یہاں تک کہ ستار کی تار بنائی جس کی قیمت ۲۷ روپے تولہ ہے جس کو سرسوتی کے کنٹھ تک اور شام وید کے گانے تک کا فخر حاصل ہوا اور چکرورتی راجاؤں کی کمر کا سنگار بنا۔ اسی طرح اونچ نیچ کا درجہ اُپتی سے نہیں ہے بلکہ کرموں کے کرنے پر منحصر ہے۔

میں پنجاب کی سناتن دھرم کی طرف سے یہ آواز بلند کرتا ہوں۔ کہ ہم شودر تو کیا اچھوت بھائیوں میں سے کسی کو بھی اپنے حلقہ سے باہر نہیں جانے دیں گے ہمارے پاس سینکڑوں پرمان ہیں۔ مصیبت کیوقت مہاراجہ ہرشچندر کو چنڈال کے گھر میں چنڈال ہو کر رہنا پڑا۔ صرف بھوجن الگ بناتے تھے۔ پنڈت مدن موہن مالوی جی صرف اس وجہ سے ولایت نہیں گئے کہ وہاں بھوجن کرنے کی تکلیف ہے میں آج پرتگیہ کرتا ہوں کہ سات کروڑ اچھوتوں میں سے ایک بھی ہمارے کہنے سے علیحدہ نہیں ہونے دیا جائیگا۔ سناتن دھرم کے مندر لٹ جائیں۔ عورتوں کی بے عزتی ہو جائے۔ گھر لٹ جائے خون ہو جائیں مگر ہندوؤں میں بیداری پیدا نہیں ہوتی۔ مگر اب سنگٹھن کا مبارک خیال پیدا ہو گیا ہے۔ ہمارے سامنے اب بہت کام ہے ہمیں ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔

آخر میں میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اب سناتن دھرم اور آریہ سماج کے مباحثہ نہ ہوا کریں گے۔ مہاتما ہنسراج اور سوامی شردھانند اس بات پر متفق ہو چکے ہیں۔ اور سکھ بھی گو ہم سے علیحدہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ بھی جلد ہی آملیں گے۔

تیج ۱۲- دسمبر ۱۹۲۳ء

گن کرم سبھاونوسا ر ببیوستھا ہی سوسائٹی کی سب خرابیونکو دور کر سکتی ہے

شری سوامی شردھانند جی کی زبردست تقریر

۹- دسمبر ۱۹۲۳ء کی رات کو شری سوامی شردھانند جی مہاراج نے آریہ سماج صدر بازار دہلی کے سالانہ جلسہ میں حسب ذیل اپدیش دیا۔

ہمارے چاروں ورن سوسائٹی کی قدرتی تقسیم ہیں اگر کل منش سماج کو وراٹ روپ سمجھا جائے تو براہمن اس کا دماغ ہیں یعنی وہ پڑھنے پڑھانے اور لوگوں کو دھارک لائن پر چلانے کا کام کرتے ہیں۔ کشتری رکھشا کا۔ ویش زراعت اور تجارت کا اور شودر ان تینوں ورنوں کی سیوا کرنے کا۔ آج کل سبھی ورن اپنے اپنے دھرم سے گر رہے ہیں۔ اپنے کرم کو چھوڑ کر بھی وہ محض اپنی پیدائش سے ہی برہمن چھتری وغیرہ بنے بیٹھے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب شدھ شدوں کو جذب کرنے میں وہ کچھ ہچکچاتے سے ہیں گن کرن سبھا سے شدھ شدہ جس ورن کے لائق ثابت ہو اسے اسی میں داخل کر دیا جائے آریہ سماجی مانتے تو ہیں کہ گن کرم انوسار ورم بیوستھا ہونی چاہیئے لیکن پیش قدمی کرنے سے کتراتے ہیں جو ٹھیک نہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو داعی اسلام بننا چاہیئے۔ اور چماروں اور حلال خوروں کو مسلمان بنانیکا کام شروع بھی ہو گیا ہے۔ اگر آریہ سماج نے کافی حوصلہ اور ہمت سے کام لیکر ورن بیوستھا کو سدھارنے کی کوشش نہ کی تو ان کا یہ طرز عمل سخت نقصان دہ ثابت ہو گا۔

کئی سناتن دھرمی اصحاب اب یہ کہنے لگے ہیں کہ آریہ اچھوتوں کو جنیو نہ دیا تو ہمیں اپنے کنوؤں پر چڑھانے اور مندروں میں درشن کی اجازت لینے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ میرے خیال میں تو چھتری ہیں۔ کیونکہ ہندوؤں کی مصیبت کے وقت یہی کام آتے ہیں۔

پیسہ ہی ہندوؤں کا دھرم بن رہا ہے

آریہ سماجیوں کے اندر ابھی تک پورانے پورانک سنسکار موجود ہیں وہ کہتے ہیں ہم تھوڑے آدمی اس کا بیڑا کیسے اٹھائیں لیکن مجھے وشواش ہے کہ اگر وہ کمر ہمت باندھ کر ورن بیوستھا کو سدھارنے اور اچھوت جاتیوں کو اپنے دائرہ میں جذب کرنے کا کام شروع کر دیں تو کروڑوں آدمی ان کا ساتھ دیں گے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ سب ورن نئے بن رہے ہیں۔ "چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے" پیسہ کی خاطر ایمان دھرم اور عزت تک کو برباد کر دینا بُرا نہیں سمجھتے سوسائٹی کے خیالات میں بہت کچھ تبدیلی ہو چکی ہے۔ آریہ سماج کا اب صرف یہ کام ہے کہ اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر گن کرم انوسار ورن بیوستھا جاری کر دے تو سب دقتیں دور ہو جائیں گی۔ بھلا جب شدھ شدہ ہندو دائرے میں آئیں تو وہ رشتے ناطے کہاں کریں۔ اس سوال کا حل یہی ہے کہ جس کے گن کرم سبھاؤ جس ورن کے لائق ہوں اُسے اُسی میں داخل کر دو۔ ذات پات کا سوال ہی پیش نہ آئیگا۔ اچھوتوں کا سدھار کرو اور بچھڑوں کو گلے لگا لو۔ اور کرم انوسار ان کو اپنی سوسائٹی میں جگہ دو۔ صرف اسی طریق سے یہ مشکل حل ہو سکتی ہے۔

اس سنسار میں کمزوروں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں

اس کے بعد سری سوامی ستیانند جی مہاراج کا منوہر ویاکھیان ہوا آپ نے فرمایا کمزوری مہا پاپ ہے اور اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہونا بہادری ہے۔ ہندوؤں کی موجودہ کمزوری سے ہی اُن کی تعداد دن بدن گھٹ رہی ہے۔ عیسائی اور مسلمان ان کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر چاٹ رہے ہیں۔ میرے خیال میں اعلیٰ ذاتوں میں جو یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ہم اونچے ہیں سراسر غلط ہے کیونکہ پتت دگرا ہوا نیچا ہے جس میں سامرتھ نہیں ہے۔ اور اونچا وہی جو بلوان اور شکتی والا ہے۔ تھوڑی چیز ابو تر ہوا

کرتی ہے۔ مثلاً ایک چشمہ جہاں سبھی جانور اور انسان پانی پیتے ہیں اپوتر نہیں ہوتا لیکن اگر وہی پانی کٹورے میں ڈال کر پیا جائے تو باقی ماندہ اپوتر سمجھا جائیگا۔ بل اور پوترتا کو حاصل کرنا چاہیئے ہو تو اپنا گیان اور تعداد بڑھاؤ۔ ہندوؤں کی کمزور سنتان اناج خراب کرنے والی کوششیں بن رہی ہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ بلوان آتما یا زبردست گیان کیلئے زبردست شریر ہی چاہیئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آریہ جاتی کی کمزوری کا کارن جسمانی کمزوری ہے کسی کو مضبوط اور بلوان بننے کا خیال نہیں۔ شادی میں برہمچریہ کرتوت کرنے۔ بڑے بڑے سربفلک مندر بنوانے وغیرہ کی فکر دامنگیر ہے۔ برہمچریہ دھارن کرنے کا کوئی خیال نہیں۔ تبھی دُبلے پتلے اور کمزور بچے پیدا ہوتے ہیں اور زیادہ بے عزتی ہوتی ہے جسمانی نشوونما کو پس پشت ڈال کر دماغی طاقت کو بڑھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آریہ جاتی کو ہر طرف سے ٹھکرایا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کمزور اور رینگنے والے ناقابل اشخاص کے لئے سنسار میں کوئی جگہ نہیں اور بل نہیں تو دنیا میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اندر اور باہر سے سر پرشٹ اور بدھی بلوان ہونی چاہیئے۔ ایک بدھیمان سینکڑوں کو اپنے پیچھے لگا سکتا ہے۔ ایک عقلمند مدبر کا نیتجا جال کروڑوں انسانوں کو طوق غلامی پہنا دیتا ہے۔

بس اپنے شریر کو مضبوط بناؤ۔ بدھی کو ترقی دو۔ اور سودیشی چیزوں کا استعمال کرو نیک چلن بنو اور برہمچریہ دھارن کرو آتم وشواس بڑھاؤ اور ایشور پر بھروسہ رکھ کر ہمت اور بہادری کے کام کرو تبھی یہ مندا وستھا دور ہو سکتی ہے۔

ملاپ
۲۴ - دسمبر ۱۹۲۳ء

بچھڑے ہوئے بھائیوں نے ہزاروں سالوں سے چوٹی کی رکھشا کی ہے اگر اب بھی ہم نے انکو گلے نہ لگایا تو ہم بیوقوف تنگدل ہونگے

سوامی دیانند جی بی۔ اے کی تقریر

(جو آپ نے سناتن دھرم سبھا لاہور کے سالانہ جلسہ پر ۱۸ دسمبر کو بعد دوپہر کی)

شری سوامی دیانند جی بی۔ اے مہامنتری بھارت دھرم مہامنڈل نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے سامنے اس وقت کوئی لیکچر دینے کھڑا نہیں ہوا۔ بلکہ صرف ایک بات اور وہ یہ کہ "اس وقت ہمارا قومی فرض کیا ہے۔ اور ہماری موجودہ حالت کیا ہے۔

جب تک دیش کیلئے ہم اپنے خون کی آخری بوند تک گرانیکو تیار نہوں ہمیں آزادی نہیں مل سکتی۔ اگر ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جاوے کہ ہم دیس اور جاتی ہت کی خاطر ہر قسم کی قربانی کر سکیں تو غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم سب دیش اور جاتی کی آزادی کے لئے کمر بستہ ہو جاویں.

جس ہندو جاتی نے کسی وقت ملیکشوں کو فتح کر کے ساری دنیا میں فتح کا ڈنکا بجایا تھا. جس ہندو جاتی کے پرتاپ سے سار اسنسار کانپا کرتا تھا۔ اور جس جاتی کی ساری دنیا داس تھی آج وہ اپنے گھر میں غلام ہے. اس سے بڑھ کر ہمارے لئے شرم کا مقام اور کون ہو سکتا ہے.

اسواسطے اے ہندو نوجوانو اپنی جاتی کو سنبھالو. ہندو دھا سبھا نے ہندوستان میں رہنے والے. سوائے انگریزوں اور مسلمانوں نے سب کو ہندو کہا ہے. اس لئے آپ کا فرض ہے کہ سب آپس میں مل جاؤ۔ اتفاق کرو ایکدوسرے کی مدد کرو۔ کسی جینی مندر پر حملہ ہوتے دیکھو تو اس کو اپنا مندر سمجھ کر اُس کی رکشا کرو۔ ملکانہ شدھی کا ذکر کرتے ہوئے سوامی جی نے فرمایا کہ بدھ مہابھارت کے بعد جب کشتری شکتی کا ناش ہو گیا۔ اسی دن سے ہندو جاتی کی گراوٹ شروع ہو گئی۔ اس واسطے اِس شکتی کو بڑھاؤ. جن ملکانہ راجپوتوں کو ہم نے اپنی بیوقوفی سے الگ کر دیا۔ مگر جن کے اندر اِس قدر پریم سناتن دھرم سے ہے کہ انہوں نے ہزاروں سال سے الگ کئے جانے پر بھی اپنی چوٹی تک کو نہیں اڑایا اگر ہم نے اب بھی اُن کو اپنے گلے سے نہ لگایا تو ہم سے زیادہ بیوقوف بزدل تنگ دل اور ادھرمی اور کون ہو سکتا ہے.

ملاپ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۳ء

ہندو مہا سبھا کی کارکن کمیٹی کا اجلاس

ہندو پرچارک تیار کرنیکے لئے چوبیس ہزار روپے کا اعلان

ہندو مہا سبھا کی کارکن کمیٹی کا اجلاس بنارس میں ۱۷ دسمبر ۱۹۲۳ء کو منعقد ہوا شریمان پنڈت مدن موہن مالوی جی صدر جلسہ تھے۔ ممبروں میں سے شریان پنڈت دین دیالو۔ ودیا کھیان واچسپتی۔ پنڈت ہری ہر شروپ شاستری پنجاب سے نیتھ جگل کشور برلا کلکتہ سے آنریبل راجہ رام پال سنگھ کے۔سی۔آئی۔ای۔ رائے بریلی سے۔ لفٹننٹ راجہ درگا نارائن سنگھ۔ ایم۔ایل۔سی ترواسے۔ پنڈت تارا کانت مالویہ الٰہ آباد سے۔ شریمان آر۔ایس نارائن سوامی اور ڈاکٹر پرشوتم لگڑ لکھنؤ سے بابو جگت نارائن لال۔ ایم۔اے۔بی۔ایل پٹنہ سے مہا مہوپادھیائے پرتھ ناتھ ترک بھوشن مہا مہوپادھیا جے دیو شرہ۔ سوامی دیانند۔ بابو گوربرشاد دھون بی۔اے پروفیسر گنگا پرشاد مہتہ ایم۔اے اور پنڈت دیو رتن شرما شامل تھے۔

پچھلے اجلاس کی کارروائی پڑھی اور منظور کیگئی۔ منجملہ دیگر مضامین کے مندرجہ ذیل امور فیصلہ ہوئے۔

(۱) دودت پرلیشد قائم کی گئی۔ جس میں کہ ۵۰ سنسکرت کے فاضل اور مذہبی رہنما ہندوستان کے مختلف حصوں سے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور ان میں بدھ۔ جین۔ سکھ اور آریہ سماج کے نمائندے لئے گئے ہیں۔ پنڈت مدن موہن مالوی جی اس پرلیشد کے سکریٹری ہوں گے۔ یہ فیصلہ ہوا کہ پرلیشد ماہ جنوری میں بنارس میں اپنا کام شروع کرے۔

(۲) یہ فیصلہ ہوا کہ اردھ سیمی کے مسئلہ پر الہ آباد میں ہندو مہا سبھا کا ایک خاص اجلاس اس مطلب کیلئے کیا جائے۔

(۳) ہندو سیوک دلونکے واسطے قواعد تجویز منظور کئے گئے اور مہا سبھا کی قواعد کی رو سے بائی لاز پاس کئے گئے۔

سبھا پتی نے ظاہر کیا کہ ہندو پرچارکوں کی تربیت کے لئے اُنہیں چوبیس ہزار روپیہ کے دان کے وعدے ہو چکے ہیں۔ مہا سبھا کے منتری نے ہردوار رزورا میں جاکر شری گنگا جی کے بلا روک ٹوک بہنے کیمتعلق کی موجودہ حالت بیان کی جسمیں یہ فیصلہ ہوا کہ ذمہ دار احکام کو لکھا جادے کہ ۱۹۱۶ء کی کانفرنس میں ہردوار کے بارے میں جو جو فیصلے ہوئے تھے اِن سب کی پوری تعمیل کی جائے۔ اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے اور ہردوار میں شری گنگا جی کی دھار کے بہنے میں جو رکاوٹ حائل ہے۔ اُسے جلد دور کیا جائے اور دھارمک رسمیات ادا کرنے کے لئے جتنے جل کی ضرورت ہے اُتنا جل دیا جائے۔

بنگال سے سنتھال لوگوں کے ایک ڈیپوٹیشن نے کمیٹی کے سامنے حاضر ہو کر درخواست کی کہ اِن کے لئے کسی مناسب مقام پر ایک مندر بنوایا جائے۔ کمیٹی نے اِن کی اِس درخواست کو منظور کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور کمیٹی امید کرتی ہے کہ ہندو دیر مہا سبھا کا اِس کام میں ہاتھ بٹائیں گے۔

کارکن کمیٹی کا جلسہ ختم ہونے کے بعد گئو رکھشا سب کمیٹی کا جلسہ ہوا۔ اور اس میں ملک کے مختلف حصوں میں چراگاہیں حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اِس کام کے لئے کارکن مقرر کئے گئے۔

(دیو رتن شرما سکریٹری ہندو مہا سبھا بنارس)

ملاپ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۳ء

پنجاب میں ستائیس لاکھ مولا جاٹوں کی تعداد ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ پنجاب میں مولا جاٹوں کی تعداد جو کہ مثل ملکانوں کے ہیں۔ قریباً اٹھائیس لاکھ کے قریب ہے۔ جنہیں کہ مسلمان سر توڑ کوشش کر رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ یہ کٹر مسلمان بن جائیں۔ کیا اِس وقت بھارتیہ ہندو شدھی سبھا و ہندو

سنسکار کسی کا فرض نہیں ہے کہ وہ اُن میں پرچار کر کے اصل ملکانوں کے مولا جاٹوں کو بھی ہندو برادری میں ملا لیں۔ امید ہے کہ ہندو دہرم کے لیڈر اس طرف جلد توجہ مبذول کریں گے۔ ضلع وار مولا جاٹوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔ جالہ ساڑھے چار ہزار لاہور ۶۷ ہزار۔ راولپنڈی ۱۰ ہزار۔ رہتک ۳ ½ ہزار۔ امرتسر ۳۴ ہزار۔ اٹک ۸ ہزار گوڑگانوں ۵۰۰۔ گورداسپور ۴۶ ہزار۔ میانوالی ۱ لاکھ ۲۳ ہزار۔ کرنال ۲ ہزار انبالہ ۹ ہزار۔ سیالکوٹ۔ ایک لاکھ ۵۴ ہزار۔ منٹگمری ۱ لاکھ ۸ ہزار۔ گوجرانوالہ ۱ لاکھ ۵۰ ہزار۔ لائل پور ۱ لاکھ ۴۶ ہزار۔ ہوشیارپور ۲۳ ہزار۔ شیخوپورہ ۴۶ ہزار۔ جھنگ ۱ لاکھ ۲ ہزار۔ جالندھر ۱۸ ہزار۔ گجرات ۲ لاکھ ۲۰ ہزار۔ ملتان ۳ لاکھ ۶ ہزار۔ لودھیانہ ۲۰ ہزار۔ شاہ پور ۱ لاکھ ۹۴ ہزار۔ مظفرگڈھ ۲ لاکھ ۸ ہزار۔ فیروزپور ۳۵ ہزار۔ جہلم ہزار۔ ڈیرہ غازی خاں ۲ لاکھ ۸ ہزار۔ ریاست کپورتھلہ ۱۱ ہزار ریاست فریدکوٹ ۵ ہزار ریاست بہاولپور ۲ لاکھ ۲۵ ہزار۔ ریاست نابھہ ۳ ہزار۔ ریاست جیند ۱ سو ریاست پٹیالہ ۱۶ ہزار۔ صوبہ دہلی ایک ہزار۔ صوبہ سندھ ۱ لاکھ۔

میزان کل۔ ستائیس لاکھ چودہ ہزار سات سو

ملاپ ۱۱۔ جنوری ۱۹۲۴ء

ہندو قوم کی زندگی کا انحصار شدھی اور سنگٹھن پر ہے

لفٹننٹ راجہ شری درگا نارائن سنگھ جی ترواز لیش کی تقریر

گوروکل برندابن کے جلسہ میں ایک شدھی کانفرنس بھی ہوئی جس میں شدھی کے متعلق زبردست تقریریں ہوئیں۔ اس سمیلن میں ملک کے قریباً ہر حصہ کے بھائو بھاو شریک تھے اور انہوں نے شدھی پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ لفٹیننٹ راجہ درگا نارائن سنگھ جی ترواز لیش نے جو تقریر کی اُس کا خلاصہ یہ ہے۔

آپ نے بتلایا کہ شدھی کا سوال بڑا وسیع اور عالمگیر سوال ہے اور ہندو سنگٹھن

کے لئے موجودہ زمانہ میں نہایت ضروری ہے۔ آپ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ شدھی ویدشاستر اور سمرتیوں کے عین مطابق ہے۔ ویدوں اور دیگر کتابوں میں شدھی کے لئے کافی پرمان موجود ہیں۔ آریہ جاتی کی زندگی کا سوال شدھی سے وابستہ ہے پھر آپ نے شدھی پر کئے جانیوالے تمام اعتراضات کا پرزور کھنڈن کیا اور فرمایا کہ شدھی ہندو مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے والی نہیں۔ ہمارا فرض اولین ہے کہ ہم اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو بخوشی اپنے گلے سے لگائیں اور آریہ جاتی کو پھر اونچا کریں۔ آریہ جاتی کو مدت مدید تک زندہ رکھنے کیلئے شدھی روپی امرت دھارا کا ہر روز استعمال ضروری ہے محض لیکچر بازی اور ریزولیوشن پاس کرنے سے کچھ نہیں بنے گا۔ بلکہ ضرورت ہے کہ کام کرنے والے میدان میں آئیں اور بچھڑے بھائیوں کو گلے لگانا شروع کر دیں اور ہندو جاتی کے اندر جن لوگوں کے ابھی تک ویسے خیالات ہوں کہ بچھڑوں کو ملانا نہیں چاہتے ان خیالات کو دور کریں۔ بندرابن دھام کی اس مقدس بھومی میں شری ورجانندجی کی تعلیم سے ویخشت ہو کر پوجیہ پاد مہرشی دیانندجی نے اپدیشوں سے آریہ جاتی کے اگیان اندھکار کو دور کرنے کا زبردست آریوگ شروع کیا تھا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس کام کو جاری رکھیں۔ آج ہی برت دھارن کرو کہ ہندو سنگٹھن اور آریہ جاتی کو اونچا کرنے کیلئے آپ بچھڑے بھائیوں کو ملانے کا کام کریں گے۔

ملاپ ۱۸۔ جنوری ۱۹۲۴ء

۱۸۳ گاؤں میں شدھی

بھارتیہ ہندو شدھی سبھا آگرہ ۱۳۔ فروری ۱۹۲۳ء کو قائم کی گئی تھی۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۲۳ء تک سبھا کو مختلف سادھنوں سے ایک لاکھ ۴۴ ہزار ۴ سو ۸ روپے آمدنی ہوئی۔ جس میں سے اب سبھا کے پاس ۳۶ ہزار ۳ سو ۴۷ روپے بقایا ہیں۔

متذکرہ بالا دس مہینوں میں سبھا کے پانسو ترسٹھ ۵۶۳ صاحب کام کرتے رہے

ان میں سے ۹۰ آنریری پرچارک اور والنٹیر ہیں۔ اور ۲۶ تنخواہ دار سبھا نے کام کو باقاعدہ اور آسانی سے کرنے کے لئے قریباً بیس شاخیں کھول رکھی ہیں۔ سبھا اب تک ۱۰۳ گاؤں میں شدھی اور بھرت ملاپ کرا چکی ہے۔ ان گاؤں کی تفصیل ذیل میں ہے۔

ضلع آگرہ میں	۴۲ گاؤں	گوڑگاؤں میں	۵۰ گاؤں	دہلی اٹاوہ
ضلع متھرا میں	۳۰ "	برودہ میں	۲۱ "	فیض آباد
بھرائچ میں	۵۱ "	فرخ آباد میں	۳ "	بلند شہر اور
جھرتپور میں	۱۲ "	بادر میں	۵ "	الور میں ۱۸

ان ۱۰۳ گاؤں میں کس قدر لوگ شدھ ہوئے اُن کی ٹھیک تعداد ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔ اس وقت کام کرنے والے کم ہو گئے ہیں۔ اس لئے شدھی اتنے زور سے نہیں ہو رہی ہے۔ لیکن ابھی کام کا بڑا وسیع میدان پڑا ہے اور روپیہ و نیز کام کرنے والوں کی اشد ضرورت ہے۔

بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کا نیا چناؤ

شری مہاتما ہنسراج جی پردھان بنائے گئے

بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کے ادھیکاریوں اور ایگزیکٹو کمیٹی کا نیا انتخاب آگرہ میں ۲۳ جنوری کو بعد دوپہر ہوا۔ عہدیداران حسب ذیل قرار پائے۔

پردھان - شری مہاتما ہنسراج جی لاہور

اُپ پردھان - ٹھاکر ... سنگھ جی آگرہ، لالہ رام پرشاد جی بی۔ اے آگرہ

مہامنتری - ٹھاکر ... سنگھ جی

منتری - (۱) مہاشہ دیو پرکاش جی (۲) بابو ناتھو مل جی۔ (۳) پنڈت رام پرشاد جی ...

خزانچی - بابو پیارے لال جی بی۔ اے وکیل ...

اُن کے علاوہ مندرجہ ذیل مہانو بھاؤ ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبران چنے گئے۔

(۱) شری سوامی شردھانند جی دہلی
(۲) راؤ سالگرام جی وکیل آگرہ
(۳) بابو پورن چند جی وکیل آگرہ
(۴) بابو سری رام جی۔ آگرہ
(۵) پنڈت کھتو رام جی فرخ آباد
(۶) ٹھاکر کھمان سنگھ جی اونچا گاؤں علیگڈھ
(۷) لالہ خوشحال چند جی خورسند لاہور
(۸) ڈاکٹر رام لال جی آگرہ
(۹) پنڈت اندر جی ایڈیٹر ارجن دہلی
(۱۰) لالہ نرائن دت جی دہلی
(۱۱) ٹھاکر رامچندر سنگھ جی فتحا ضلع متھرا
(۱۲) پنڈت کالی چرن جی آگرہ
(۱۳) شری مہاتما نرائن سوامی جی۔

ملاپ ۲۸۔ جنوری ۱۹۲۴ء

یونیورسٹیاں انتظار کر سکتی ہیں لیکن اچھوت اب انتظار نہیں کر سکتے

شدھی اور سنگٹھن کبھی بند نہیں کئے جا سکتے کیونکہ مسلمانوں کی طرف سے تبلیغ کے بند کئے جانیکی کوئی گارنٹی نہیں

ہندو مسلم اتحاد پر پنجاب کیسری لالہ لاجپت رائے جی کے خیالات

س کیا آپ ہندوؤں کو شدھی اور سنگٹھن کے بند کر دینے کیلئے کہہ سکتے ہیں۔

جواب - ہرگز ہرگز نہیں میں کسی نہ کسی طریقہ سے سنگٹھن اور شدھی کا سوال کانگریس کے پلیٹ فارم سے ہٹا سکتا ہوں۔ لیکن میں ہندوؤں سے یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ شدھی کا کام بند کر دیں۔ کیونکہ مجھے اُمید نہیں ہے کہ مسلمان بھی تبلیغ کا کام بند کر دینگے۔ شدھی سے مراد بچھڑے ہوؤں کو ملانا ہے۔ اگر کانگریس

چند جماعتوں کے بڑے فیصلوں کی تحقیقات کرے تو اس صورت میں اُسے تمام حالات کا پتہ چل جائے گا۔ اگر آپ مجھ سے سنگٹھن کے متعلق پوچھیں گے تو میں یہ کہوں گا کہ مسلمان لیڈروں نے ظاہرا طور پر اب فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ تحریک خلافت کو ایک مستقل مسلم تحریک بنا دیا جائے۔ اگر فرقہ دارانہ نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ ہندوستانیوں کیلئے ایک تباہ کن امر ہوگا۔ اگر وہ اپنی تنظیم یعنی سنگٹھن نہ کریں دونوں تنظیم کا کام کریں لیکن کسی بدامنی کا احتمال نہو۔

س۔ آپ اس معاملہ کے متعلق ہندو قوم کی کیا رہنمائی کریں گے۔

جواب۔ میں اُن سے کہونگا کہ وہ اپنا سنگٹھن اور شدھی کا کام نہایت امن سے کئے جائیں سنگٹھن سے ہندو قوم مضبوط ہو جائیگی۔ اس کا پہلا کام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ شدھی کے سوال کو سارے ہندوستان کا سوال بنائے۔ اس کام کیلئے کثیر سرمایہ جمع کیا جائے۔ اور بہت سے آدمی اس کام کیلئے بطور والنٹر بھرتی ہوں۔ مذہبی اور تعلیمی اطراف کو دوڑنے کی اس قدر ضرورت نہیں۔ جس قدر اچھوتوں کو شدھ کرنے کی ہے۔

یونیورسٹیاں انتظار کر سکتی ہیں۔ لیکن اچھوت اس وقت انتظار نہیں کر سکتے۔ شدھی دو قسم کی ہے۔ ساتھ ہی اب مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہندوستان میں ایسی ایسی زبردست اقوام موجود ہیں جو اپنے تئیں نہ ہندو خیال کرتی ہیں اور نہ مسلمان۔ یا وہ اپنے تئیں دونوں مذاہب میں شمار کرتی ہیں۔ اب شدھی کا سوال ان اقوام کے تعلق کے مطابق پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ اُن کی برادریوں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ وہ اپنے تعلقات پہلے سے زیادہ وسیع کریں۔ یہ ذات کی شدھی ہے۔ کیونکہ بچھڑے ہوئے لوگوں کو انکی قوم کے لوگوں نے اپنے میں ملانا شروع کر دیا ہے۔ دوسری شدھی یہ ہے کہ اُن لوگوں کو شدھ کیا جائے جو کسی حد تک مسلمان ہیں اور ہندو سوسائٹی انہیں اپنے میں ملالے۔ اگر تمام مذاہب میں مذہبی مساوات کے پھیلانے کا کام جائز ہے تو یہ کبھی بند نہیں کی جا سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دونوں قسم کی

شدھیاں اور مسلمانوں کے مولویوں کی کوششیں سیاسی نقطۂ نگاہ سے خواجہ حسن نظامی کے پروگرام کے مطابق نہیں ہیں۔

تیج ۷۔ فروری ۱۹۲۴ء

دلت بھائیوں کے ایڈریس کے جواب میں شیر پنجاب کی گرج

جس کسی نے دوسروں کو غلام بنایا وہ خود بھی غلام بن گیا

ہندو جاتی کے سامنے اس وقت موت اور زندگی کا سوال ہے

میری نظروں میں جوتے گانٹھ کر ایک پیسہ کمانے والا چمار

اُس برہمن سے بہتر ہی جو قصائی کے ہاتھ گائے بیچتا ہے

اب میں کچھ اپنے ہندو بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ اب ہندو جاتی کروٹ بدل رہی ہے۔ اور میں پورے زور کے ساتھ ہندو قوم کو یہ آواز دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس وقت اُن کے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ وہ دوسرے لوگوں کی شکایت کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں گے تو وہ اندر سے اچھوتوں سے زیادہ دلت ہیں یہاں پر مجھ کو کوئی برہمن کھتری نظر نہیں آتا جو برہمن یا کھتری ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر ہم اُن کے اعمال کی طرف نظر ڈالیں گے تو وہ چماروں اور بھنگیوں سے زیادہ نیچ ہیں۔ اُن کی آمدنی پاپ کی کمائی ہوتی ہے۔ اور جس کی کمائی پاپ کی ہو وہ کبھی اونچا نہیں ہو سکتا۔ اس گناہ آلودہ زندگی سے ہم دوسروں کو نیچے رکھنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ پرماتما ہم کو نیچا دکھلا رہے ہیں۔ ایسے شرمناک آچرن اونچی جاتیاں کرتی ہیں۔ تھوڑے سے سادھن کیلئے دھرم بیچتے ہیں اور طرح طرح کے کوکرم کرتی ہیں کہ جن کا زبان پر نہ لانا ہی بہتر ہے۔ اس لئے

اُن کو اچھوت کہیں جو کہ پاپ کی کمائی نہیں کرتے ہیں۔ ایک چمار کا وہ لڑکا سب سے اہم ہے جو کہ چمڑے کا جوتا گانٹھ کر پیسہ کماتا ہے بہ نسبت اُس برہمن کے جو کہ گئو کو قصابوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔

پرتاب ۱۱-اپریل سنہ ۱۹۲۳ء

میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ مجھے ملکانوں کی شدھی کی تحریک سے نفرت ہے

میری رائے میں یہ تحریک بالکل جائز ہے

پنڈت موتی لال نہرو کی طرف سے اخبار ہمدم کے بیان کی تردید

بابو راجیشور پرشاد سنگھ صاحب پرائیویٹ سکرٹری پنڈت موتی لال نہرو آگرہ سے ۶-اپریل کو بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں۔

پنڈت موتی لال نہرو نے مندرجہ ذیل تحریر اخبارات کو بھیجی ہے کہ مجھے روزانہ اخبار خلافت کے ایک مضمون کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جو مولانا عبدالماجد صاحب کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ جس میں اُنہوں نے اس تحریر کا حوالہ دیا ہے کہ جو ۲۰ مارچ کے اخبار ہمدم میں میری طرف سے شائع ہوئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس تحریک کو جو ملکانہ راجپوتوں کو ہندو بنانے کے لئے جاری ہے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں نے ہمدم نہیں پڑھا ہے۔ لیکن اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے کہ میں نے کہیں پر ایسا بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس میں نے اپنی تازہ تقریروں میں صاف طور پر کہدیا ہے کہ میں اس تحریک کو بالکل جائز سمجھتا ہوں جیسا کہ ہر ہندو کو جو شدھی پر یقین رکھتا ہے۔ اس تحریک کی پر امن طریقے سے مسلمانوں کی توہین اور ناراضگی یا شان اسلام کی توقیر کم کے بغیر جاری رکھنے کا حق ہے میں نے یہ بھی

کہا ہے کہ میں بہت خوش ہوتا۔ اگر اس نازک موقع پر کہ جب پنجاب کے ہندو و مسلمانوں میں نااتفاقی کی آگ بھڑک رہی ہے یہ تحریک نہ جاری کی جاتی۔ ہندو و مسلم اخبارات کی غلط فہمی کی بنا پر چاہے مجھے کیسے ہی خراب نتائج برداشت کرنے پڑیں۔ لیکن میں نے ہندوؤں کے اس حق سے کہ وہ اپنے حسب منشاء کام کریں کبھی اختلاف نہیں کیا ہے۔"

تیج ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

بھارتی ہندو شدھی سبھا کی مدد کرنا ہندوؤں کا فرض اولین ہے

یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یو۔ پی کے علاقہ کو چھوڑ کر باقی تمام بھارت ورش میں بھی ایسے ہی لوگ موجود ہیں۔ جو کہ ہندوؤں کی غلطی سے علیحدہ پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان تمام علاقوں میں بھی کام شروع کرنا ہے۔ کیونکہ مولوی لوگ ہر ایک جگہ پہنچ چکے ہیں اور ایسے لوگوں کا دھرم بھرشٹ کرنے کیلئے انیک پرکار کے جال بچھا رکھے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام علاقوں میں بہت جلد کام شروع کر کے ان لوگوں کے دھرم کی رکھشا کی جاوے۔ سو اس کام کیلئے ہزاروں آدمیوں اور لاکھوں روپیوں کی ضرورت ہے اور خاصکر جبکہ مخالف پارٹی (مسلمانوں) کے ہزاروں آدمی شدھی کے میدان میں ملکانوں کے دھرم پر حملہ کرتے ہوئے اور داعی اسلام جیسی کتابیں شائع کر کے ہندوؤں کے دھرم کو برباد کرنے میں زبردست تدابیریں سوچ رہے ہوں شدھی کے کام میں دخل انداز ہو کر ہندو قوم کے نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہوں اور اپنے خون پسینے کے علاوہ روپیہ بھی پانی کی طرح بہا رہے ہوں۔ تو ایسی حالت میں اگر ہندوؤں کے دلوں میں رکھشا کی آگ نہ سلگے تو اس میں شک نہیں کہ وہ مشہور قوم جس کے بزرگوں نے تمام دنیا کو تہذیب کا سبق پڑھایا ہے دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹ جاوے گی۔

اس لئے اے قوم کے نونہالو! کیوں کھڑے دیکھ رہے ہو۔ ہمت کر کے شدھی کے میدان میں کود پڑو۔ قوم کی مصیبت رفع کرنے کے لئے اور اس کو

زندہ رکھنے کیلئے خزانے کھولدو۔ جس سے کہ شدھی جو کہ ہندو سنگٹھن کا صرف ایک ذریعہ ہے باقاعدہ اور اچھی طرح ہوتی چلے۔ اور آپ کا نام اور عزت قائم رہے

بھارتی ہندو شدھی سبھا کی تن من دھن سے مدد کرنا ہر ایک ہندو کا اہم فرض ہے

تمام روپیہ کنور مادھو سنگھ مہامنتری ہندو شدھی سبھا کی معرفت آنا چاہئیے۔

منتری

بھارتی ہندو شدھی سبھا آگرہ

تیج ۷۔ فروری سنہ ۱۹۶۴ء

بمبئی میں ہندو سنگٹھن اور شدھی کی تحریکوں پر شری سوامی شردھانند جی کی شاندار تقریر

اگر ہندو جاتی زندہ رہنا چاہتی ہے تو وہ اچھوتوں کو اپنا بنائے اور اپنا سنگٹھن بنائے

بمبئی ۲ فروری۔ تلک ہوم رول لیگ و بمبئی نیشنل یونین کے زیر اہتمام سوامی شردھانند جی نے گنگدھر وہماو دیالہ ہال میں گذشتہ بدھوار کی رات کو شدھی اور سنگٹھن کی تحریک پر ایک نہایت دل آویز اور موثر تقریر کی۔ شری ییت ٹی پرکاشم اس جلسہ کے صدر تھے۔

سوامی جی نے کہا کہ اس تحریک کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں۔ آپ نے کہا کہ صوبہ بمبئی میں کیا حالت ہے۔ اس کا مجھے علم نہیں۔ مگر پنجاب۔ یو۔ پی۔ اور بنگال میں تو آج اس تحریک کا گھر گھر چرچا ہے۔ آپ نے بتلایا کہ ایک طرف تو حامیان شدھی اور ہندو سنگٹھن کو قوم کے بدترین دشمن کہا جاتا ہے۔ دوسری جانب کروڑوں ہندو ان تحریکوں میں ہی ہندو جاتی کی ہستی سمجھتے ہیں۔ لوگ بھول میں آکر اپنی اپنی غلط رائیں لگا رہے ہیں۔ سنگٹھن کی تحریک تو فقط تنظیم دینے کی تحریک ہے۔ اس کا مطلب ہندو

جاتی کی شاخ در شاخ تقسیم کو کانور کر کے ہندوؤں میں آتمک شاریرک اور مانسک بل پیدا کرنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہندو مرد ایا پرشوتم بھگوان رام کے عہد کے بلوان اور تنظیم یافتہ ہندو بن جائیں سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کا اقتباس دیتے ہوئے فاضل مقرر نے بتلایا کہ ہندوؤں کی تعداد درجہ تنزل میں ہے۔ اور یہ بنیاد نیستی ہے سنہ ۱۹۱۵ء میں ہندو مہاسبھا کی بنیاد میلہ کنبھ ہردوار پر رکھی گئی تھی۔ کانگریس کے مسلمان لیڈروں کا یہ خیال ہے کہ یہ تحریک سنگھٹن مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا موجب ہے اور بعض ہندو لیڈر بھی مسلمانوں کو ہاتھ سے نہ دینے کے خوف سے ایسی ہی ہانک لگا رہے ہیں۔ مگر یہ سراسر غلط ہے۔ ہندو اپنی تنظیم کرتے ہیں۔ آپ نے مولانا محمد علی کی کانگرس کی صدارتی تقریر میں اس موقع پر نکتہ چینی کی پرزور تردید کی اور کہا کہ ہندوؤں کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ اپنے ساڑھے چھ کروڑ بھائیوں کو جنہیں ذلت اور اچھوت کہکر اپنے سے علیحدہ کر رکھا ہے گلے لگائیں آپ نے بتلایا کہ میں ہندو مسلم اتحاد کا سچے معنوں میں موید ہوں۔ اور جبتک ہندو کمزور ہیں کوئی اتحاد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی سوراجیہ مل سکتا ہے۔ اس لئے ہندو سنگٹھن کی تحریک نہایت ضروری اور باموقع ہے۔ بعد ازاں آپ نے مسئلہ شدھی پر اپنے خیالات کا بالتفصیل اظہار کیا اور بتلایا کہ اس ذیل میں آریہ سماج نے کس قدر کام کیا۔ آخر میں آپ نے ہندوؤں سے اپیل کی کہ جنہیں آپ اچھوت کہتے ہیں یہ آپ کے جگر گوشہ ہیں۔ انہیں آپ اپنا بنائیں۔ اسی میں جاتی کی بہتری ہے۔ بعد ازاں صاحب صدر نے فسادات مالابار۔ ملتان امرتسر وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ ہندو بزدل ہو چکے ہیں۔ ان میں آتمک۔ شاریرک اور مانسک بل پیدا کرنے کیلئے سنگٹھن کا ہونا ضروری ہے۔ آپ نے چھوت چھات کو دور کرنے کے متعلق بھی اپنے نفیس خیالات کا اظہار کیا اور بتلایا کہ دس سال ہوئے ہیں کہ محض ولایت سے تعلیم حاصل کرنے کی بنا پر مجھے بھی خارج از برادری کیا گیا تھا۔ مگر اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب ان تحریکات پر ہندوؤں کو اپنی قومی ہستی برقرار رکھنے کے لئے کاربند ہونا لازمی ہے۔

۸- فروری ۱۹۲۳ء

تیج

ہندو اپہ سنسکار سمتی کی طرف سے شدھی کا زبردست پرچار

سمتی کی طرف سے گاؤں کے گاؤں شدھ ہو رہے ہیں

ہندو پبلک سے فنڈوں کیلئے اپیل

ہندو اپہ سنسکار سمتی آگرہ کی معرفت ۷- جنوری ۱۹۲۴ء کو بھائی گاؤں میں شدھی بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہوئی۔ تقریباً ۱۵۰- آدمی شدھ کئے گئے یہ وہ لوگ تھے جو مسلمانوں کے بہکانے میں آکر شدھ ہونے میں ہچکچا رہے تھے۔ اب قریباً قریباً یہ سارا گاؤں شدھ ہو گیا ہے۔

۲۲- جنوری کو سمتی کی معرفت متھرا ضلع میں ہنوری گاؤں میں شدھی کا ایک خاص اڈا جما ہوا تھا۔ مگر شدھی بڑی کامیابی کے ساتھ ہوئی۔ آس پاس کے گاؤں کے کئی ایک برہمن جو ابتک شدھی کے مخالف تھے اس میں شامل ہوئے اور سب شدھ ہوئے راجپوتوں کے ہاتھ سے کھانا کھایا۔ برہم بھوج کا نظارا قابل دید تھا۔ شدھ ہونیوالے ٹھاکروں میں سے ٹھاکر گلاب سنگھ نے ایک گئو دان کی۔ ۲۷- جنوری کو گتھلا گاؤں میں ایک گھرانے کی شدھی کی گئی اور سہ بھوج بھی ہوا اسی تاریخ کو شاپور گاؤں میں بھی تین گھرانوں کی شدھی کرائی گئی۔ یہ گاؤں تو پہلے شدھ ہو چکا تھا۔ مگر یہ لوگ اُس وقت وہاں موجود نہ تھے۔

سمتی کے کارکن بڑی تن دہی سے کام کر رہے ہیں۔ اور سمتی کو کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ لیکن روپے کی کمی کے باعث کام میں رکاوٹ ہوتی ہے دانی ویروں کو چاہیئے کہ وہ سمتی کے خزانے کو بھر دیں۔ اور کارکنان کی حوصلہ افزائی کریں۔

۲۱- فروری ۱۹۲۴ء

تیج

ریاست حیدرآباد دکن میں شدھی کا ڈنکہ بج گیا۔

سکندرآباد میں ایک عیسائی پریوار کی شدھی

سکندرآباد دکن کی آریہ سماج سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ۔ فروری کو آریہ سماج سکندرآباد نے ایک عیسائی خاندان کو شدھ کیا ہے۔ اس خاندان میں کل چھ ممبر تھے جو سب کے سب شدھ ہوئے ہیں۔ مسٹر مچل بعمر تیس سال شریمتی لیڈیا بعمر ۲۵ سال اور تین لڑکے جون۔ ڈیوڈ اور مارک بعمر ۱۱- ۹- و ۴ سال اور ایک کنیا سارہ بعمر ۲ سال۔ یہ سارا پریوار شدھ ہوا ہے۔

چونکہ سماج مندر کی دوبارہ تعمیر ہو رہی ہے۔ اس لئے یہ شدھی شریمان باجی کرشنا راؤ جی کے مکان پر کرائی گئی۔ مسٹر مچل نے عیسائی دھرم کو خیرباد کہتے ہوئے عیسائی نام کو تلانجلی دیدی ہے اور اپنا پُرانا نام نرسنایا رکھوا لیا ہے اور دیوی جی نے اپنا پُرانا ہندوانی نام بخشی رکھوایا ہے۔ وہ موضع انجنائی کے ایک معزز لنگایت خاندان سے ہیں مسٹر نرسنایا اگرچہ تعلیم یافتہ ہے اور تلیگو۔ کناری اور کچھ انگریزی بھی جانتا ہے۔ مگر بڑا غریب آدمی ہے اور حیدرآباد ریاست کے ریلوے اسٹیشن فلکنما پر قلی کا کام کرتا ہے۔

اس شدھی کے موقع پر بہت سے معزز ہندو بھائی موجود تھے اور آریہ پرتی ندھی پنجاب کے مہا اپدیشک شریمان پنڈت رامچندر جی بھی موجود تھے جنہوں نے شدھی پر ایک زبردست تقریر کی۔ شدھ شدہ بھائیوں کے ہاتھ سے حاضرین نے مٹھائی کھائی۔

۲۶- فروری ۱۹۲۴ء

ملاپ

میں ۷ کروڑ اچھوتوں میں سے ایک کو بھی باہر نہ جانے دوں گا

ہندو سنگھٹن پر پنڈت دینڈیال کی تقریر

۲۱- فروری سنہ ۱۹۲۴ء کو دہلی کے ہندوؤں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہندو سبھا دہلی کی طرف سے زیر صدارت بھارت بھوشن پنڈت مدن موہن مالوی جی منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد بہت کافی تھی۔

ویاکھیان واچسپتی شری پنڈت دینڈیال جی

گو آپ کو اس وقت بخار تھا۔ لیکن ہندو سنگھٹن اور دلت ادھار کی محبت ان کو کھینچ لائی اور آپ نے کھڑے نہ ہو کر بیٹھے ہی بیٹھے حسب ذیل زبردست تقریر فرمائی۔

پوجیہ بھائی اور سجن پرشو! گو جسم میں روگ کا ابر ہے۔ لیکن جب مجھ کو اطلاع ملی کہ ہمارے دھرم اور جاتی کے نیتا مالوی جی کی صدارت میں میرا نام شائع ہو گیا ہے۔ تو خیال ہوا کہ اس بھائی کی صدارت میں ہندو سنگھٹن اور دلت ادھار پر غور ہونے والا ہے۔ اس لئے جانا ضرور چاہئے۔ بھائیو!

سنگھٹن کیا چیز ہے

کون کہتا ہے کہ ہندو سنگھٹن نہیں ہو سکتا۔ ہمارے شاستروں میں نیچ اونچ کا خیال نہیں ہے۔ سنگھٹن کیا ہے؟ اس کے متعلق قدرتی طور پر جو بندوبست ایشور اور پرکرتی نے کیا ہے۔ اس کے ذریعہ سے ان کو بتلانا چاہتا ہوں اور یہی اول نمبر کا سنگھٹن ہے ایڑی سے لے کر چوٹی تک جو جسم ہے اس کو باڈی کہتے ہیں۔ کوئی بھی سبھا سوسائٹی ہو۔ اس کو بناتے ہوئے یہ خیال

ہوتا ہے۔ کہ یہ رجسٹرڈ باڈی بن جائے۔ اس مضمون کو گیتا میں بہت عمدگی سے سمجھایا ہے۔ جسم میں ایک چیز تو ایسی ہے۔ کہ جو رگ رگ میں ہر وقت موجود ہے اور بہت سی چیزیں اپنے اپنے حصے میں کام کر رہی ہیں۔ بچہ میرے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں آپ کے چرنوں کو پرنام کرتا ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ یہ تو میرے پاؤں ہیں۔ تب وہ ٹخنوں کو پکڑ لیتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ میرے ٹخنے ہیں۔ پھر وہ اسی طرح ہر ایک عضو پر انگلی رکھتا ہے۔ کہ باباجی یہ تو آپ کا ہے میں کہتا ہوں کہ میں نہیں یہ میری ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کہنا مشکل ہے۔ ایک میں ہوتا ہے اور ایک میری۔ زبان چکھتی ہے۔ لیکن سوتے وقت کچھ کھانا میٹھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ سوتے ہوئے پاس سے ہاتھی گذر جاتا ہے لیکن کچھ دکھلائی نہیں دیتا ہے سنگھٹن کا مضمون بہت لمبا ہے۔ یہ سمجھو کہ اتی ہندو دھرم ہے اور ان میں جو بہت سی جاتیاں ہیں۔ وہ اس کا انگ ہے۔ یہ اس کا بھاؤ ہونا چاہئے۔ مدعا یہ کہ سناتن دھرم نے کبھی کسی کو نہیں ڈبویا۔

مالوی جی اور گاندھی جی سناتن دھرم کے لیڈر ہیں

آپ فرض کریں کہ چلتے چلتے پیر کے نیچے کانٹا آ گیا۔ گر پیر تو کچھ نہ بولا مگر آنکھ رونے لگی۔ اور زبان ہائے کرنے لگی۔ کانٹا چبھنے کا درد دل میں ہوا۔ اور دماغ نے سب کو حکم دیا کہ چلو اس کی مدد کرو۔ چنانچہ دلت جو پاؤں ہے۔ اس کو آنکھ نے دیکھا اور ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا اور ہاتھ سے کانٹا نہ نکل سکا تو منہ سے پکڑ کر نکالا۔ ابھی میرے ایک بھائی نے اپنے کو دلت کہا یہ الفاظ سن کر مجھکو سخت غصہ آیا کیونکہ حصہ و تعلق پیدا ہو کر اگر کوئی شخص اپنے کو دلت کہے تو ہمارے لئے دھکا ہے۔ سناتن دھرم میں بانہہ اور پیر وغیرہ کے متعلق کیا گڑبڑی ہے۔ اس کو اگر سمجھنا چاہتے ہو تو سمجھ لو۔ لیکن آج صرف چرنوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ جس وقت راجہ یدھشٹر کا یگیہ ہوا تھا۔ تو سب نے اپنے اپنے کام تقسیم کر لئے۔ کہ کرشن مہاراج نے

کے چرن اپنے ہاتھ سے دھوئیں۔ ڈیوٹی لی۔ کہ سب بھائیوں

آج کل اپنے کو برہمن کہتے ہوئے مجھ کو شرم معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ہم اچرن میں ہن ہوگئے ہیں۔ ہندو سنگھٹن کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ ایک مرتبہ مقدمہ چلا۔ کہ سونا بڑا یا لوہا۔ قیمت لگائی گئی تو لوہا ایک روپے کا چار سیر اور سونا پانچ روپے کا ایک تولہ۔ اس پر سونا سنار کے پاس اور لوہا لوہار کے پاس گئے۔ لوہار نے لوہے سے کہا کہ تم سونے کی برابری اُس وقت کر سکو گے جب تم خوب تپائے جاؤ گے اُس نے کہا کہ اچھا تپاؤ۔ میں تیار ہوں۔ چنانچہ لوہار نے لوہے کو تپا کر اور گلا کر ۲ روپے تولہ کا ستار کا تار بنا دیا۔ پھر سنار نے کہا یار لوہے جبتک تو نہ رہیگا۔ میری منشا نہ ہوگی۔

میں ہندو سنگھٹن کا پورا پورا حامی ہوں

لیکن کام کرتے ہوئے یاد رکھو کہ ایک جوش ہے اور ایک ہوش ہے۔ جوش جس میں نہیں ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بزرگ ہونے کی حیثیت سے مجھ کو حق ہے کہ میں اُن لوگوں کو اپدیش کروں۔ لیکن میں ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ہوش سے جوش کو قائم رکھو۔

ہندو سنگھٹن میں آریہ سماجی اور سناتن دھرمی اس طرح سے ہیں جس طرح جسم میں دو آنکھیں ملی ہوئی ہیں۔ آریہ سماجیوں اور سناتن دھرمیوں میں کیا جھگڑا۔ آریہ سماجی بھائیو تم میں جوش بہت ہے اور میں اُس کی دل و جان سے تعریف کرتا ہوں۔

میں سات کروڑ اچھوتوں میں سے ایک کو بھی باہر نہ جانے دوں گا۔ سناتن دھرمی اور آریہ سماجی سب ملکر رہو۔

تیج ۲۶- فروری ۱۹۲۷ء

پنجاب ہندو کانفرنس میں پنڈت مالویہ جی کی دل ہلا دینے والی تقریر

فساد کی تہ میں تعلیم یافتہ آدمی

مجھے افسوس ہے کہ فساد کی تہ میں لکھے پڑھے آدمیوں کا ہاتھ ہے۔ اور مجھے اس امر کا یقین ہو چکا ہے کہ ہر جگہ لکھے پڑھے لوگ ہی ہندو مسلم تعلقات کو خراب بنا رہے ہیں۔ انہیں ان حرکات سے بعض آنا چاہیئے۔

سنگھٹن اور شدھی

اس کے بعد پنڈت جی نے سنگھٹن کے متعلق مسلمانوں کے شکوک کو غلط فہمی پر مبنی بتلاتے ہوئے مسلمان بھائیوں سے درخواست کی کہ وہ انصاف کی نگاہ سے دیکھیں کہ جب تبلیغ کرنا اور اسلامی نظام دسنگھٹن قائم کرنا ان کا حق ہے۔ تو ہندوؤں کا حق کیوں نہیں۔

پنڈت جی نے شدھی اور تبلیغ کے متعلق اخباروں میں بہت رولا مچانے کو بہت نامناسب حرکت بتلایا اور اُسے قومی مفاد کیلئے نقصان دہ بتلایا اس کے بعد ہندو سنگھٹن کی مختلف مدات اچھوت ادھار مثلاً اچھوتوں کو پاٹھ شالاؤں اور سکولوں میں داخل کرنے کنوؤں سے پانی کی اجازت دینے انہیں کتنا وغیرہ سکھلانے۔ ہندوؤں میں دھرم پرچار کرنے۔ ویایام کرنے۔ بال وواہ کو بند کرنے ودھواؤں کی سہایتا کرنے اور ان سب باتوں کو عمل میں لانے کیلئے جابجا

ہندو مہاسبھائیں اور سیوک دل قائم کرنے کے متعلق نہایت ہی پُرسوز الفاظ میں اپیل کی اور اچھوت ادھار کے متعلق اپیل کرتے ہوئے مالوی جی کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اس وقت ایک خاموشی کا سماں چھا گیا۔

پنڈت جی کی تقریر نہایت ہی عالمانہ اور موثر تھی۔ تقریر کے دوران میں بار بار مرتبہ جے کارے اور تالیاں گونجتی تھیں۔ پنڈت جی نے تقریباً پورے تین گھنٹہ تقریر کی۔

۲۰- فروری ۱۹۲۵ء

ملاپ

شدھی کو معراج پر پہنچاؤ اور چھوت چھات کو دور کرو

از شری پنڈت دامودر ساورکر بیرسٹر رتنا گری

ہماری موجودہ اور آئندہ نسل کو ایسے طریقے پر کام کرنا چاہیئے کہ اُس عظیم محب وطن رشی کی اگلی شتابدی کی تقریب پر ہندو دھرم کی جو ویدوں اور اُپنشدوں کا جنم داتا ہے ایسی دل خوش کن صورت دکھائی دے جس کا خوبصورت مستک تمام سمندروں اور دریاؤں کے متبرک پانی کی آب و تاب سے درخشاں ہو اور جس کی شان ان ترنم ریز نغموں سے دوبالا ہو جو اندر سام چندر اور یدھشٹر کے دل و دماغ میں روحانی سرور کا موجب ہو۔ اور جس کے محافظ محض چکنی چپڑی باتیں بنانے والے ہی نہ ہوں۔ بلکہ ایسے جانباز جنگجو اور قوم پر مٹنے والے پروانے ہوں۔ جن کی طاقت اور دلیری و گیان کے ساتھ ساتھ بڑھے۔

پنجاب کے ہر ہندو نوجوان کا خواہ وہ سناتنی ہو یا سماجی سکھ ہو یا کوئی اور فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ اردو کا استعمال ترک کر کے ہندی اور گورمکھی کو اپنائے۔ یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ سوامی دیانند کی صد سالہ جنم دن پر بھی ہندو شعراء اور مصنفین اردو میں نظم لکھتے ہیں

اور ہندو اخبار اُردو میں شائع ہوتے ہیں۔ اور ہزاروں سکول اور کالج اُردو کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور جو لوگ ہندی میں تحریر یا تقریر کرتے ہیں وہ نصف الفاظ غیر ملکی زبانوں کے استعمال کرتے ہیں۔ اے سماج اپنا اُردو کا قلم توڑ دے۔ اے سماجی یہ نہ کہہ کر میں اب عمر رسیدہ ہونے کے باعث ہندی نہیں سیکھ سکتا۔

سیوا جی کی طرح سماج کو فی الفور احکام جاری کرنے چاہئیں۔ کہ اُردو کو فوراً بند کر دیا جائے اور پریس اور پلیٹ فارم پر اس کا مطلقاً استعمال نہ کیا جائے۔ جب تک ایسی عظیم جدوجہد نہ کی جائے گی۔ تب تک پنجاب کی بھاشا میں جو خرابی ہے۔ اُس کا انسداد نہ ہوگا۔ سندھ کے ہندو لیڈروں نے بڑی بہادری کیساتھ اس مہم کا آغاز کر دیا ہے اور وہ پوری ہمت و استقلال کے ساتھ مشکلات و مصائب کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ کیا آریہ سماج اور پنجاب پیچھے رہیگا؟ اگر سماج کے تمام مدرسے ہندی کے مدرسے ہو جائیں اور تمام تصنیفات ہندی میں شائع ہوں تو اس سے سماج کے پرچار کو بہت فائدہ پہنچے گا اور اس صورت میں شمالی ہند سے لیکر رامیشور تک کے ہندو اسکی جدوجہد سے باخبر رہیں گے اس لئے اُٹھو اور شدھی کا ڈنکہ بجا دو۔ اور اُردو اور چھوت چھات کو صفحۂ ہستی سے مٹا دو۔

۲۱- فروری ۱۹۲۵ء

ملاپ

کرشن بھگوان کی جنم بھومی پانند جنم شتابدی کا مہوتسو!

آریہ سمیلن اور شدھی کانفرنس کی مکمل کاروائی

آریہ جگت نے پارٹی بازی کی پیش نہ چلنے دی

ڈاکٹر گوکل چند جی کی تقریر

شری ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے شدھی سبھا میں معقول اور مدلل سی تقریر کی

آپ نے فرمایا کہ جو اصحاب شدھی کی تحریک کے دشمن ہیں وہ دھرم کے دشمن ہیں اور ہندو قوم میں جے چند کا اوتار ہیں۔ اس موقعہ پر حاضری بہت زیادہ تھی۔

دلت ادھار کانفرنس

کیمپ متھرا۔ اب دلت ادھار کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا۔ اس کانفرنس کی صدارت کے فرائض شریمان لالہ لاجپت رائے جی پنجاب کیسری نے ادا کرنے تھے لیکن آپ بوجہ علالت تشریف فرما نہ ہو سکے

پردھان کا انتخاب

پروفیسر گیا نچند جی نے تجویز کی۔ کہ شری مہاتما ہنسراج جی اس جلسہ کے صدر ہوں۔ پنڈت رام گوپال شاستری نے اس تجویز کی تائید کی اور رامجس کالج دہلی کے رائے بہادر کدار ناتھ نے ایک طویل تقریر میں اس تحریک کی تائید مزید کی۔

صدارتی تقریر

کانفرنس کے منتخب شدہ پردھان شری مہاتما ہنسراج جی نے اپنا صدارتی ایڈریس پڑھنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کانفرنس کا مشکور ہوں کہ اُس نے مجھے اپنا پردھان منتخب کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ شریمان لالہ لاجپت رائے جی راولپنڈی میں ہنا ہگزین کو ہاٹیوں کی سیوا میں دن رات ایک کرتے ہوئے بیمار ہو گئے ہیں۔

آریہ بھائیو! اس امر کو کبھی فراموش نہ کرو۔ کہ ابھی کانگریس نے جنم بھی نہ لیا تھا۔ کہ اس سے بہت عرصہ پہلے آریہ سماج کے پوجنیہ پرورتک بھگوان دیانند نے اس دلت ادھار کا زبردست الفاظ میں پرچار کیا۔ اور اُسے سب سے نمایاں جگہ دی۔ بھگوان نے نہ صرف اس کا زبانی پرچار کیا۔ بلکہ اس شبھ کاریہ کا آپ نے اپنی زندہ جاوید پستک ستیارتھ پرکاش میں بھی ورنن کیا۔

شدھی کا جواز

آپ جملہ آریہ شاستروں کا ادھین کریں۔ وید بھگوان اس بات کی کھلی اجازت دیتے ہیں۔ جبتک چاروں آشرم آپس میں ملکر کام نہ کریں اُس وقت تک منشیہ سماج بھی مکمل اور پورن نہیں ہوتا۔ ایسے گرے ہوئے بھائیوں کا اُٹھانا اور ادھار کرنا سماجک سیوا کا بڑا بھاری انگ ہے۔

ہندو جاتی کا فرض

ہندو جاتی اس وقت گراوٹ کے منہ میں جا رہی ہے۔ روزانہ ہمارے صدہا بھائی۔ دوسرے مذاہب کی آغوش میں جا رہے ہیں۔ آج ٹراونکور ریاست میں اسی غرض کے لئے زبردست ستیہ آگرہ جاری ہے۔

احاطہ مدراس کی افسوسناک حالت

اگر آپ اس اچھوت پن کے اتہاس کا اندولن کریں تو آپ کے سامنے کئی واقعات ہیں۔ احاطہ مدراس کے اندر براہمن اور نان براہمن کا جو جھگڑا چل رہا ہے۔ اُس نے ہماری ہندو جاتی کا بڑا بھاری نقصان کیا ہے۔ وہاں اچھوت جاتیوں کو سڑک پر چلنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ شری پنڈت رشی رام جی نے وہاں کے حالات کا بڑا افسوسناک نقشہ کھینچا ہے۔ وہاں کی اُتیہ جاتیاں نام نہاد اچھوتوں سے بہت بدسلوکی کرتی ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ اس بدسلوکی کے باوجود ہم سوراجیہ کے خواب لے رہے ہیں۔

پنجابی ہندوؤں کا فرض

پنجاب کے رہنے والے ہندو بھائیوں کا یہ بڑا بھاری فرض ہے کہ اُن کے جس قدر اچھوت بھائی ضلع گورداسپور، راولپنڈی اور دیگر اضلاع میں رہتے ہیں۔ بلکہ

اس کے سوائے ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ جو ہمارے بھائی ہمارے دھرم سے پتت ہو گئے ہیں۔ ہم اُن کو دوبارہ ویدک دھرم میں لاویں۔

اچھوت ادھار

جب ہم ہندو اشخاص کو اپنے ساتھ چھونے اور برتنے کی اجازت دیتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی جاتی کے نہیتی انگوں کو جو کہ ہمارے اپنے ہی بھائی ہیں اور جن کو ہم نے غلطی سے اچھوت بنایا ہوا ہے اپنے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہ دیں اگر ہمارا موجودہ زاویہ قائم رہا اور اُس میں کوئی تبدیلی نہ آئی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہماری جاتی جلد ہی مر جاوے گی۔ ایسے کاموں میں اگر ہم اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھیں تو اُسے کوئی سمجھ دار شخص خود غرضی کا خطاب نہیں دے سکتا۔ بلکہ وہ بالکل بے غرضی پر مبنی ہے۔ شری سوامی شنکراچاریہ جی کے جنم دھارن کرنے سے پہلے بھارت ورش میں بڑا ظلم ہوتا تھا۔ یہاں شودروں کو وید پڑھنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ بلکہ جو شودر وید پڑھتا تھا اُسے سخت سزا ملتی تھی۔ لیکن اب بھگوان دیانند نے ہمیں سپشٹ شبدوں میں آگیا دی ہے۔ کہ اگر شودر بھی زیادہ پوتر جیون بسر کریں تو وہ براہمن بن سکتے ہیں اگرچہ ہمارے سامنے جو کام پڑا ہوا ہے وہ زیادہ مشکل ہے۔ لیکن آؤ ہم سب جاتی اس امر کی کوشش کریں کہ اپنے آدرش کو پورن کریں۔ آپ کو اپنی دماغی اور جسمانی طاقت کو زیادہ بڑھانا چاہئے اور دوسرے بھائیوں کو پریرنا کرنی چاہئے تاکہ وہ اچھوت ادھار میں سرگرمی دکھاویں۔

سوامی شردھانند جی کی تقریر

اس کے بعد شری سوامی شردھانند جی نے تقریر کی۔ آپ نے فرمایا اچھوت پن ہماری جاتی پر ایک سخت دھبہ ہے۔ ہم ان کو چار صدیوں سے اچھوت سمجھتے آئے ہیں جیسے براہمن جاتی کا انگ ہیں۔ ویسے ہی دوسری جاتیاں بھی ہندو جاتی کا انگ ہیں

آریہ سماجیوں کے لئے تو کوئی بھی اچھوت نہیں ہے۔ اور شروع سے ہی آریہ سماجی ایسا مانتے آئے ہیں۔ حال ہی میں شری پنڈت مدن موہن مالویہ جی اور پنڈت دین دیال جی نے بھی مان لیا ہے کہ اچھوت بھگوان کے ایسے چرن ہیں جن کی پوجا ہونی چاہئے۔ منو بھگوان نے بھی فرمایا ہے۔ کہ ستھرے شودروں کو اپنے گھروں میں ملازم رکھا جانا چاہئے۔ اس کے بعد سوامی جی نے بعض تعلیم یافتہ اچھوتوں کو دکھایا۔ ہم کو روزانہ دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ کہ اچھوت ہم کو چھوڑ جائیں گے لیکن ابھی تک انہوں نے رشی دھرم کو نہیں چھوڑا ہے حالانکہ مسلمان بھائی اُن کو مجبور کر رہے ہیں۔ اب اچھوتوں کو اپنا سنگھٹن بنانا چاہئے اور اونچی جاتیوں کو مجبور کرنا چاہئے اس طرح اُن کو یقین ہے۔ آریہ سماجیوں کو اس معاملہ میں پہل کرنی چاہئے۔ اس طرح عملی کارروائی سے بڑا لابھ ہو گا۔ بھگوان دیانند نے گورو گوبند سنگھ کی طرح سوالا کو فوج تیار کی ہے۔ بھگوان سورگ سے ہمارے کاموں کو دیکھ رہے ہیں۔ دہلی کے فسادات کے بعد ایک مسلمان دیوی نے اپنے بیٹے کو یہ کہکر چپ کرایا کہ آریہ آ رہے ہیں۔ دنیا آپ سے خوفزدہ ہے۔ اب قسم اٹھاؤ کہ آپ اچھوتوں سے ملیں گے۔ اس کے بعد پانچ ریزولیوشن پاس کئے گئے

ملاپ

۲۲- فروری ۱۹۲۵ء

اگر ہندو جاتی کو بچانا چاہتے ہو۔ تو اپنے بھائیوں کو گلے لگاؤ

شدھی کانفرنس میں راجہ صاحبان کی حوصلہ افزا تقاریر

متھرا کیمپ ۱۹- فروری۔ بھارتیہ شدھی کانفرنس کا پہلا اجلاس ایک بجے شروع ہوا۔ چونکہ منتخب شدہ پردھان مہاراجہ سر راجا رام پال سنگھ جی ذرا دیر سے آئے اس لئے کارروائی میں تھوڑی سی تاخیر واقع ہوئی۔ پنڈال حاضرین

سے بھرا ہوا تھا۔ تل رکھنے کی بھی گنجائش نہ تھی۔

سوامی شردھانندجی کا اعلان

شری سوامی شردھانندجی نے اعلان کیا کہ معتبر ذرائع سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایک تو خواجہ حسن نظامی مع ایک سو مسلمانوں کے متھرا میں آیا ہوا ہے۔ اور دوسرے اس وقت تک چونکہ کئی بچے گم ہو چکے ہیں اس لئے لوگوں کو زیادہ محتاط ہونا چاہیے۔

پردھان مہودے کی آمد

اس کے بعد باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ شری سوامی شردھانندجی اور شری پورن چندجی وکیل نے شریمان راجہ صاحب کی تعریف و توصیف کی۔ تالیوں کے درمیان راجہ صاحب صدارت کی کرسی پر بیٹھے

پردھان کے ابتدائی ریمارک

آنریبل سر راجہ رامپال سنگھ جی نے اپنا ایڈریس پڑھنے سے پہلے ذیل کے ریمارک کئے۔

تحریک شدھی نہایت ہی ضروری ہے۔ بھرت ملاپ کے بغیر ہندو دھرم زندہ نہیں رہ سکتا۔ کچھ صدیوں سے ہماری جاتی کے بہادر ملکانے ہم سے جُدا اٹھے۔ وہ اب اپنی پیاری جاتی کی آغوش میں آنے کے لئے رضامند ہیں۔ کیا آپ اس قدر سنگ دل ہیں کہ ان رتنوں کو اپنے ہاں سے ہمیشہ کے لئے کھو دیں گے۔ ہندو جاتی کا یہ دھرم ہے کہ وہ ان کو اپنی آغوش محبت میں لے (چپیر نہ) ورنہ آپ کی غفلت کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ ہندو قوم ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ جائیگی۔ اپنے دلوں میں پختہ ارادہ کرلو۔ اور اپنے دھرم پر ڈٹ جاؤ اور اس کیلئے ہی اپنے جیون کو وقف کر

دو۔ اس وقت تمہاری جاتی پر مختلف اطراف سے حملے ہو رہے ہیں۔ عیسائی۔ اور مسلمان ہندوستان کو ہڑپ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد راجہ صاحب کے منتری مہودے نے آپ کا ایڈریس پڑھ کر سنایا۔ ایڈریس پڑھنے میں ایک گھنٹہ کے قریب صرف ہوا۔

شری مہاتما ہنسراج جی کی تقریر

تالیوں کی گونج کے درمیان شری مہاتما ہنس راج جی اپنی تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور آپنے حاضرین کو اس کانفرنس کا کام بتلایا۔ آپ نے فرمایا کہ استقبالیہ کمیٹی اور کانفرنس کے پردھان صاحبان ہندو جاتی میں مشہور و معروف اصحاب ہیں۔ یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ راجہ صاحبان اس تحریک میں ہماری پشت و پناہ ہیں اور یہ دلیر راجپوت شیر بھی ہیں۔ جنہوں نے اس تحریک کی بنیاد رکھی ہے۔ اور ضروری ہے کہ ان سرگرمیوں کا پھل ہمیں ملے۔ مہاراجہ ادھیش شاہپور۔ اس تحریک کیلئے اپنا تن من دھن ارپن کئے ہوئے ہیں اور وہ اس تحریک کے عاشق زار ہیں۔ اگر دیگر والیان ریاست بھی ہماری اس کام میں مدد کریں تو ہم آج ہی کہیں آگے بڑھ جائیں۔ ہندو جاتی کے مہاپرشوں کو اپنے بھائیوں کو اس تحریک میں شامل ہونے کی پریرنا کرنی چاہیے۔ چونکہ شور زیادہ تھا۔ اس لئے کنور لال جی کو بھجن گا کر حاضرین کو خوش کرنے کے لئے کہا گیا۔ بھجنوں کے بعد باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔

مہاراجہ ترداکا بھاشن

مہاراجہ صاحب نے اس طرح اپنی تقریر کا آرمبھ کیا۔ ان خیالات کا پرچار شری سوامی دیانندجی مہاراج نے کیا۔ یہ ہماری شدھی کی تحریک محض بھراتری میلن ہے ہمکو اپنے ملکانہ بھائیوں کو مبارکباد دینی چاہیے کہ وہ ایسے حالات میں بھی ہندو رہے۔ آپ شتابدی سے جو سبق سیکھنا چاہتے ہیں وہ ملکانہ ٹھاکروں نے آپ کو سکھلا دیا ہے۔

آپ عملی طور پر اس سوال کو حل کریں یا شاستری پرشنوں کو مساوی طور پر اس مطالعہ پر لاینحل کہنا چاہئے۔ اس سے ہندو قوم کی آزمائش ہو گی۔ آپ اس بات کی پرتگیا کریں کہ ہم اس کام کو سرانجام کرینگے

لالہ دیوراج جی کی تقریر

جالندھر کے شری لالہ دیوراج جی نے فرمایا کہ اس وقت حالات بڑے نازک ہیں۔ اب وقت تقریر بازی میں ضائع کرنیکے لئے نہیں ہے۔ ہمارے کام میں دیویاں بڑا درجہ رکھتی ہیں۔ کیا دیویاں اس کام میں ہماری مدد کرنے کیلئے طیار ہیں۔ یہ سوال تین دفعہ پوچھا گیا۔ اور جواب اثبات میں ملا۔ لالہ دیوراج کی تقریر بڑی پر اثر تھی۔

راجہ صاحبان کی امداد

بہت سے راجہ صاحبان نے اس کے بعد اختصار سے اس پاک تحریک کے مقاصد اور اغراض کی تائید کی۔

راجہ امیٹھی کی تقریر

راجہ صاحب امیٹھی نے ایک پر اثر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت تک ہمارا دیش ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک یہاں دھارمک اتحاد نہیں ہوتا۔ ہم کو اس سوال کے حل کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ اور پھر دنیا میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو کہ ہماری کوششوں سے سر نہ ہو سکے۔ ہندو دھرم بڑا وسیع دھرم ہے اور اس کے اندر سارا برہمانڈ آ جاتا ہے۔ اگر آپ سچی نتیجہ چاہتے ہیں۔ اگر آپ کا یہ وشواش ہے کہ ویدبھگوان حملہ سائنس کا بھنڈار رہے تو آپ کو اس تحریک کی خاطر اپنا جیون پردان کرنا چاہئے۔ میں الفاظ میں اس مدد کا ذکر نہیں کر سکتا جس کی آپ سے توقع ہے۔ میں صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ یہ آپ کا فرض اولین ہے۔

مہاراجہ سارلانہ کا اُپدیش

مہاراجہ سارلانہ نے راجپوتوں کا اتہاس بیان کرتے ہوئے کہا کہ بھارت ورش کی مکتی صرف اسی تحریک میں ہے جسے مہاراجہ شاہپورہ نے کھڑا کیا ہے۔ لیکن یہ سبھا کوئی آجکل کی پیدائش نہیں ہے۔ بلکہ اس کا پراچین دھارمک گرنتھوں میں ذکر آتا ہے۔ غیر ملکی اقوام کو شدھ کیا جاتا تھا۔ گھٹوٹ کچھ کی ماتا غیر ملکی تھی۔ اگر وید کی کلیانی بانی منشیہ ماتر کیلئے نہیں ہے۔ تو پھر اسے عالمگیر کا خطاب نہیں مل سکتا۔ کیا نبیوں سے پہلے دنیا علم اور گیان کے بغیر تھی۔ خود غرض آدمیوں نے ازتھ مچا دیا۔ انہوں نے ویدوں کے بعد بہت سا ارتھ کیا۔ وید کسی منشیہ کی بانی نہیں ہیں۔ بلکہ بھگوان کی بانی ہیں۔ چونکہ ہندوؤں کے اندر تنگدلی آ گئی ہے۔ اس لئے اُن کی ترقی رک گئی ہے۔ میں اس تحریک کا دل سے حامی ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ہزاروں ملکانوں کو شدھ ہوتے دیکھا اور ایسے شدھی کے موقع کے وقت پر ہیں۔ آپکو تنگدلی کو خیرباد کہنی چاہئے اور سب کیلئے دھرم کے دروازے کھول دینے چاہئیں۔

(چیرز)

۲۲- فروری ۱۹۲۵ء

ملاپ

متھرا میں شدھی کانفرنس کا شاندار اجلاس

کانفرنس کی منظور شدہ قرار دادیں

پہلا ریزولیوشن

شری مہنت رامچندر جی شاستری نے ذیل کا پہلا ریزولیوشن پیش کیا۔

"شدھی ویدوں کے مطابق ہے۔ اور جاتی کی انتی اور ادھار کیلئے ضروری ہے"

پراچین زمانہ سے اس کا رواج ہے۔ پراچین گرنتھ اس امر کے شاہد ہیں۔ شدھی کی رسم دوسرے مذاہب سے عاریتاً نہیں لی گئی ہے۔ اس ریزولیوشن کی تائید مہاشہ دلبر بندھو ایڈیٹر تیج دہلی نے کی۔ تائید مزید مہاشہ شانتی سروپ نے کی۔ اور آخر کار یہ ریزولیوشن متفقہ رائے سے پاس ہوا۔

دوسرا ریزولیوشن

اس کے بعد شری لالہ رام پرشاد جی نے یہ ریزولیوشن پیش کیا" یہ کانفرنس قرار دیتی ہے کہ ہندوؤں کی مختلف سماجوں اور سبھاؤں کو ملک کے جملہ حصوں میں شدھی سبھا کی شاخیں قائم کرنی چاہئیں۔ شری لالہ خوش حال چند جی نے اس کی تائید کی۔ دیگر اصحاب نے جن میں پنڈت رام گوپال شاستری بھی شامل تھے۔ تائید مزید کی۔ یہ دونوں ریزولیوشن متفقہ طور پر پاس ہوے

تیسرا اور چوتھا ریزولیوشن

تیسرا اور چوتھا ریزولیوشن اس امر کے متعلق ہے کہ ان اشخاص پر کوئی سزا مقرر ہونی چاہیئے جو کہ شدہ شدہ بھائیوں کے داخلہ کے خلاف ہو۔

پانچواں ریزولیوشن

آخری ریزولیوشن پیش ہوا۔ کہ ہر ایک بھائی کو حتی الامکان شدھی کی توسیع کرنی چاہیئے۔ اس کی سوامی شردھانند جی نے تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے بھارتی سمیلن کہنا چاہیئے۔ صاحب صدر نے آخری ریمارکوں میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

ملاپ
۲۵- فروری ۱۹۲۵ء

دیانند شتابدی پر ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ جمع کیا گیا

اڑھائی لاکھ روپے کی کتابیں فروخت ہوئیں

متھرا ۲۲ فروری- دیانند شتابدی کا میلہ ختم ہو چکا ہے۔ یاتری بڑی تیزی سے اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔ مہاتما ہنس راج جی اور سوامی شردھانند جی دہلی چلے گئے ہیں۔ آریہ سماج کے دوسرے لیڈر بھی روانہ ہو رہے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن متھرا سے اجمیر- آگرہ- دہلی- پنجاب غرضیکہ ہر طرف سپیشل ٹرینیں جاری ہیں۔ دو لاکھ کے مجمع میں یکلخت روانگی پر بھی کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ پوری ترتیب اور شانتی سے لوگ اپنا اپنا راستہ پکڑ رہے ہیں ۲۳- فروری تک دیانند شتابدی کیمپ خالی ہو جائے گا۔ اب یہاں شری نارائن سوامی جی مہاراج موجود ہیں جو سارا کام کر رہے ہیں۔

ودیش پرچار کیلئے روپیہ

مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ۲۲- فروری کی صبح تک نوے ہزار روپیہ نقد جمع ہو چکا ہے۔ اور پچاس ہزار کے وعدے آ چکے ہیں۔ گویا کل ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ جمع ہوا ہے۔ میں نے تمام کتب فروشوں سے جو واقفیت حاصل کی اسکی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں نے اڑھائی لاکھ روپے کا لٹریچر خریدا ہے۔

دیانند کا مشن تب پورا ہوگا جب سچے براہمن کشتری اور سچے ویش پیدا ہونگے

دیانند شتابدی کیمپ میں بھائی پرمانند جی کا لیکچر

۲۶- فروری ۱۹۲۵ء

ملاپ

پھر تلوار کا زور ہوا اور مسلمان بنانیکے لئے تلواریں چلیں۔ ان دنوں بہت سے آدمی نکلے۔ تکارام۔ بھگت تلسی داس وغیرہ جنہوں نے ہندو دھرم کی جڑوں کو مضبوط کیا ہے۔ ان دنوں ہزاروں ہندو مارے جاتے مگر اسلام قبول نہ کرتے۔ اس وقت میرے دلمیں ایک خاص بات ہے جسے نویدن کرتا ہوں۔

کوہاٹ میں آریہ سناتنی وغیرہ سب رہتے تھے۔ ہندوؤں کی چار پانچ ہزار کی آبادی تھی۔ آج سب شہر تیاگ کر دوسرے شہر میں ہیں۔ ان سب کا حل کرنا ہے اور سوچنا ہے کہ ہم ویش دھرم کو کیسے قایم رکھ سکتے ہیں۔

مہاتما گاندھی بھی اسی معاملہ کے سمبندھ میں راولپنڈی گئے تھے۔ وہاں خلافتی مسلمانوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ مگر وہ مسلمان جو سرکار کے ساتھ بات چیت کرنے تھے نہ آئے۔ مگر جو فساد کی بنا خیال کئے جاتے ہیں وہ آئے۔

مہاتما جی کے ساتھ بات چیت سے معلوم ہوگیا کہ بہت بڑا سبب لڑائی کا وہ کرشن سندیش نامی کتاب نہ تھی۔ بلکہ یہ جلن تھی کہ کیوں ہندو لوگ مسلمان ہوئے لوگوں کو واپس لینے کے لئے شدھ کرتے ہیں۔ وہاں پر اُنھوں نے بتلایا کہ ڈیڑھ سو ناری ہر سال مسلمان بنتے تھے۔ مہاتما جی نے پوچھا۔ کہ استریوں کو کیسے مسلمان کیا جاتا ہے جواب دیا کہ جو بیاہی ہوتی ہیں مسلمان ہونے کے بعد اُن کی پہلی شادی فسخ ہو جاتی ہے

مہاتما جی نے رات بھر سوچکر بتلایا کہ اس بات چیت سے اُن کے آتما میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔

رشی دیانند کا مشن تب پورا ہوگا۔ جب سچے کھشتری۔ سچے براہمن اور سچے

ویش پیدا ہوں گے۔ کوہاٹ کے واقعہ میں کئی آدمیوں نے سچے کھشتریوں کی طرح کام کیا۔ مثلاً ایک کاہن سنگھ نے چار پانچ گھنٹے اکیلے سارے محلہ کو بچائے رکھا بعد میں رات کو پکڑ کر مار دیا گیا۔ ایک استری نے اپنے زخمی پتی کی حفاظت کی۔ اور تب تک جانے سے انکار کیا۔ جبتک اُسے نہ لایا جائیگا۔

اسی طرح ہمارا پردھان انگ کہ تو یہ "ڈیوٹی" پر ہوگا کہ آریہ سماج کو کہ تو یہ سکھلائیگا تو وہ پردھان انگ بن جائیگا۔ شتابدی کے پوتر موقعہ پر دھرم کو بچاؤ۔ دھرم کو آپ بچائیں وہ آپکی رکھشا کریگا۔

اخیر میں بھائی جی نے استریوں سے پرارتھنا کی کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بیٹوں کو اس کام کیلئے تیار کریں۔

ملاپ ۲۶-فروری ۱۹۲۵ء

بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کی متھرا کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کا صدارتی ایڈریس

بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کی متھرا کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے پردھان ہودے راجہ جے اندر بہادر سنگھ والئے ہودا نے اپیل کی تقریر کی۔ معزز پردھان جی اور سجنو! میری زندگی میں یہ بڑے آنند کا موقع ہے کہ میں آپ کا سواگت کرنے کیلئے بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کی طرف سے آپستھت ہوا ہوں۔ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو اُودار تا پوروک گلے لگانے کے علاوہ جاتی کے کچھ سیوک کیلئے اور کرتی وستو خوشی کا موجب ہو سکتی ہے۔

सजातो येन जातेन यातिवंशः समुन्नतिम्। परिवर्ति
[illegible] संसारे मृतः कोवा न जायते [illegible] धन्यास्ते
येन पश्यन्ति [illegible] [illegible] यम

سواگت کرنے سے پہلے آپ کی سیوا میں اس سبھا کا مختصر اتہاس نویدن کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

۲۰۔ اگست ۱۹۲۲ء کو کشتریہ اپکارنی سبھا کا اجلاس جو کاشی دھام میں شریمان راجہ سر رامپال سنگھ جی کے۔سی۔آئی۔ای ممبر کونسل آف سٹیٹ پردھان تعلقہ داران سبھا اودھ کی صدارت میں ہوئی تھی۔ اس میں اسی مطلب کا پرستاد پاس ہوا تھا کہ شاہی زمانہ میں جو راجپوت ہندو دھرم تھا ہندو جاتی سے الگ ہو گئے تھے تھا جواب اپنے دھرم اور برادری میں ملنا چاہتے ہیں انہیں شدھ کر کے دوبارہ برادری میں ملا لیا جائے۔ راجپوت جاتی کی سمتی جاننے کے لئے یہ پرستاو اخبارات میں چھپوایا گیا۔

۲۹۔ دسمبر ۱۹۲۲ء کو کشتریہ پرتی ندھی سبھا کا اجلاس آگرہ میں لفٹننٹ راجا درگا نرائن سنگھ جی نروازیش کی صدارت میں ہوا جس میں کھشتریہ جاتی کی سہمتو گیات کر ملکانہ راجپوتوں کے ملا لینے کا پرشاد سروسمتی سے منظور کیا گیا۔

اس کے بعد کشتریہ مہاسبھا آگرہ کے ۲۶ ویں سالانہ جلسہ میں ۳۱۔ دسمبر ۱۹۲۲ء کو شریمان راجہ ادھیراج سرنا ہر سنگھ جی کے سی آئی ای شاہ پور ادھیش کی صدارت میں یہ پرستاد دوبارہ متفقہ رائے سے منظور ہوا۔

ابھی شدھی کے کام کرنیکا وچار ہو ہی رہا تھا۔ کہ لاہور کے ایک اخبار سے مسلمانوں کو اس وچار کا گیان ہوا۔ بس پھر کیا تھا مسلمان آپے سے باہر ہو گئے۔ اور اُنہوں نے راجپوت مہاسبھا کو کوسنا شروع کیا۔ستھان ستھان پر انکی سبھائیں ہونے لگیں اور مسلمانوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ سماچار پتروں دوارہ راجپوت جاتی کو بدھ کا ننترن دیا جانے لگا۔ مولوی لوگ۔ آگرہ متھرا وغیرہ اضلاع تھا بھرت پور ریاست میں ملکانہ بھائیوں کو طرح طرح کے لالچ دے کر شدھ نہ ہونے کیلئے پریرنا کرتے تھے۔ سب سے پہلے کھنڈ مائی گرام میں چوٹیاں کاٹ دی گئیں۔ ان واقعات کے باعث ۱۳۔ فروری ۱۹۲۳ء کو آگرہ میں شریمان سوامی شردھانند جی کی صدارت میں جملہ ہندو

فرقوں کا سنگھٹن کر کے بھارتیہ ہندو شدھی سبھا قائم کی گئی۔ اس سمہ یہ بھی نشچت ہوا کہ جو ملکانہ راجپوت اپنی شدھی کرانا چاہیں انہیں باقاعدہ شدھ کر کے پھر اُن کی برادری میں ملا دیا جائے۔

اس فیصلہ کی اطلاع آگرہ کے نزدیک کئی مواضعات اور بڑے بڑے نگروں اور تیرتھوں میں پہنچی۔ تو ہندوؤں اور اُن کی جملہ سبھاؤں نے بھی اِس کی تائید کی۔

شدھی

سب سے پہلے (آگرہ) نواسی ٹھاکر کہیر سنگھ جی اپنے پریوار سمیت ۲۵ فروری ۱۹۲۳ء کو شدھی سبھا دوارہ شدھ کئے گئے۔ اِسی طرح ۳۰ دسمبر ۱۹۲۴ء تک شدھی سبھا نے ۲۰۶ گراموں کو شدھ کیا۔ اِس شدھی کاریہ نے ہندو جاتی میں جیون اور بیداری پیدا کر دی۔ اب جملہ ہندو ماتر کا دھرم ہے۔ کہ ان شدھ شدھ بھائیوں سے برادری کے تعلقات قائم کریں۔

راجپوت جاتی کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۳۰ کروڑ ہندوستانی میں ایک کروڑ سے کم راجپوت ہیں۔ اِس لئے اگر ۳۰ لاکھ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو ملایا جائے۔ تو کل ہندو جاتی کی سوبھا ہو گی۔ اِسی طرح جاٹ۔ گوجر۔ تگے۔ براہمن۔ کائستھ۔ داہیر وغیرہ بھی شدھ کر کے برادریوں میں ملا لئے جائیں۔ تو جاتی اور دھرم کی رکھشا ہو جائے گی۔

ملاپ ۲۶۔ فروری ۱۹۲۵ء

شدھی سبھا کے پنڈال متھرا میں پرنسپل دیوانچند کی گرج

اس کے بعد لالہ دیوان چند جی نے وکھیان دیا۔

پرنسپل دیوانچند کی تقریر

سوال ہوتا ہے۔ کہ ہم شدھی کیوں کرنا چاہتے ہیں؟
اِس کے تحت میں دو سوال آجاتے ہیں۔
(۱) چھوٹی ذاتیں جو ہیں اُن کا اُدھار
(۲) دوسروں کو اپنے دھرم میں شامل کرنا۔
یہ کام اِس لیئے کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ زندگی کے نشان ہیں۔
میں چھوٹا سا بچہ تھا۔ نہ کھا سکتا تھا۔ نہ پی سکتا تھا۔ نہ کھڑے ہونے کی طاقت تھی۔ مگر آج میں پونے چھ فٹ کا نوجوان ہوں۔ دس پندرہ میل چلنا معمولی بات ہے۔ یہ تبدیلی کیسے آئی؟ اِس کا کارن ہے۔ کہ ہمارے اندر ایک ایسی شکتی ہے۔ جو باہر سے چیزیں جذب کر کے اپنے اندر لے آتی ہے اور جسم بڑھتا ہے۔

بیس برس کا عرصہ ہوا کہ بڑے بڑے سلمان شدھ ہونے کو تیار تھے۔ مگر آج وہ پکے ہو چکے ہیں۔ اگر دس سال اور شدھی نہ ہوتی تو یہ ملکانے دس فیصدی بھی ہمارے ساتھ نہ ملتے۔ ہماری سوسائٹی ایسی حالت میں سے گذر رہی ہے کہ ذرا دیر سے کامیابی ہوگی۔
جو کچھ کرنا ہے اب کرو ورنہ پھر موقع نہیں ملیگا۔"

اگر ہندو دوسری جاتیوں میں شامل ہو گئے تو ہمارا قافیہ ایک دن میں تنگ کر سکتے ہیں۔ جس طرح جسم کا کوئی انگ بُرا نہیں۔ اسی طرح سوسائٹی کا کوئی حصہ خراب نہیں ہے۔

اگر گئو رکھشا کرنی ہے۔ دیش سیوا کرنی ہے تو شدھی کرو۔

ملاپ ٢٧۔ فروری ١٩٢٥ء

دیانند شتابدی کے بعد

متھرا ٢٢۔ فروری دو روزہ ہوئے شتابدی کا مہوتسو آنند پورک سماپت ہو گیا۔ شتابدی کی رونق آخری دن سے دو دن پہلے ہی کم ہونی شروع ہو گئی۔ دیانند

شتابدی کے ہفتہ میں شتابدی کے بازاروں کی چہل پہل۔ یاتریوں کے ست سنگی سبھاؤ۔ عام جنتا کی ایمانداری۔ حوصلہ پیدا کرنے والے گیت غرضیکہ ہر ایک چیز دیانند نگری کی شوبھا کو بڑھانیوالی تھی۔

پنجاب کیمپ کے پربندھ کرتا اس بات کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے کہ اُن کے پنجابی بھائیوں نے ہر ایک قسم کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے بھی ہر جگہ رہنا سویکار کیا۔ آج قریباً تمام یاتری چلے گئے ہیں۔ کل دونوں سپیشل ٹرینیں تمام پنجابیوں کو لے گئیں۔ مدھیہ پرانت و بہار پرانت کے کچھ لوگ ابھی یہاں رہ گئے ہیں۔ بہت سے یاتری اب متھرا شہر یا بندرابن میں چلے گئے ہیں۔ اور بہت سے ہردوار کو۔ جو تھوڑے سے یاتری باقی رہے ہیں ان کو اب یو۔پی کے کیمپ میں۔ اکٹھا کر دیا گیا ہے تاکہ رات کو چوری وغیرہ کا خدشہ نہ رہے۔

تمام شتابدی میں سوائے ایک دو چوریوں کے کوئی بڑی چوری نہیں ہوئی۔ معمولی چیز اگر کسی کی گم ہو جاتی تھی۔ تو وہ بعد میں گم شدہ اشیار کے دفتر میں مل جایا کرتی تھیں۔ ہاں اگر کوئی وستو کسی بدمعاش کے ہاتھ لگ جاتی تھی تو وہ نہ ملتی تھی ایشور کا دھنیہ ہے کہ شتابدی کے احاطہ میں کسی کی جیب نہیں کتری گئی۔ پاس ہی متھرا شہر والوں کی نمائش لگی ہوئی تھی۔ وہاں پر کئی یاتریوں کی جیب کتری گئی۔ اور بعض اوقات کافی نقصانات ہوئے۔

احاطہ شتابدی میں ١١ ہسپتال تھے اُن کے علاوہ کئی بھدر پرشوں نے اپنے خرچ پر ہسپتال کھولے ہوئے تھے۔ گورو نام ہسپتال پھلورو الے میں قریباً ٥٠٠ مریضوں کا علاج ہوا۔ ایسے ہی کراچی کے ایک مہاشہ نے اپنا جُدا ہسپتال کھولا تھا۔

پنجاب کیمپ کی طرف سے دو ہسپتالوں کا انتظام تھا۔ انگریزی ہسپتال میں ساڑھے تین ہزار مریضوں کا اور دیانند آیورویدک اوشدھالیہ میں ساڑھے چھ ہزار مریضوں کا علاج ہوا۔ اکثر مریضوں کو کھانسی کی شکایت تھی اور کسی قسم کی مہلک بیماری پیدا نہیں ہوئی۔ بندرابن ہسپتال میں دو ہزار مریضوں کا علاج کیا گیا۔ پنجاب

کیمپ میں طرفوں سے اخیر تک سوئم سیوکوں کی کمی رہی۔ پنجاب کیلئے یہ نہایت
قابلِ افسوس بات تھی۔ کہ ایک دن کیمپ پنڈال میں دوسرے پرانتوں کے
رضاکاروں کو پنجابیوں کی سیوا کرنے کیلئے اپیل کی گئی۔ پھر بھی مہتہ سادھو رام
اور لالہ نند لال مینیجران کی دن رات کوششوں کا نتیجہ تھا کہ پنجاب کیمپ کا
انتظام نہایت تسلی بخش تھا۔ وہ سوئم سیوک جو کہ رات کو بھی ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔
ملیچھ صاحبان اس کا بڑا دھنیواد کرتے ہیں۔ پنجاب کے یاتریوں کو لالہ نرنجن داس
کے پنجابی کارخانہ میں بننے سے بڑا آرام ملا۔ مہاتما ہنسراج جی۔ بخشی ٹیک چند جی
لالہ سائیں داس جی۔ لالہ درگا داس جی۔ پنڈت چمپت رائے جی۔ لالہ خوشحال چند جی
مہتہ امی چند جی۔ مہتہ رام چند جی اور دوسرے بزرگ بھی وہیں ٹھہرے تھے۔
جمنا دریا کی کرپا کچھ زیادہ ہی رہی۔ بعض اوقات ایک تماشائی پانی نہا گیا۔
پوسٹ آفس کا انتظام نہایت تسلی بخش تھا۔ تمام پتروں کو کپڑوں پر لٹکا دیا جاتا تھا
اور یاتری لوگ اپنا اپنا پتر آکر لے جاتے تھے۔ جن یاتریوں نے اپنا مکمل پتہ دیا ہوا
تھا ان کو ان کے مکان پر پتر ملتے تھے۔ شتابدی اُتسو کے ختم ہو جانے پر جو پتر
باقی بچے وہ سب ڈاک خانہ واپس بھیج دیے گئے تاکہ وہ پتر پڑھ کر ان کو مناسب
مقامات پر بھیج دیں اور جو چیزیں گم ہوئی تھیں وہ سب شتابدی کمیٹی کے دفتر میں
کچھ دیر تک پڑی رہیں گی۔ اگر کسی بھدر پرش کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو وہ بذریعہ خط پتہ
لگا سکتا ہے۔ زیادہ تر بوٹ۔ جوتے۔ کچھ کپڑے۔ چند ٹرنک اور کچھ سوٹیاں وغیرہ
وغیرہ پڑی ہیں

شتابدی کے بڑے بازار میں سب سے زیادہ پستکوں کی دوکانیں تھیں
کل ۵۰ دوکانیں تھیں اور دوکانداروں کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ جتنی بکری اس
موقع پر ہوئی ہے وہ شاید ہی کسی اور موقع پر ہوئی ہو۔ صرف دھرم پستکیں ہی
فروخت ہوتی ہیں۔ باوجود تھوڑی قیمت ہونے کے بھی دوکانداروں کو کافی
زیادہ منافع رہا ہے۔

اخبارات کا انتظام

باوجود اس قدر دور ہونے کے پنجاب کے پرسدھ پتر وہاں پر عین وقت
پہنچتے تھے اور لاہور کے پتروں میں تازہ سے تازہ حالات ملتے تھے۔ خاص متھرا
شتابدی کے موقعہ پر دو پتر نکلتے تھے۔ ملاپ کے پاٹھکوں کو یہ پڑھکر آنند ہوگا
کہ چونکہ ملاپ کیمپ عین موقعہ پر تھا۔ جتنی پنجابیوں کی سیوا اس نے کی ہے۔ وہ
شاید ہی کسی دوسرے پنجابی پتر نے کی ہوگی۔ اور جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے
لوگوں کو پنجاب کے حالات معلوم کرنے میں کبھی بھی تکلیف نہیں ہوئی۔
آپ کسی طرف سے بھی نگاہ ڈالیں آپ کو خوشی ہی خوشی پراپت ہوگی۔
میونسپل کمیٹی۔ پولیس۔ سوئم سیوک۔ تانگوں۔ ریل۔ ڈاک خواہ کوئی انتظام لے لیں
ہر ایک میں یاتری کو آرام پہنچانے کی بات مدنظر رہتی تھی۔ اگر کوئی تانگہ والا زیادہ
پیسے لیتا تھا۔ تو اس کو فوراً احاطہ سے باہر نکال دیا جاتا تھا۔ سب سے زیادہ بات یہ تھی کہ
یہاں پر ست جگ تھا۔ لوگ بھائی بہن ماتا پتا کی زندگی بسر کرتے تھے۔ چند شریر
مسلمان پچھلے دنوں علی گڈھ و دیگر علاقوں سے بھیس بدل کر یہاں پہنچے۔ مگر آریہ
مِتر اور سوئم سیوک کچھ ایسے چوکس ہوئے کہ ان کو جلدی ہی دم دبا کر بھاگنا پڑا۔ کچھ
پکڑے گئے۔

شدھی سبھا کا کام

شتابدی کے مہوتسو پر باقی سب کاموں سے شدھی سبھا آگرہ سبقت
لے گئی۔ شدھی سبھا نے جدا عالیشان شامیانہ لگایا۔ اور ہر صبح و شام کو وہاں پر نہایت
دلچسپ پروگرام رکھا گیا۔ رات کو کنور سکھ لال جی اور دیگر مشہور بھجنیکوں کے بھجن
ہوا کرتے تھے اور جلسے میں راجے مہاراجے سبھاپتی مقرر ہوتے تھے۔ ایک دن بڑا
بھاری سبھا بھوج ہوا اور ملکانے شدھ کئے گئے۔ لوگوں نے دل کھول کر

چندہ دیا۔ شدھی سبھا کو چھ ہزار کے لگ بھگ چندہ اکٹھا ہوا۔ اور کوئی ایک ہزار کے زیورات ملے۔ مکھ پنڈال سے اتر کر وہاں سب سے زیادہ رونق رہتی تھی۔

سادھو منڈپ

سادھو منڈپ میں ہر وقت رونق لگی رہتی تھی۔ کوئی نہ کوئی سنیاسی مہاتما کسی نہ کسی وشے پر ہر وقت بولتے رہتے تھے۔ صبح کو سادھوؤں کی منڈلی کے بھجن دلوں کو ہلا دینے والے ہوتے" دیانند کا کام پورا کریں گے" پراتہ کال کیا شوبھا دیتا تھا۔

سوامی ستیہ دیو نے ایک جدا ہی رونق لگا رکھی تھی جو لوگ نہ تو مکھیہ منڈپ میں اور نہ شدھی سبھا میں زیادہ حصہ لیتے تھے۔ وہ سب سوامی جی کے لیکچر میں آیا کرتے تھے۔ نمائش کے بھاری میدان میں سوامی جی کے لیکچر نے وہ اثر کیا۔ کہ لوگ بڑی رات تک اندھیرے میں بیٹھے رہے۔ سوامی جی کے تمام ویاکھیان جدا جدا جگہوں پر ہوئے۔ اور زیادہ تر آریہ سوراجیہ۔ ہندو سنگھٹن۔ ہندو رکھشا۔ اچھوت ادھار اور برہمچریہ پر ہوئے تھے۔ ان کی غیر ملکوں کی مثالیں اور اپنی یاترا کے حالات بڑے ہی دلچسپ تھے

ملاپ ۲۷۔ فروری ۱۹۲۵ء

دیانند جنم شتابدی اُتسو نے بڑے بڑے لوگوں پر کیا اثر کیا؟

دیانند شتابدی اُتسو کی عظیم الشان کامیابی کو دیکھ کر ملاپ کا نمائندہ مختلف لیڈروں کے پاس پہنچا اور اُن سے خیالات کے اظہار کی پرارتھنا کی۔ یہ انٹرویو سلسلہ وار ملاپ میں شائع ہوتے رہیں گے۔ لیکن آج مختصراً اُن کے بیانات درج کیے جاتے ہیں۔

شری مہاتما ہنس راج جی

جس پریم۔ اُتساہ۔ جوش اور دھرم پرچار کے اُلاس کا درشیہ میں نے دیکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آریہ سنسار میں یہ نہ صرف قائم رہے۔ بلکہ دن بدن بڑھتا رہے لوگ محض میلہ دیکھ کر ہی اپنی طاقتوں کو ختم نہ کر دیں۔ بلکہ اس میلہ کو اپنی سرگرمیوں کا آغاز سمجھیں۔ اس میلہ کے بعد آریہ ہندوؤں پر بڑی بھاری ذمہ داریاں آ پڑی ہیں۔

شری سوامی ستیانند جی

اس میلہ کو دیکھ کر میرے من پر پربھاؤ پڑا ہے۔ کہ آریہ سماج میں بڑی بھاری شکتی ہے۔ آریہ لوگ جو دو اڑھائی لاکھ آدمیوں کا اس خوبی سے پربندھ کر سکتے ہیں۔ وہ کسی بڑے بڑے سے کام کو بھی کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

شری ماسٹر آتما رام جی بڑودہ

اس میلہ کو دیکھ کر ہم کو نشچے ہو گیا ہے کہ ہم بہت جلد اپنے ۲۲ کروڑ ہندو بھائیوں کو آریہ سماج کے اثرات کے اندر لا سکیں گے۔ اور اس اُتسو نے بتلا دیا ہے کہ ہندو جاتی کا مستقبل بڑا شاندار اور چمکیلا ہو گا۔

ڈاکٹر کلیان داس دیسائی بمبئی

تیس ہزار دیویوں۔ پانچسو سادھوؤں۔ اور لاکھوں آریوں کو دیکھ کر میرے دل پر بڑا اثر پڑا ہے۔ کسی کانگریس کیمپ میں بھی میں نے ایسا نظارہ نہیں دیکھا۔ اتنے تعلیم یافتہ آدمیوں کا اکٹھا ہونا ایک معجزہ ہے۔ ویش بھگتی اور اونچی روحانیت کی لہریں متواتر چلتی ہوئی دیکھی گئیں۔ جاگرتی کے یہ نشان ملک میں ایک نئی روح

پیدا کریں گے =

شری مدھوسودن جی بنگال

ایک ہفتہ کے لئے جو دیا نند نگری بنی تھی اُس نے ست جگ کے زمانہ کا
نظارہ پیش کر دیا۔ نہ پولیس اور نہ کائی والنٹیر تھے۔ پھر بھی ایسا پربندھ ۔ ایسی
شانتی دیکھ کر چت گد گد ہو رہا ہے =

سوامی ستیہ دیو جی پری ورا جک

دیش کے اندر اس شتابدی کا یہ اثر پڑے گا کہ آریہ سماج ایک جیتی جاگتی
سوسائٹی ہے۔ لیکن اب آریہ سماج کو چاہئے کہ وہ نیا پروگرام اختیار کرے ۔ اور
اپنا کام محض تیاگیوں کے ہاتھ میں دیدے ۔

لالہ دُنی چند جی وکیل ممبر لیجسلیٹو کونسل

یہ شتابدی سوراجیہ کا پیش خیمہ ہے ۔ اور آریوں نے بتلا دیا ہے کہ اُن کے اندر
آرگنائزیشن کی بڑی طاقت موجود ہے ۔

---

۱۵ - مئی ۱۹۲۵ء ملاپ

ہندو سوراجیہ کے بغیر ہندوؤں کی تہذیب و تمدن ناممکن ہے
ہم جملہ غیر ہندو اقوام کو شدھ کرکے دم لیں گے

فخر وطن لالہ ہردیال جی کا سویڈن سے اہم مراسلہ

میں ہندو سنگھٹن کی بابت جو کچھ لکھتا ہوں وہ بحیثیت ادھیایک اور آدرش

وادی لکھتا ہوں میں خیالات اور اُمنگوں کا پرچار کرتا ہوں ۔ میں کمیٹیوں ۔ کونسلوں
جھگڑوں اور پارٹیوں وغیرہ کی دلدل سے دور رہتا ہوں ۔ اور ہندو قوم کے مستقبل کو
اپنے دل کے پربت سے دوربین لگا کر دیکھتا ہوں ۔ میرا دل پربت کی لطیف اور صحت
بخش ہوا میں رہتا ہے ۔ اور اُسے دور کے پر فضا نظارے اور سنہری مینار نظر
آتے ہیں ۔ آج یا کل یا پرسوں کیا ہو رہا ہے اور کیا کرنا ہے ان سوالوں کو میں فضول
اور بے معنی سمجھتا ہوں ۔ کونسلوں کے جھگڑوں کا خواہ ہندوؤں کے حق میں فیصلہ
کیا جائے ۔ خواہ مسلمانوں کے حق میں اُن سے آیندہ کے لئے کچھ پائیدار عمارت
نہیں بنائی جا سکتی ہے ۔ میں بنیادوں کی طرف دیکھتا رہتا ہوں اور غور کرتا ہوں
کہ قومی ریاست قائم کرنے کیلئے کیا عناصر ضروری ہیں ۔ بس میں سب دیش بھگتوں
سے عرض کرتا ہوں کہ بنیادوں کو مضبوط کرو ۔ روزمرہ کے جزوی معاملات کی خاک
سے آنکھوں کو اتنا کمزور نہ ہونے دو کہ دور آدرش نظر سے ہی غائب ہو جائے ۔ علاوہ
ازیں میں ایک نہایت مشکل آدرش کا پرچار کرتا ہوں ۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں
کی مدد کی ضرورت نہیں ہے اور ہم ان کی مدد منظور نہیں کرینگے ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ
مسلمانوں کی خوشامد مت کرو ۔ میں صاف کہتا ہوں کہ ہم ہندو سوراجیہ اور شدھی کے
ذریعہ سے ہی ملک کو ہمیشہ کیلئے امن اور اتفاق کی برکتوں سے مالا مال کر سکتے ہیں
باقی ساری لیپا پوتی فضول ہے اور صرف ایسی کچی دیواری کی مانند ہے ۔ جو بارش سے
جلد ڈھے جائے گی ۔ میں پکارتا ہوں کہ ہم ہندوستان میں اور پنجاب میں ہندو
سوراجیہ قائم کرینگے ۔ اور تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کو شدھ کرکے رشیوں کا
شدھ بھارت بنائیں گے ۔ میں یہ نعرہ بلند کرتا ہوں جس کے دو کان ہوں وہ سن لے
ہاں مسلمان بھی سن لیں ۔ عیسائی بھی سن لیں ۔ کیا کلیا میں گریجویٹ سکتا ہے ۔ گیا کا پھوسی
اور چھوٹی تقریروں سے اتنے بڑے ملک کی قومی تحریک کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے ۔
یہ ناممکن ہے ۔ ہندو سوراجیہ اور شدھی کے آدرشوں کو ایک بار نہیں ۔ دو بار نہیں ۔
بلکہ دس بار سو بار دہرا کر کہتا ہوں کہ ہندوؤں کی رکھشا صرف اس مارگ سے ہو سکتی ہے

لیکن بعض عاقل مدبر چپکے سے میرے کان میں کہتے ہیں کہ خبردار اتنا نہ چلاؤ۔ شاید وہ مسلمان رہبر نہ سُن لیں پھر وہ ناراض ہو جائیں گے اور سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ اور کانگریس میں نہیں آئیں گے۔ خاموش خاموش۔ دل میں تو ہمارے بھی یہی خیال ہے۔ کیونکہ ہم بھی ہندو ہیں۔ لیکن اس طرح کھلم کھلا کہنے اور لکھنے سے نفاق بڑھ جائے گا اور مسلمان خفا ہوں گے۔ پس ذرا چپ رہو۔ ایسی بات کہنے کی کیا ضرورت ہے

میرا جواب یہ ہے کہ یہ میری آتما کا سندیسہ ہے۔ مجھے نہ مسلمانوں سے آج سمجھوتہ کرنا ہے اور نہ کانگریس کے جلسہ میں جانا ہے۔ مجھے نہ اوپری دکھاوے سے کام ہے اور نہ اخباروں کے سمپادکوں کا خوف ہے۔ مجھے صرف ایک سچار ہے اور میرا صرف ایک فرض ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اس اپنی ہندو قوم کی راکھ کے ڈھیر کی تہ میں کہیں بھی ذرا سلگتی ہوئی آگ باقی ہے۔ تو اس پر پھونکیں مار مار کر ایک ایسا شعلہ پیدا کیا جائے۔ جس میں ہماری غلامی اور غریبی اور ذلت اور خواری ہمیشہ کے لئے بھسم ہو جائے۔ کیونکہ یاد رکھو کہ پنجاب پھر رشیوں کا شدھ پنجاب ہو گا۔ یا عیسائی ہو جائے گا گویا انشٹ ہو جائیگا۔ مسلمانوں سے زیادہ عیسائی بھارت ورش کے دشمن ہیں۔ آج مسلمان غل مچاتے ہیں لیکن در اصل عیسائیت زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ غیر قوم کی حکومت کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محکوم قوم غیر تہذیب اور مذہب کو اختیار کر لیتی ہے۔ شروع میں ذرا مخالفت کی طاقت ہوتی ہے۔ لیکن ذرا دور کی بات سوچو۔ اگر ہندو سوراجیہ نہ ہو گا تو ہندو تہذیب قائم نہیں رہے گی۔ چند ہندو مذہبی فرقوں کے پرچار اور سرکار انگریزی کی مذہبی رواداری کی وجہ سے عیسائیت کی لہر جو ذرا رُک گئی ہے۔ اس سے قبل از وقت خوشی کی تالیاں نہ بجاؤ۔ غیر سرکار خواہ کچھ ہی کرے یا نہ کرے۔ لیکن اگر غیر قوم کی حکومت ہو گی تو ضرور کبھی نہ کبھی غیر قوم کی ساری سنستھائیں اس ملک میں قائم ہو جائیں گی۔ آئرلینڈ میں انگریزی زبان بولی جاتی ہے جزیرہ فلپائن میں عیسائی مذہب ہے۔ لنکا میں بہت سے تعلیم یافتہ اصحاب عیسائی ہیں۔ الغرض جس قوم کا راج رہتا ہے۔ اُس کی زبان اُس کا ساہتیہ۔ اس کی پوشاک

اس کا مذہب اسکی تاریخ۔ اس کی وضع قطع۔ اسکی ساری زندگی محکوم قوم کے ملک میں اس طرح گھر کر لیتی ہے۔ جیسے کوئی مصور فوٹو کھینچتا ہے۔ پس ہندو سوراجیہ کے بغیر ہندو قوم کی سنستھاؤں کی حفاظت ناممکن ہو گی۔ ہر غلام قوم خود دوڑ کر حاکم قوم کی نقل کرنے میں فخر کرتی ہے۔ یہ عالمگیر اُصول ہے آیندہ کیلئے اگر اس پنجاب میں اور اس ہندوستان میں ایسی زبردست جوالامکھی نہ پھٹے گی جیسی آج سے دو برس پیشتر اٹھی تھی تو بھارت ورش اور پنجاب، خواہ عیسائی ہو جائے۔ خواہ کچھ اور بن جائے لیکن سارا بھارت ورش نہیں رہیگا۔ اور جب ہماری رشی بھاشا۔ ہماری تاریخ۔ ہمارے تہوار۔ ہمارے نام اور ہماری سنستھائیں یہاں نہ رہیں گی۔ تو ہماری طرف سے کچھ ہی ہو اور کوئی بسے۔ اگر ہندوستان ہندوؤں کا استھان نہیں رہیگا۔ تو ہماری قومی ہستی ختم ہو جائے گی۔ ؎

بلبل نے آشیانہ چمن سے اُٹھا لیا
اُس کی بلا سے بوم بسے یا ہما بسے

پس ہندو سوراجیہ کے بغیر نہ صرف ہمارا دھن لٹ رہا ہے اور ہمارا مال جا رہا ہے۔ بلکہ ہماری سنستھائیں خطرہ میں ہیں۔ اس لئے ہم ہندو نام کی دُہائی دے کر سب ہندوؤں کو بُلاتے ہیں۔ اور پنجاب میں پنجابی ہندوؤں کو پکارتے ہیں۔

میں ایک نہایت مشکل آدرش کا پرچار کرتا ہوں یعنی ہندو سوراجیہ اور پوری شدھی۔ یہ تو دو باتیں ہوئیں لیکن اب نئی تیسری بات بھی اسی آدرش میں شامل کرتا ہوں اور وہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام ہندو اور خصوصاً پنجابی ہندو سرحدی قبیلوں اور افغانستان کو فتح کر کے اُن کی شدھی کریں اور انہیں ہندو قوم میں پھر ملا لیں افغانستان کوئی جدا ملک نہیں ہے۔ یہ ہندوستان اور پنجاب کا ایک حصہ ہے۔ افغانستان میں ہماری مورتیاں اور مندروں کے کھنڈرات آج تک پائے جاتے ہیں جب تک افغان اور سرحدی قبائل ہندو قوم میں شامل نہ کئے جائیں گے تب تک ہمارے ملک کی حفاظت کا پورا انتظام نہیں ہو سکتا ہے۔ تاریخ ہند سے ظاہر ہے کہ اس ہماری

قطعہ سے ہم کو بہت دکھ پہنچ سکتا ہے۔ اگر یہ بہادر لوگ اسلام کے پیرو رہیں گے پھر ان کو دوبارہ ہندو بنانا بھی ہماری راج نیتی کا فرض ہے۔ پھر فارس کا بڑا ملک ہمارا ہمسایہ رہیگا اور یہ ہماری قدرتی حدود ہوں گی۔ لیکن افغانستان اور سرحد کو اسلام کے ہاتھ میں چھوڑنا بیوقوفی اور کوتہ اندیشی ہے۔ اس وجہ سے یہ تین اصول ہمارے سامنے ہیں (۱) ہندو سوراجیہ (۲) سب مسلمانوں۔ عیسائیوں کی شدھی (۳) افغانستان اور سرحد کی فتح اور شدھی۔

اب تو سب معمولی ہندو دیش بھگت مجھے بالکل پاگل اور دیوانہ ہی نہ سمجھنے لگیں گے۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کے بغیر معمولی سوراجیہ بھی نہیں مل سکتا اور یہ باقی دو اصول تو مجذوب کی بڑ ہیں۔ خیر صاحب اب ذرا دلیل کے دائرہ میں قدم رکھیئے۔ سوراجیہ کے لئے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت کیوں ہے۔ میرا یہ سوال ہے۔ اگر بعض محبان وطن یہ کہیں کہ صرف ہندوؤں کی طاقت سے سوراجیہ نہیں ملیگا اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اگر ہندو اور مسلمان مل جائیں گے تو ضرور سوراجیہ حاصل ہو جائیگا۔ یہ بھی تو چند کانگرسی رہبروں کی من مانی بات ہے ۱۸۵۷ء کے غدر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا اتحاد تھا تو کیا تیر مار لیا تھا۔ دونوں کو شکست ہوئی۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں بڑا ایکا تھا۔ تو کیا سوراج مل گیا۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ ثبوت نہ اس بات کا دیا جا سکتا ہے اور نہ اُس بات کا کیونکہ سوراجیہ کا حاصل کرنا مستقبل کا معاملہ ہے۔ آئندہ کیا ہونا ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ سب اپنے اپنے خیالات اور تجویزیں پیش کر سکتے ہیں۔ پس اگر کانگرسی رہبر کہتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق سے ضرور سوراجیہ ملیگا تو میں یہ اعتراض کرتا ہوں کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ پھر اگر وہ یہ کہیں کہ صرف ہندو سنگھٹن سے ہندو ریاست قائم کرنا ایک ناممکن امر ہے تو میں جواب دوں گا کہ کون بتلا سکتا ہے کہ کیا ممکن ہے اور کیا ناممکن ہے۔ میری رائے میں ہندو مسلمانوں کو ملا کر ایک مشترکہ ریاست قائم کرنا بھی ناممکن امر ہے۔ یہ سب کاغذی اور زبانی بحث ہے

زمانہ دکھا دیگا کہ کیا ہوگا۔ لیکن سب رہبر اپنی اپنی پیشین گوئیاں کر سکتے ہیں۔ نہ معلوم کون سچا جوتشی نکلیگا۔ پورا ثبوت تو آج کوئی بھی نہیں دے سکتا ہے میری رائے میں دو لاکھ انگریزوں کے مقابلہ میں بائیس کروڑ ہندو اپنا سوراجیہ قائم نہیں کر سکتے تو اُن کے ساتھ سات کروڑ مسلمانوں کو ملا دینے سے بھی سوراجیہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ اگر دو لاکھ انگریز بائیس کروڑ سے برتر ہیں تو وہ تیس کروڑ سے بھی برتر رہیں گے۔ بلکہ اگر ان ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ۔ تبت برہما۔ جاوا اور چین کے باشندوں کو بھی مدد پر بلا لیا جائے تو وہ بھی وہ دو لاکھ بہادر انگریز ان سب نکمے اور بزدل لوگوں کو شکست دیکر میدان سے بھگا دیں گے۔ صرف تعداد سے فتح نہیں ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہندو خود اپنی ریاست قائم نہیں کر سکتے تو مسلمانوں کی مدد سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ دونوں ناکامیاب ہونگے اور اگر ہندو خود اپنا سوراجیہ لے سکتے ہیں تو مسلمانوں کی مدد کی کیا ضرورت ہے اس بات پر غور کرنا چاہیئے۔

جس شخص نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ سب کچھ ممکن ہے۔ اور سب کچھ ناممکن ہے۔ اورنگ زیب کے عہد میں اگر کوئی مدبر یہ کہتا کہ انگریز دو سو سال کے اندر نیپال کے سوا تمام ہندوستان پر قابض ہو جائیں گے تو لوگ اُسے پاگل سمجھتے۔ اسی طرح اگر سنہ ۱۷۳۰ء میں کوئی عالم یہ رائے ظاہر کرتا کہ سنہ ۱۸۳۰ء میں لاہور میں ہندو مہاراجہ کا دربار ہوگا تو اُسے احمق قرار دیا جاتا۔ اگر سنہ ۶۰۰ء میں کوئی شخص یہ خیال پیش کرتا کہ صرف سو سال کے بعد فارس مصر شمالی افریقہ اور کنعان میں عربوں کی حکومت ہوگی تو اُسے خلل دماغ کے عارضہ میں مبتلا سمجھا جاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تاریخ کا کھیل نیارا ہے۔ ہمیشہ نئے کرشمے ہوتے رہتے ہیں۔ اور نئے گل کھلتے رہتے ہیں۔ یہ دونوں الفاظ "ممکن" اور "ناممکن" تاریخ میں بے معنی ہیں۔

ہم بھی اب ایک نیا گل کھلاتے ہیں اور اس گل کی مہک کابل سے کلکتہ تک

اور کشمیر سے راج کماری تک پھیل جائیگی۔ یہ کل ہندو سنگھٹن اور خصوصاً پنجابی ہندو سنگھٹن کا سنگھٹن ہے۔ اس سے ہندو ریاست قائم ہوگی۔ پورن شدھی ہوگی۔ اور افغانستان اور سرحد کی فتح ہوگی۔ یہ سب معجزے اور کرامات آئیندہ ظہور میں آئیں گے۔ اب رہا یہ سوال کہ کیا یہ ممکن ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" یعنی ہر شخص کا خیال اُس کی ہمت کے مطابق ہوتا ہے

ایک مشکل اور اونچا آدرش صرف ان بڑی آتماؤں کی سمجھ میں آسکتا ہے جو بہت قربانی کرنے کو تیار رہوں در اصل ہر شخص صرف اپنے دل کو دیکھ کر کہتا ہے کہ فلاں کام ممکن ہوگا۔ اور فلاں کام ناممکن ہوگا۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا ہے۔ جن کا ر خود غرض ہندوؤں کو صرف دال پینی اور دھوتی باندھنی آتی ہے اُن کیلئے تو سب کچھ مشکل ہے۔ اُن کی رائے میں تو سوراجیہ لینا ہی ناممکن ہے۔ کیونکہ ہندو اور مسلمان بہت کمزور ہیں اور انگریزوں کا اقبال اوج پر ہے۔ لیکن جن ہندوؤں کے دل میں رشیوں۔ بیروں اور گوروؤں کی سکشا کام کر رہی ہے۔ اُن کیلئے نہ صرف ہندو سوراجیہ بلکہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح بھی بالکل آسان ہے یہ صرف اپنی ہمت کا معاملہ ہے۔ قدرت کی طرف سے کوئی آدرش نہ مشکل ہے نہ آسان۔ جن لوگوں میں دھن اور پران کی قربانی کرنے کا مادہ نہیں ہے اُنکے لئے ایک پاٹھ شالا قائم کرنا بھی دشوار ہے۔ لیکن جن کی آتما میں بلی دان دینے کی شکتی موجود ہے اُن کے لئے ہندو سوراجیہ قائم کرنا بہت آسان معلوم ہوتا ہے کاہلوں کیلئے گھر کا چراغ بھی بہت دور ہے لیکن تیاگی بیروں کے لئے چاند سورج اور دھرتارا بھی بہت پاس ہیں اور صرف ہاتھ پسارنے کی دیر ہے۔ یہ اصلی بھید ہے۔ انگریزوں کے بھی صرف دو آنکھیں اور دو کان ہیں۔ وہ بھی آدمی ہیں پھر اُنہوں نے کس طرح اپنے راج کا جال اتنے ملکوں میں پھیلا رکھا ہے۔ ہندوؤں کے بھی دو آنکھیں اور دو کان ہوتے ہیں وہ بھی آدمی ہیں۔ پھر وہ اپنا گھر بھی کیوں نہیں سنبھال سکتے۔ فرق صرف دل اور دماغ میں ہے۔ اور زیادہ تر دل میں

پس ہندو بھائیو! اپنا دل مضبوط کرو۔ اور ہندو سوراجیہ اور پورن شدھی تمہارے بائیں ہاتھ کا کرتب ہیں۔

اب میں کوتہ اندیش محبان وطن سے عرض کرتا ہوں کہ ہندوؤں کو یہ نہ سکھاؤ کہ مسلمانوں کی مدد کے بغیر سوراجیہ نہیں ملے گا۔ اور اُن سے یہ نہ کہو کہ تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کی شدھی ناممکن ہے۔ بلکہ ان کو یہ سکھاؤ کہ ہندو صرف اپنی طاقت سے سوراجیہ لے سکتے ہیں۔ اور شُدھ بھارت اور شُدھ پنجاب بنا سکتے ہیں جیسا مسلمانوں کے حملہ سے پہلے تھا۔ جو ہندو مسلمانوں کے حملہ سے پیشتر شُدھ بھارت ادرش کو دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتا اُس کا فرض ہے کہ وہ خود اسلام قبول کرلے۔ کیونکہ وہ دراصل اسلام کی فتح کو مانتا ہے۔ شدھی کے آدرش کو چھوڑ دینا اپنی قومی آتما کا خون کرنا ہے۔ پس ہندوؤں سے یہ نہ کہو کہ مسلمانوں کی مدد ضروری ہے۔ بلکہ انہیں یہ سکھاؤ کہ اگر مسلمان اور عیسائی مدد دینا بھی چاہیں تو اُسے منظور نہ کرو۔ یہ سوراجیہ کا رستہ ہے جسے اپنے بازو کی طاقت کا بھروسہ ہے اُسکی جیت ہوگی جو غیروں سے سمجھوتہ اور صلح نامہ کرتا پھرتا ہے اور اپنی عزت کا پاس نہیں کرتا وہ اور اُس کے بیگانہ مددگار سب مارے جائیں گے۔ جب مسلمان پراچین بھارت کی سب سنستھاؤں کا نرادر کر کے فارسی اور عربی تہذیب کو ہندوستان میں پھیلاتے ہیں تو ہم اُن کے ساتھ مل کر کام نہیں کر سکتے

آخر ہندوؤں کی بے اُصولی اور بے ہودگی کی بھی کچھ حد ہونی چاہیئے۔ اگر ہندو ہر سال رامچندر کا تہوار مناتے ہیں۔ تو ان مسلمان اور عیسائیوں سے ہم کو ضرور نفرت ہوگی۔ جو رامچندر کا نام ہندوستان کی سرزمین سے بالکل بھلا دینا چاہتے ہیں۔ اگر ہندو سنسکرت اور ہندی ساہتیہ سے پریم رکھتے ہیں۔ تو ان کیوتوں سے ضرور ہم کو کچھ حذر کرنا چاہیئے۔ جو فارسی اور عربی ساہتیہ کو ہندوستان میں داخل کر رہے ہیں۔ اگر ہندو گئو رکھشا کا غل مچاتے ہیں تو گئو گھشک ہندیوں اور پنجابیوں سے انہیں ذرا الگ رہنا چاہیئے۔ میرا منشا یہ ہے کہ ہندوؤں کو کچھ تو اُصول کا خیال رکھنا چاہیئے۔

سچی بات یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے کسی سدھانت یا سنستھا سے گہرا پریم نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے انہیں بیگانوں سے نفرت بھی نہیں ہے۔ یہ فارسی پڑھنے کو بھی تیار تھے اور اب انگریزی پڑھنے کو بھی تیار ہیں۔ مطلب صرف روپے سے ہے۔ جبتک انہیں روپیہ مل جائے اور ان کی جان بچی رہے اور اُن کے بچوں کا بیاہ ہو جائے تب تک یہ خوش ہیں۔ قومی یا مذہبی اصول بھاڑ میں جائیں۔ اسی وجہ سے قومی آزادی انہیں ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ پس میں اس بیماری کا علاج یہ پیش کرتا ہوں کہ اپنی قومی سنستھاؤں کا پریم بہت بڑھایا جائے۔ اپنی بھاشا۔ اپنی تاریخ۔ اپنے تہوار۔ اپنے مہاپرش۔ اپنی پوشاک اپنی خوراک۔ الغرض اپنی ہندو سنستھاؤں کے لئے زندہ الفت پیدا کی جائے۔ پھر مسلمانوں اور عیسائیوں کی مدد لینے کا خیال بھی بیہودہ معلوم ہونے لگیگا۔ جو ہندوستانی خود ہر لمحہ ان ہماری قدیم سنستھاؤں کی جڑ کاٹ رہے ہیں اُن کے ساتھ کس مطلب کے لئے ملکر کام کریں۔ دراصل سوراجیہ کا ایک مقصد تو یہ بھی ہے کہ قومی تاریخ اور ساہتیہ کی حفاظت ہو۔ سوراجیہ سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ ملک میں دھن زیادہ ہو اور آبادی بڑھ جائے۔ یہ عجیب نظارہ ہے کہ جو مذہبی فرقہ (مسلم اور عیسائی) قوم کی بنیادوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ ان سے قومی سوراجیہ قائم کرنے کیلئے مدد مانگی جاتی ہے۔ ذرا سوچنے کی بات ہے یہ مذہبی اصولوں کا سوال نہیں ہے۔ یہ قومی سنستھاؤں کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ میری رائے ناقص میں ہندوؤں کا یہ اصول ہونا چاہیئے۔ کہ اگر مسلمان اور عیسائی ہمارے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے شدھی کے راستہ سے ہندو بنجائیں تب تک وہ سوراجیہ کی تحریک میں حصہ نہیں لے سکتے۔ کیونکہ یہ دراصل ایک بے معنی فعل ہوگا۔ کہ ہر روز جڑ کو کاٹیں اور پھر پتوں کو سینچنے کے لئے ہمارے ساتھ ملیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ سچے محبان وطن ہیں تو ہندو بن جائیں۔ تب ہم انہیں سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ میں قومی آدرش کے لحاظ سے یہ بات کہتا ہوں۔ مذہبی اصولوں کا سوال یہاں نہیں ہے۔

پس میں اس مہلک خیال کے برخلاف آواز اٹھاتا ہوں کہ ہندو خود اپنا سوراجیہ حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہمیشہ مسلمانوں کے دست نگر رہیں گے یہ خیال ہندوؤں کیلئے

زہر قاتل ہے۔ دنیا میں سب انسان برابر ہیں۔ صرف دل میں فرق ہے۔ اور دل کی حالت بار بار اچھی سکشا کے دہرانے سے بدل سکتی ہے۔ اگر ہم ہندوؤں سے ہمیشہ یہ کہتے رہیں گے کہ تم کمزور ہو۔ تم یہ نہیں کر سکتے۔ تو نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ وہ دراصل یقین کر لیں گے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ اصول یورپ کے عالموں نے کبھی دریافت کیا ہے۔ کہ جس شخص سے بار بار کوئی ایسی بات کہی جائے۔ وہ ویسا ہی بن جاتا ہے۔ کیونکہ اسکی چھپی ہوئی آتما اس طرف ہی دھیان دیتی ہے۔ مثلاً اگر ہم کسی شخص سے ہر روز کہیں۔ کہ تو بہت بزدل ہے اور لڑ نہیں سکتا تو وہ کچھ عرصے کے بعد بالکل بزدل بن جائیگا۔ لیکن اگر ہم کسی شخص سے ہر روز یہ کہیں کہ تو بہادر ہے اور شہید بن سکتا ہے۔ تو وہ دراصل بیر اور شہید بن سکے گا اس قانون کو انگریزی میں سجیشن (suggestion) کہتے ہیں۔ اس اصول سے ہی مہاپرشوں نے معمولی آدمیوں کی کایا پلٹ کر انہیں بیر اور شہید بنا دیا ہے۔ حضرت محمدؐ نے عرب کے وحشی قبیلوں سے کہا کہ تم ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہو۔ اور وہ معمولی انسان آگ بگولے کی طرح گھر سے نکل کر ایشیا اور یورپ پر چھا گئے۔ گرو گوبند سنگھ جی نے سینکڑوں برس کے غلاموں کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ تم بھی افغانوں اور مغلوں کے برابر ہو۔ اور پہلے شہید بن کر پھر فاتح بن سکتے ہو۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہی معمولی کسان جن کے باپ دادا لوٹے اور پیٹے جا رہے تھے۔ ایک زبردست ریاست کے بانی بن گئے۔ اسی طرح کرامول نے انگلستان میں اپنی فوج ظفر موج کو فتح کا آلہ بنایا۔ اس لئے میں عاقل رہبروں سے عرض کرتا ہوں کہ دبے ہوئے ہندوؤں کو اور زیادہ نہ دباؤ۔ یہ ہندو پہلے ہی سے سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کمزور ہیں ہم منتشر ہیں۔

۲۲- مئی ۱۹۲۵ء

ملاپ

پاگل کی بکواس

اگر ایک کروڑ ہندو نیم پاگل بھی ہو جائیں تو وہ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے مالک بن سکتے ہیں

(دیش بھگت شری لالہ ہردیال جی ایم۔ اے مقیم سویڈن)

میں پاگل پن کے خطاب کو بخوشی قبول کرتا ہوں

مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بعض مسلمان محبان وطن نے مجھے "پاگل" کا خطاب دیا ہے۔ کیونکہ میں نے ہندو مسلم مسئلے کی بابت چند ناقص خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں وطن سے دور بیٹھ کر صرف چند ذاتی خیالات کا پرچار کرنا چاہتا تھا۔ اور میں نے صرف علمیت کی رو سے اس سوال پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خیالات غلط اور بے بنیاد ثابت ہوں۔ ممکن ہے کہ ان خیالات میں ہندوستان اور پنجاب کی آزادی کا راز پنہاں ہو یہ آیندہ کا معاملہ ہے۔ کون بتا سکتا ہے کہ کب اور کس طرح سوراجیہ حاصل ہو گا۔ محبان وطن تاریخ اور راج نیتی شاستر کا مطالعہ کر کے اپنی اپنی تجویزیں پیش کر سکتے ہیں۔ مرض ایک ہے۔ اور حکیم بہت سے ہیں۔ دیکھیں کس کا نسخہ کارگر ہوتا ہے۔ اس میں خواہ مخواہ یاوہ گوئی اور ذاتی حملوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دلیل کے مقابلہ میں دوسری دلیل پیش کرنی چاہئے تاکہ اس اہم مسئلہ پر بحث کی جا سکے۔ لات تو گدھا بھی مار سکتا ہے۔ علاوہ ازیں میں تو دراصل پاگل ہوں اور کچھ فیصدی ہندوؤں کو بھی اپنے ساتھ پاگل بنانا چاہتا ہوں۔ اگر صرف ایک کروڑ ہندوؤں کے دل اور دماغ میں میری نسبت صرف آدھا پاگل پن بھی ہو تو ہندو قوم نہ صرف کل ہندوستان اور پنجاب کا سوراجیہ لے لیگی بلکہ

مشرقی افریقہ۔ فیجی اور ماریشس وغیرہ ملکوں پر بھی قابض ہو جائیگی۔ یہ ہندو سنگھٹن کے پاگل بھگتوں اور سیوکوں کا آدرش ہونا چاہیئے۔ بیشک میں تو ہندو نوجوانوں کو ویروں اور شہیدوں کے اس عظیم الشان پاگل خانہ میں داخل کرانا چاہتا ہوں۔ جہاں نقصان کو لابھ۔ غریبی کو امیری اور موت کو زندگی سمجھا جاتا ہے۔ میں تو ایسے پکے پورن پوتر پاگل پن کا پرچار کرتا ہوں۔ میں اس خطاب کو بخوشی قبول کرتا ہوں۔

راج نیتی کی اصلی بات

خیر اگر مجذوب کی بڑ میں اثر ضرور مانا گیا ہے۔ اب ذرا راج نیتی شاستر کی کتاب پر غور کرنا چاہیئے۔ اندھا دھند کام کرنے سے قومی آزادی نصیب نہیں ہو سکتی۔ قومیت کا جذبہ آزادی کیلئے ضروری ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ زندہ زبردست جذبہ کس طرح پیدا ہوتا ہے اور ترقی پاتا ہے۔ کیا اس ہنر کے بھی کچھ اصول ہیں یا نہیں؟ اگر مسلمان محبان وطن راج نیتی شاستر کی کسی بڑی کتاب کو کھول کر پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ تو ان کو قومیت کے جذبہ کی بابت تلقین ملے گی۔ کہ ایک پائیدار قومی ریاست کیلئے ایسی یگانگت ضروری ہے۔ جو ایک ملک۔ ایک زبان۔ علم ادب۔ تاریخ۔ رواج اور دستور پوشاک اور خوراک پر مبنی ہے۔ یونہی کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا بٹور کر ایسی دلی یگانگت پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر دیش بھگتی کا جذبہ کمزور ہو گا تو لوگ دھن اور پران کی قربانی نہیں کریں گے۔ جو قوم امن کیوقت میں دھن کی اور جنگ کے موقع پر پران کی کافی قربانی نہیں کر سکتی وہ غلامی کے نرگ میں گر جائیگی۔ اس لئے ایک ملک۔ ایک زبان ایک تاریخ وغیرہ عناصر کو لیکر اُن کی بنیاد پر قومی ریاست قائم کی جا سکتی ہے۔ قومی سنستھاؤں سے اتفاق ہوتا ہے۔ لفظوں اور تقریروں سے نہیں۔

ہندو مسلمانوں میں اصلی جھگڑا مذہبی نہیں

اسی سلسلہ میں میں یہ بھی ثابت کرونگا۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان

در اصل مذہبی جھگڑا نہیں ہے۔ بلکہ قومی سنستھاؤں کا سوال ہے۔ مسلمان ہندوستان کی قومی بنیادوں کی جڑ کاٹتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمیں اُن سے اختلاف ہے۔ اُن کے مذہبی اصولوں کی وجہ سے تفرقہ نہیں ہے۔

(۱) ملک۔ قومیت کیلئے ایک ملک کی ضرورت ہے۔ وہ تو موجود ہے یعنی ہندوستان اور پھر پنجاب۔ بنگال وغیرہ۔ لیکن مسلمان خواہ مخواہ دوسرے ملکوں میں بہت دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔

(۲) زبان۔ قومیت کے لئے ایک زبان کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کے اندر در اصل کئی قومیں آباد ہیں۔ یعنی پنجابی۔ بنگالی۔ مرہٹہ۔ گجراتی وغیرہ۔ لیکن قدیم زبان سنسکرت کے ذریعہ سے ان قوموں کے عالم رہبروں کے درمیان یگانگت ہوتی ہے کاشی میں سب صوبوں سے ودیارتھی آکر سنسکرت بھاشا کا ساہتیہ پڑھتے ہیں۔ اس طرح سارے ہندوستان کے اتفاق کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ اگر ہمارے پنڈت سنسکرت نہ پڑھیں تو "ہندوستان" صرف ایک جغرافیہ کی اصطلاح بن جائیگا۔ لیکن قومی یگانگت کا خیال بالکل غائب ہو جائیگا۔ سنسکرت میں وید۔ رامائن۔ مہابھارت۔ شاستر۔ پُران وغیرہ قومی علم ادب موجود ہے۔ اس کے پریم سے سارے بھارت ورش کی محبت بڑھتی ہے صرف لفظ "ہندوستان" یگانگت پیدا نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ سنسکرت بھاشا کروڑوں ہندوستانیوں کے رہبروں کو یگانگت کے دائرے میں لاتی ہے۔ میری رائے ناقص میں تمام ہندوستانی تحریکوں کے بڑے رہبروں کو سنسکرت سے بھی بہرہ ور ہونا چاہئے۔ جنہیں سنسکرت کا علم نہیں ہے اُنہیں صرف اپنے صوبہ ہی میں کام کرنا چاہیئے۔ سنسکرت کے بغیر دوسرے صوبوں سے اصلی تعلق قایم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہندو تہذیب کی کنجی سنسکرت بھاشا ہے۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ مسلمان محبان وطن سنسکرت بھاشا کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے یہ کون سے مذہبی اصول کے برخلاف کارروائی ہوگی۔ وہ اپنی مذہبی تعلیم کیلئے عربی پڑھیں لیکن اگر وہ ہندوستانی ہیں تو اس ملک کی قدیم زبان کا مطالعہ کرنا اُن کے رہبروں

اور عالموں کا بھی ضروری فرض ہے۔ یہ مذہبی سوال نہیں ہے۔ ہندو قوم کے اندر بہت سے بدھ اور سمیر والے ہیں۔ جن کے مذہبی اصول مختلف ہیں۔ لیکن اُن کے رہبر سنسکرت پڑھتے ہیں۔ اگر مسلمان خدا کی وحدت۔ روزہ۔ نماز۔ دوزخ بہشت وغیرہ مذہبی اصولوں کو قبول کرتے ہیں تو اس سے ہندوستانی قومیت میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے۔ لیکن اگر وہ سنسکرت بھاشا اور سارے سنسکرت علم ادب کو برباد کر کے بالکل بھلا دینا چاہتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو ہندوستانی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ ملک کی اُلفت کے معنی یہ ہیں۔ کہ ملک کی زبان اور اس کے علم ادب سے الفت ہو۔ ملک سے مراد یہ تو نہیں ہے کہ ہندوستان کے پتھروں۔ درختوں اور جانوروں سے محبت ہو۔ جس کو وطن کی زبان اور وطن کے علم و ادب کا پریم نہیں ہے۔ وہ محب وطن نہیں ہے۔ خواہ وہ سوراجیہ کے لئے کتنا ہی گلا پھاڑ کر چلائے

علی گڈھ ہندوستان میں واقع ہے یا ایران میں

آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ عربی کے علاوہ مسلمان اصحاب فارسی علم ادب کا بہت مطالعہ کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ علی گڈھ میں کتنے طلبا سنسکرت پڑھتے ہیں۔ اور کتنے فارسی میں اعلے لیاقت حاصل کرتے ہیں۔ مگر کیا علی گڈھ ہندوستان میں واقع ہے۔ یا ایران میں۔ فارسی۔ انگریزی۔ جاپانی۔ جرمن اور دوسری زبانیں معمولی طور پر پڑھنا اور بات ہے۔ لیکن سنسکرت کے قومی علم و ادب کو چھوڑ کر اس کے مقابلہ میں فارسی علم و ادب کو اختیار کرنا قومی غداری ہے۔ اس طرح قومی یگانگت کی ایک بڑی بنیاد از حد کمزور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہندو تو کالیداس اور بالمیکی شاعری کا حظ اُٹھاتے ہیں۔ لیکن مسلمان سعدی اور حافظ کا نام رٹتے ہیں۔ کیا یہ بھی اسلام کا اُصول ہے کہ ایک ملک میں رہکر دوسرے ملک کی شاعری کو قبول کیا جائے۔ ایرانی قوم اپنے فارسی علم ادب کو عزیز رکھے۔ ہندی مسلمانوں کو سنسکرت کا پرچار کرنا چاہیئے۔ ورنہ وہ محبان وطن نہیں ہیں۔ وہ

صرف محبان فارس ہیں۔
جو ہندوستانی شخص سنسکرت۔ بھاشا اور ساہتیہ سے پریم نہیں رکھتا
اُس سے ہم کو دلی اختلاف ہے۔ اگر ہمیں ایسے کپوت اور بدیسی غلام سے کچھ بھی اعتراز
نہیں ہے تو ہمیں اپنی قومی بھاشا کا پریم بھی نہیں ہو سکتا۔ تعلیم یافتہ مسلمان اصحاب
مجھے اس سوال کا جواب دیں کہ وہ سنسکرت علم ادب کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے
اس سے اسلام کا کونسا اُصول بگڑ جائے گا۔

غیر ملکی حروف

(۳) سنسکرت تو تمام ہندوستان کے رہبروں کے درمیان اتفاق کا ذریعہ
ہے۔ لیکن مختلف صوبوں کی الگ الگ قومی زبانیں ہیں۔ اسی وجہ سے میں صرف
ہندوستان کا ذکر نہیں کرتا ہوں بلکہ ہندوستان اور پنجاب کا نام ساتھ ساتھ
لیتا ہوں۔ بنگالی دیش بھگت بھی ہندوستان اور بنگال دونوں کا پریم بڑھائیں
مرہٹہ بھی اسی طرح کام کریں۔ یہی قدرتی راستہ ہے۔ صرف بھارت ورش کے
نام سے سچی گہری دیش بھگتی پیدا نہیں ہوگی۔ پنجاب کی زبان پنجابی ہے۔ ہندی
دیش (اودھ۔ راجپوتانہ و نیپال) کی بھاشا ہندی ہے وغیرہ۔ ماتری بھاشا سب سے
اعلیٰ اور ضروری قومی رتن ہے۔

اب غور کیجئے کہ یہاں بھی مسلمانوں نے اپنی ایک عجیب قومیت بنانے کا انتظام
کیا ہے۔ عربی زبان تو نہیں بولتے ہیں۔ لیکن خواہ مخواہ ہندی بھاشا کو عربی
حروف سے لکھنے لگے۔ بھلا یہ کہاں کی عقلمندی ہے اور اس سے کیا مطلب ہے؟
اس طرح ایک بیہودہ زبان "اردو" نکالی ہے۔ کسی ملک میں یہ بیہودگی دیکھنے میں نہیں
آئی ہے کہ قوم کی زبان کو غیر ملک کے حروف سے لکھا جائے۔ اور اپنے قدیم حروف
کو ترک کر دیا جائے۔ کیا یہ بھی اسلام کا اُصول ہے کہ انگلستان کے مسلمان انگریزی
زبان کو عربی حروف سے لکھنا شروع کر دیں۔ ورنہ وہ اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ اور کیا

انگلستان کے مدرسوں میں دو طرح کی کتابیں استعمال کی جائیں گی۔ اگر چند انگریز بھی
مسلمان بن جائیں تو کیا وہ عربی حروف سے لکھی ہوئی انگریزی عبارت کو پڑھنا بھی اپنا مذہبی
اُصول سمجھیں گے۔ یہ صرف قومی زبان اور حروف کا سوال ہے۔ یہاں کوئی مذہبی
اُصول خطرہ میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں مسلمان ہندی کے شاعروں کا کلام نہیں
پڑھتے ہیں۔ بلکہ دس پانچ اُردو کے شاعروں کی غزلوں کو اپنا قومی علم ادب سمجھتے
ہیں۔ علی گڈھ کے کتنے طلباء نے تلسی داس کی رامائن کو پڑھا ہے
اور اگر انہیں اپنی قومی نظم کا علم ہی نہیں ہے۔ تو وہ محبان وطن کیونکر بن سکتے ہیں۔
بعض عیسائی اصحاب اب ہندی کو انگریزی حروف سے لکھنے لگے ہیں۔ یوں ایک ملک
میں تین بھاشائیں ہو جائیں گی۔ یہ قومی غداری ہے۔

عربی نام کیوں؟

میں یہ بھی پوچھتا ہوں کہ مسلمان اصحاب عربی نام کیوں رکھتے ہیں۔ اگر وہ عربی
زبان ہر روز نہیں بولتے ہیں۔ تو صرف عربی نام لکھنے سے کیا خاص فائدہ ہے۔ اگر
کوئی ہندو اسلام قبول کرے تو وہ اپنا اصلی سنسکرت یا ہندی زبان کا نام بدل کر
نیا عربی نام کیوں اختیار کرتا ہے۔ کیا ہندی نام سے بہشت کا دروازہ نہیں کھلے گا؟
اسلام کا یہ عام اُصول ہے کہ جو شخص خدا کی وحدت اور حضرت محمد صاحب کی پیغمبری
کو مانتا ہے وہ مسلمان ہے۔ یہ ہرگز اسلام کا اُصول نہیں ہے۔ کہ ہندوستانی بچوں
کے عربی نام رکھ کر ملک میں گڑبڑ مچائی جائے۔ صوبہ برار میں آج تک ایسے مسلمان
خاندان موجود ہیں جنہوں نے اپنے پُرانے ہندی نام نہیں بدلے ہیں۔ بہت سے عیسائی
اصحاب بھی اب اپنا نام نہیں بدلتے ہیں۔ جب تک مسلمان اس طرح عربی نام رکھیں گے۔
تب تک ہندوؤں کے دلوں میں اُن کے ساتھ یگانگت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ
عربی نام پسند کرتے ہیں وہ عربی زبان بھی بولیں۔ اور عرب میں جا کر بس جائیں۔
ہندوستان میں دو رنگی پھیلا کر کیوں قومی ہستی کو کمزور کرتے ہیں۔ ٹھیک کہاوت ہے کہ

کہ جیسا دیس ویسا بھیس - ہندوستان کے گلی کوچوں میں عربی میں اذان کیوں دی جاتی ہے -

الغرض ہندوستان کے مسلمان ایک نیم ہندی - نیم فارسی - نیم عربی قوم ہیں - اُن کی حالت پر غور کر کے ہنسی آتی ہے - بولیں ہندی زبان - لیکن عربی حروف سے اسے لکھتے ہیں - رہیں ہندوستان میں لیکن عربی زبان کے نام رکھتے ہیں - اور انہیں فارسی شاعروں سے نہایت الفت ہے - یہ نہ ہندی ہیں نہ ایرانی - نہ عربی بلکہ تین قوموں کی اترن پہنکر دُنیا کے سامنے آتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ انہیں اپنی حالت کا علم بھی نہیں ہے -

قومیت کی بنیاد تاریخ ہے

زبان اور شاعری کے علاوہ تاریخ کو قومیت کی بنیاد قرار دیا گیا ہے ہندوستان اور پنجاب کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ خیال دل میں جگہ کرتا ہے کہ ہم ایک قوم ہیں لیکن مسلمان تو اپنے ملک کی تاریخ سے بیزار ہیں - وہ اپنے مذہب کی تاریخ بھی پڑھیں اس میں ہرج نہیں ہے - لیکن ہندوستان اور پنجاب کے ہر بچّہ کو اپنے ملک کی تاریخ کا گہرا پریم ہونا چاہیئے - ملک کی تاریخ ہی قومی جذبہ کی آگ کیلئے ایندھن ہے - تاریخ کے تیل ہی سے دیش بھگتی کا چراغ جلتا رہتا ہے - اگر حب وطن برقی روشنی ہے تو تاریخ بجلی کی رو ہے -

قومی تاریخ میں مہاپرشوں کے نام ایسے ہیں جیسے آسمان میں تارے - مشترکہ مہاپرشی پوجا قومی یگانگت کا سادھن ہے - ان مہاپرشوں کے نام تہواروں کے ذریعہ سے زندہ رکھے جاتے ہیں - ہندوستان کی تاریخ میں رام چندر اور کرشن ایسے مہاپرش ہوئے ہیں - کہ اُن کی یادگار میں تہوار قائم کئے گئے ہیں اور رامائن کی کتھا سنائی جاتی ہے - مختلف مذہبی اُصولوں کو ماننے والے ہندو ان تہواروں میں حصّہ لیتے ہیں مگر صرف مسلمان الگ رہتے ہیں - یہ کیوں ہے؟ اگر آج بہت سے انگریز اسلام قبول کر لیں

تو کیا اُن کا فرض ہوگا کہ الفرڈ - کرامول - نلسن - ولنگٹن وغیرہ انگریزی مہاپرشوں کے ناموں کو بھول جائیں - ایران کے مسلمان شوق سے شاہنامہ پڑھتے ہیں جس میں ایران کے قدیم پارسی ہیروں کا ذکر ہے - لیکن ہندوستان کے مسلمان ایسے غافل ہیں کہ اپنی رامائن اور مہابھارت نہیں پڑھتے - اور اپنے رام چندر اور کرشن کے تہواروں میں شامل نہیں ہوتے - یہ کیسی قومیت ہے اور یوں کیونکر قومی اتحاد ہوگا مسلمان کو بھی دیوالی کی رات کو روشنی کرنی چاہیئے تاکہ ملک میں یگانگت ہو تب سب کے دلوں میں حب وطن کا نور روشن ہوگا - جو ہندوستانی کپوت دیوالی کی رات کو چراغ نہیں جلاتا - اُس سے ہمیں ضرور اختلاف ہے - یہ قدرتی بات ہے - قومی رواجوں سے اتحاد ہوتا ہے - لفظوں سے نہیں بڑے قومی تہواروں کے علاوہ ہر مذہبی فرقہ اپنے خاص مذہبی تہوار الگ منا سکتا ہے اس میں کچھ ہرج نہیں ہے -

رواج بھی قومی یگانگت کیلئے ضروری ہے

(۵) ملک زبان - علم ادب - تاریخ اور تہواروں کے علاوہ معمولی دستور اور رواج بھی قومی یگانگت کیلئے ضروری ہیں - مثلاً ہر قوم کی خاص پوشاک اور خوراک بھی ہوتی ہے - ہم کسی انگریز کو دھوتی کرتہ پہنے ہوئے نہیں دیکھتے - اور ایرانیوں کو کباب سے خاص الفت ہے - یہ چھوٹی باتیں ہیں - لیکن سماجک زندگی کے لئے ضروری ہیں اس سلسلہ میں گاؤ کشی کا سوال درپیش ہے - اگر اس کو صرف خوراک کا سوال ہی سمجھا جائے تو بھی مسلمانوں کو یہ قدیم قومی دستور نہیں توڑنا چاہیئے - ہندوؤں میں شیو وشنو - آریہ - دیوسماجی - سکھ - جین - راؤ - سوامی وغیرہ مذہبی فرقہ ہیں - لیکن وہ سب گئو مانس کھانے سے پرہیز کرتے ہیں - اسی طرح مسلمانوں کو بھی عمل کرنا چاہیئے - یہ اسلام کا اُصول نہیں ہے کہ گئو مانس ضرور کھایا جائے - اور ہندو ریاستوں میں مسلمان گئو مانس نہیں کھا سکتے ہیں - پس قومی یگانگت کے لئے روزمرّہ کی زندگی میں بھی ایسے قومی رواجوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے - جو مسلمان گئو رکھشا کی تحریک

میں شامل نہیں ہوتا وہ محب وطن نہیں ہے۔ اور ایسے شخص کے ساتھ کام کرنے سے سوراجیہ نہیں ملے گا۔ بلکہ ہندوؤں کی آتمائیں بالکل دُربل ہو جائیں گی۔ اگر بعض کمزور ہندو مسلمانوں کے ساتھ کام کرنے لئے تیار ہیں تو اُن کو چاہیئے کہ وہ سنسکرت تہوار اور گئو رکھشا وغیرہ کا غل نہ مچایا کریں۔ اگر کوئی اصول ہے تو اس کا لحاظ رکھو۔ ورنہ اس کا ذکر بھی نہ کرو۔ یہ مردوں کا شیوہ ہے۔

ہم قومی غداری کی اجازت نہیں دینگے

میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اس وجہ سے اختلاف نہیں ہے کہ مسلمان خدا کی وحدت۔ روزہ۔ نماز وغیرہ مذہبی اصولوں کو مانتے ہیں۔ بلکہ ہمیں مسلمانوں کے خلاف یہ شکایت ہے کہ وہ ہندوستان اور پنجاب کی قومی بنیادوں کو کمزور کرتے ہیں۔ اور ہماری بھاشا۔ شاعری۔ تواریخ۔ تہوار اور قومی روایتوں کو ترک کرکے فارس اور عرب کی قومی سنستھاؤں کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن فارس اور عرب کی قومی سنستھاؤں کی مدد سے ہندوستان اور پنجاب کی قومی ریاست قائم نہیں کی جاسکتی ہے۔ یہ قومی غداری ہے اور ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔

اگر مسلمان ہندوستان کی قومی سنستھاؤں کو اختیار کریں۔ سنسکرت اور ہندی پڑھیں۔ تہوار منائیں۔ ہندی نام رکھیں۔ اپنی پرستش گاہوں کو "مندر" کہیں (مسجد نہیں) اپنے مُردوں کو جلائیں۔ اور اپنے آپ کو "محمدی ہندو" کہیں تو سارا جھگڑا ختم ہو جائیگا۔

ملک میں صرف ایک قوم ہونی چاہیئے جس کا نام "ہندو" ہے۔ مذہبی فرقے بہت ہیں۔ مثلاً آریہ۔ سناتن دھرمی۔ رادھا سوامی وغیرہ۔ اسی طرح "محمدی ہندو" اور "مسیحی ہندو" بھی دو نئے مذہبی فرقے بن سکتے ہیں۔ لیکن ایک ملک اور ایک ریاست میں دو جداگانہ قومیں نہیں رہ سکتی ہیں۔ قوم ایک ہوتی ہے مذہبی فرقے کتنے ہی

ہو سکتے ہیں۔

پس موجودہ حالت میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں اصلی قومی یگانگت ناممکن ہے۔ کیونکہ مسلمان تو ہماری ساری قومی سنستھاؤں کو ترک کر چکے ہیں۔ اور وہ خود اپنی رضی سے اپنے آپ کو قومیت کے رنگ میں کبھی نہیں رنگیں گے۔ وہ میری دلیلوں کا اصلی مطلب بھی نہیں سمجھیں گے وہ صرف غصّے سے لال پیلے ہو جائیں گے۔

موجودہ حالت میں ایک علاج

خیر! ایسی حالت میں صرف ایک علاج ہے۔ یعنی ہندو پہلے خود اپنا سوراجیہ لیں اور پھر سب عیسائیوں اور مسلمانوں کی شدھی کریں۔ اگر اسلام ہندوستانی اور پنجابی قومیت کو قبول نہیں کرتا ہے تو ایسے بدیسی اسلام کو ہندوستان اور پنجاب میں ہرگز نہیں رہنے دیا جائیگا۔ ہمیں مذہبی اُصولوں پر اعتراض نہیں ہے۔ ہمیں فارسی اور عربی سنستھاؤں سے اختلاف ہے۔

سوراجیہ کے لئے طرح طرح کے آدمیوں کی بڑی بھیڑ اکٹھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف تعداد سے فتح نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ جوش اور ایکہ سے صرف دو لاکھ انگریز ہندوستان پر راج کرتے ہیں۔ اگر ایک کروڑ ہندو بھی مسلمانوں کے حملوں کے پیشتر کے پراچین۔ شدھ۔ آزاد بھارت اور پنجاب کو پھر زندہ کرنیکے آدرش کے پریم سے دھن اور پران کی قربانی کرنے کیلئے تیار ہو جائیں تو سوراجیہ فوراً مل جائیگا۔ اگر سچی ہندو قومیت کا جذبہ پیدا ہو جائے اور ہر ایک صوبہ میں ماتری بھاشا کے ذریعہ سے قومی سبھائیں بنائی جائیں تو صرف گورکھے۔ جاٹ۔ ڈوگرے اور سکھ ملکر ہندوستان کا سوراجیہ لے سکتے ہیں۔ ساڑھے بائیس کروڑ ہندوؤں کی مدد کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اب ہمیں غل مچانے اور تعداد گننے کی عادت ہو گئی ہے۔ مگر صرف شور اور تعداد سے کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ گورو گوبند سنگھ جی کے بچپن کی مہما سے ایک ہندو

دیش بھگت سوالا کھ دشمنوں سے لڑ سکتا ہے ۔ پنجاب کے ہندوؤں کا قومی دل چھوٹا ہو تو مضائقہ نہیں ہے ۔ لیکن ہر ایک پنجابی ہندو دھن اور پران کا پورا بلیدان دینے کو تیار رہو ۔ پھر سوراجیہ فوراً مل جائیگا ۔ سوراجیہ کے لئے مسلمانوں کی مدد کی بالکل ضرورت نہیں ہے ۔ بلکہ ان کی مدد خطرہ اور کمزوری کا سبب ہوگی ۔ اس بات پر ذرا غور کرو اگر گرہ کی عقل رکھتے ہو ۔

پنجابی ہندوؤں کو اپنی قومی سنستھاؤں کے مرکز پر مضبوط ہو کر کھڑا رہنا چاہئے ۔ کہاں تک مسلمانوں ۔ عیسائیوں ۔ یہودیوں ۔ شینوں وغیرہ کی مدد مانگتے پھرو گے ۔ بھکاری مت بنو ۔ ہیرو بنو ۔ دیکھو حکومت پھر تمہارے ہاتھ میں آنیوالی ہے ۔ تم دراصل ایک حاکم قوم ہو ۔ کشمیر میں تم کس کامیابی کے ساتھ حکومت کر رہے ہو ۔ اپنی عزت کا دھیان رکھو ۔ مسلمانوں کے حملوں کے پیشتر کے پنجاب کو ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رکھو ۔ اپنے بچوں کو اپنی بھاشا اور اتہاس کا گہرا پریم سکھاؤ ۔ ہندو نام اور پنجاب دیس کی عظمت کا خیال کرو ۔ گورکھوں ۔ سکھوں اور مرہٹوں کے کارناموں کو ہر روز یاد کرو ۔ تاکہ تمہارا یہ وشواس پکا ہو جائے ۔ کہ ہندو سوراجیہ جلد قائم ہوگا ۔ اپنی ہمت پر بھروسہ رکھو ۔ مسلمانوں اور عیسائیوں جیسے کپوتوں کی مدد ہرگز منظور نہ کرو ۔ میں تو غریب اکیلا جلاوطن ہوں ۔ پنجاب تمہارا اور تمہارے بچوں پوتوں اور پڑپوتوں کا ہے ۔ ہندو نام اور ہندو سوراجیہ ہی سے تم میں بل آئے گا اور تم ایسے ہیرو بن جاؤ گے کہ دنیا میں تمہارے نام کی دھوم ہو جائے گی ۔ بس بول راجا رامچندر کی جے " کہکر ہندو سنگھٹن کیلئے دھن اور پران دو ۔ یہی سوراجیہ کا مارگ ہے ۔

ملاپ ۲۲ ۔ مئی ۱۹۲۵ء

جو ہندو اپنے دھرم کو پوتر سمجھتا ہے اُس کا دھرم ہے کہ تمام دُنیا کو ہندو بنائے

(پنڈت مالویہ)

میں گئو بھگت چنڈال بھائی کو ولایت کے گئو بھکشک سے ناطے میں بہتر سمجھتا ہوں

(مالویہ)

نظام حیدرآباد نے پوجیہ مالویہ کے داخلہ کی ممانعت سے ہندوؤں کی حق تلفی کی ہے

(لالہ جی)

دہلی کے ایک جلسہ میں ہندو لیڈروں کی زبردست تقاریر

نظام حیدرآباد کے تازہ فرمان کیخلاف صدائے احتجاج

پوجیہ مالوی جی کی تقریر

بھائیو! آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس سمے آپ کے دھرم اور سماج کو نقصان پہنچانے کے لئے کیسے کیسے اکرمن ہو رہے ہیں اور ہندو سماج میں کتنی دربلتا ہے ۔ دنیا کے کسی ویش میں ہندو سماج جیسا بڑا پراچین سماج نہیں ملیگا ۔ سمے کے پھیر سے اس وقت ہندو جاتی میں کمزوری آگئی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی کے گھر میں ہزار دروازے ہوں اور لاکھوں رتن رکھے ہوں ۔ لیکن رکھشا نہ کرنے کے کارن دوسرے ان رتنوں کو لوٹ گھسوٹ کر

بیچارے ہوں۔ ہندو دربل نہیں۔ برابر کی لڑائی میں ہندو دنیا کے پردے پر کسی دوسری جاتی سے کم نہیں ہیں۔ جنگ عظیم میں ہندو گورکھوں۔ جاٹوں اور سکھوں وغیرہ نے جس بہادری سے لڑائی لڑی دنیا جانتی ہے۔ برابر کی لڑائی میں اگر کسی کے ساتھ ہندو کھڑا کر دیا جائے تو مجھے وشواش ہے کہ ہندو ہاریگا نہیں۔

ہندو دھرم میں یہ ہوتا رہا ہے کہ جو اُس سے نکل جائے اُسے جانے دو۔ یہانتک ہوا کہ اگر کسی نے بھول کر یا دھوکہ سے کسی مسلمان کے ہاتھ کا پانی پی لیا تو اس کو کہدیا گیا کہ یہ تو مسلمان ہو گیا ہے۔ جن کے یہاں گنگا جیسی پوتر ندی ہے پنج امرت جیسا پوتر جل ہے وہ کبھی پانی سے مسلمان ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہوتا رہا۔ یہانتک کہ سات کروڑ مسلمانوں میں سے باہر سے تھوڑے ہی آئے تھے۔ باقی سب لالچ سے ڈر سے یا دھوکہ سے ہماری ناسمجھی کے کارن مسلمان بنائے گئے ہیں۔ شاستر کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص پرائشچت نہ کرے تو وہ دوشی ہے اور پرائشچت کرنیکے بعد اُسے تم نہ ملاؤ تو تم دوشی ہو۔ ہماری لاپروائی سے کسی ہندو کو کسی دوسرے دھرم میں لے جائے تو کتنے دُکھ کی بات ہے۔ اس سمے یہی ہو رہا ہے۔

جو ہندو سمجھتا ہے کہ ہندو دھرم پوتر ہے اس کا دھرم ہے کہ ہر ایک اپنے بھائی کو اپنے دھرم میں رکھے اور مسلمان عیسائی وغیرہ دنیا کے پردے پر جیسے انسان ہیں ان سب کو ہندو بنائے۔ اگر پنج امرت پینے سے مجھے شانتی ملتی ہے۔ تو کیا دوسرونکو نہیں ملتی۔ جس دھرم کو میں سب سے پوتر سمجھتا ہوں کیا میں چاہونگا کہ جو شخص اسکو پوتر سمجھ کر اس میں آئے تو اُسے نہ لیا جائے۔ ہم اُسے ضرور لیں گے۔ شاستر میں لکھا ہے کہ چار دل بھائی اکٹھے بیٹھ کر کتھا سنیں۔ ہر ایک شہر اور گاؤں کے ایک محلہ میں روزمرہ کتھا ہونی چاہئے۔ اگر ان کتھاؤں میں کوئی اور بات نہو تو رامائن اور گرو گرنتھ کا پاٹھ ہی کرنا چاہئے۔ جس پرکار مسلمان اور عیسائی دلی کام کر رہا ہے اسی طرح آپ کو بھی کام کرنا چاہئے۔ اگر عیسائیوں کے پرچارک بائیس ہزار ہیں تو تمہارے بائیس لاکھ ہونے چاہئیں۔ اگر ایسا نہ کروگے تو ہندو سماج کی رکھشا نہ ہو سکے گی۔

جو لوگ آپ کے مخالف ہیں اُن کا کام بن جائیگا۔

جب ایک ایک ہندو مشنری کا کام کریگا۔ تب ہمارے دھرم کی رکھشا ہوگی۔ یہ سنکلپ کرلو کہ ہر ایک بھائی بہن ایک پیسہ یا ایک دانہ گیہوں کا یا چاول کا دیش اور دھرم کے لئے الگ رکھ کر بھوجن کریگا۔ سنگھٹن کرو شدھی کرو۔ جو لوگ اس کے خلاف ہیں وہ اپنی مخالفت سے ظاہر کرتے ہیں کہ سنگھٹن اور شدھی میں کوئی بات ہے جو انہیں کھٹکتی ہے۔ سناتن دھرمی۔ آریہ سماجی۔ جین۔ سکھ سب دھرم کے بھائیوں کا آدر کریں۔ اور ایک دوسرے سے بھائی بھائی کا برتاؤ کریں۔ جن باتوں میں مت بھید ہے ان کو الگ کردو۔ مگر ایک ایسا پلیٹ فارم بناؤ جہاں سب اکٹھے ہو سکیں۔

ملاپ ۲۲-مئی ۱۹۲۵ء

ہندو سنگھٹن کی تحریک کو ہر حلقہ اثر میں فروغ

راسخ الاعتقاد ہندوؤں کیلئے پند و نصائح کے موتی

(پنجاب کیسری شریمان لالہ لاجپت رائے جی کے قلم سے)

میں یہ بات دیکھ کر خوش ہوں کہ قریباً ہر جگہ حتیٰ کہ کمال روشن دماغ اصحاب کے حلقوں میں بھی اس حقیقت کا آفتاب ہندو ماتر کے من میں طلوع ہو رہا ہے کہ ہندو سنگھٹن از حد ضروری ہے۔

بنگال میں ہندو نسل تباہی کے منہ میں جا رہی ہے۔ دیدہ و دانستہ خودکشی کا ارتکاب کر رہی ہے۔ اگر ہم اس خواب غفلت سے بیدار نہوں تو ہندوؤں کی نسل صفحہ ہستی سے مٹ جائیگی۔

بنگال کے ہندو موت کے منہ میں

قریب قریب یہی وہ صحیح رائے ہے جو میں نے بنگال میں ہندوؤں کی حالت کو دیکھ کر قائم کی ہے مجھے اس رائے کے پبلک طور پر اظہار سے پس و پیش تھا۔ بنگال بیرونجات سے نکتہ چینی کو بہت محسوس کرنیوالا ہے۔ لیکن اب جبکہ اُن کے ایک بھگت اور قابل عزت سپوت نے بلا کم و کاست سچائی کا اظہار کر دیا ہے۔ تو میں اس پر بہ طیب خاطر رائے زنی کر سکتا ہوں۔ بیس سال گذرے ہیں کہ لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر یو۔ این مکرجی (سر سریندر ناتھ بنرجی کا داماد) نے ایک ٹریکٹ شائع کیا۔ جس میں بنگال کے متعلق اعداد و شمار درج تھے۔ جس کی بنیاد پر اُس نے کہا کہ بنگال کے ہندو مر رہے ہیں۔ بیس سال گذرنے کے بعد سر پی۔ سی رائے بھی وہی فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

ہندو بائز کیلئے قابل غور باتیں۔

جو کچھ سر پی۔ سی رائے نے کہا ہے وہ زوردار ہے۔ لیکن آپکے اخیری ریمارکس ایسے ہیں جو ہر ایک ہندو کے دل پر آتشیں الفاظ میں نقش کرنیکے قابل ہیں۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں۔

اخیر میں مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ شاستروں کے حوالے دینے کے دن گئے۔ بنگال میں خصوصیت سے۔ شمال اور مشرقی بنگال میں ہندو نسل نہایت سرعت و تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جان بوجھ کر خودکشی کر رہی ہے۔ حتیٰ کہ اگر ہم اب بھی اس خواب غفلت سے بیدار نہوئے تو ہندوؤں کی نسل صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائے گی۔ اب محض لفظوں اور باتوں سے کام نہ چلے گا۔ ہمیں کام کرنا ہو گا۔ اور ہمیں اپنے کام سے ثابت کرنا ہو گا کہ ہم فی الحقیقت اس قوم کو تباہی سے

بچانے کیلئے تیار ہیں۔ اس ہندو سبھا میں نام نہاد دلت جاتیاں اچھوت پن کے دھبہ سے آزاد کی جانی چاہئیں۔ ان کو باقی تمام کے ساتھ مساوی حقوق دیے جانے چاہئیں۔

وقیانوسی ہندوؤں سے بنتی

میں اپنے کٹر ہندو بھائیوں سے بنتی کروں گا کہ شاستروں کے متعلق سر پی۔ سی رائے کے ریمارکس سے برافروختہ نہ ہوں۔ انہیں واقعات سے دوچار ہونا چاہیے اور اس سے وہ سبق جذب کرنا چاہیئے جو ان کے اندر ہے۔ ہندوؤں کو اُس کے ریمارکس کی سپرٹ کو لینا چاہیئے اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ ایسے الفاظ ایسی روح و ہستی سے آسکتے ہیں۔ جو لوگوں کے لئے محسوس کرتی ہے۔ جو ان کو پریم کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ وہ زندہ رہیں اور سرسبز ہوں۔ صادق و گہرے پریم و چنتا کی اس آتشین پکار کا ان ورن آشرمی ہندوؤں کے ریمارکس سے مقابلہ کرو جو کھلے بندوں کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ آیا اچھوت ہندو رہیں یا دیگر مذاہب میں چلے جائیں۔ وہ اپنے کسی رسم و رواج کو ڈھیلا نہ کریں گے۔ کمال رنج و قلق اور تنفر سے میں نے ان شبدوں کو خود سُنا ہے وقیانوسی انتقام کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ جو جاتی کی اہم قسمت و مذہب کی پرسان حال نہیں ہوتی۔ اور جھوٹے آہنگ اور باطل تصور کی آڑ میں پناہ لیتی ہے۔

میں ان کو صاف طور پر بتلا دوں کہ اگر سر پی۔ سی۔ رائے کی پیشین گوئی سچی نکلی تو کلکتہ میں مارواڑیوں کیلئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ اور نہ ہی کوئی جگہ بڑے بڑے ساہوکاروں۔ مہاجوں کے لئے ہوگی۔ جو اپنے بد نصیب ہموطنوں کی خشک ہڈیوں پر بڑے بن رہے ہیں۔ اور اہمیت اختیار کر رہے ہیں۔

سوراجیہ اُس دن ملیگا جب ہندو سنگٹھن کی طاقت سے انگلستان خوفزدہ ہوگا

پاگل کے آخری الفاظ

(فنافی الملک قوم لالہ ہردیال جی ایم۔ اے مقیم یورپ کے قلم سے)

۲۵ مئی ۱۹۲۵ء

سچے دیش بھگت لالہ ہردیال جی ایم۔ اے نے ملاپ کیلئے یہ مضمون بھیجا ہے جس کا عنوان انہوں نے "پاگل کے آخری الفاظ" رکھا ہے۔ ناظرین ان الفاظ کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ لالہ ہردیال ہندوؤں کے اندر خودداری کا کتنا زبردست جذبہ اور سنگٹھن کا کتنا مضبوط خیال بھرنا چاہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

میں ہندو مسلم سوال کی بحث کو طویل نہیں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھ سے ہزار درجہ زیادہ عاقل اور دور اندیش ہندو دیش بھگت وہاں وطن میں موجود ہیں۔ اور وہ خود سوچ سمجھ کر ٹھیک طریقہ پر کام کریں گے۔ لیکن میں ان چند آخری الفاظ سے اس مباحثہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) اگر ہندو قوم اپنا سارا قومی راج نیتک کام ہندو سبھاؤں اور ہندو مہا سبھا کے ذریعے کرے تو مناسب ہے۔ مسلمان پہلے ہی اپنی "مسلم لیگ" میں سنگٹھت ہیں۔ خاص موقعہ پر یا ہر سال ہندو مہا سبھا اور مسلم لیگ کے نمائندے رہبر مل کر ایک چھوٹی کانفرنس کریں جس میں ضروری سوالات پر غور کیا جائے اس کا نام آل انڈیا ہندو مسلم کانفرنس ہو۔ یہ قدرتی طریقہ ہے۔ خواہ مخواہ دو تین مسلمانوں کو کانگرس میں گھسیٹ کر اور مشترکہ ہندوستانی قومیت کا نام رٹ کر صرف غلط فہمی اور بدمزگی

بڑھے گی۔ جب مسلمانوں کی الگ لیگ موجود ہے تو ہمیں اس کے رہبروں سے بات چیت کرنی چاہئے۔ تھوڑے سے مسلمان محبان وطن کے کانگرس میں آنے سے کیا فائدہ ہے۔ اور انگریزی نام کی "مجلس" کانگرس ہر کس طرح قومی سنستھا بھی جا سکتی ہے۔ پس ہندو مہا سبھا، مسلم لیگ۔ اور ان دونوں کے رہبروں کی ایک کانفرنس یعنی آل انڈیا ہندو مسلم کانفرنس۔ یہ تین سنستھائیں اب عملی کارروائی کے لئے کافی ہیں۔

(۲) جس طرح ایک مسلمان اس طرح کی جزوی مشترکہ عملی کارروائی میں حصہ لے سکتا ہے اور ساتھ ہی اپنا دور کا آدرش پورا کرنے کی بھی خواہش رکھ سکتا ہے اسی طرح ہندوؤں کو اپنے آدرش یعنی ہندو سنگٹھن ہندو راج اور شدھی کیلئے کام کرنا چاہئے۔ ایسے رہبروں کی ہندو مسلم کانفرنس صرف آجکل کے روزمرہ کے اوپری کاروبار کیلئے شاید مفید ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارا جو اٹل۔ اجر۔ امر آدرش ہے۔ اس کی سیوا ہم ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ ان سمجھوتوں اور کانفرسوں سے دراصل بہت زیادہ فائدہ نہ ہوگا۔

(۳) میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مسلمانوں سے خاص طور پر بغلگیر ہونے اور اتحاد کے ڈھول بجانے کی ابھی کیا ضرورت تھی۔ ابھی سوراجیہ کا دن دور ہے۔ سوراجیہ اُس دن ملے گا۔ جب ہندو سنگھٹن کی طاقت سے انگلستان کو ذرا خوف اور اندیشہ ہونا شروع ہوگا۔ اور جب نیپال بھی ہندو سنگھٹن کا حامی اور محافظ بن جائیگا۔ اُس وقت سے پہلے سوراجیہ نہیں ملیگا۔ ابھی بہت پرچار اور تیاری کی ضرورت ہے۔ ہر صوبہ میں ماتری بھاشا کی سبھائیں۔ ہندو سبھائیں قائم کرنی ہیں۔ قوم کو اتہاس۔ راج نیتی اور ارتھ شاستر کی شکشا دینی ہے۔ ہندو ریاستوں کو خواب غفلت سے جگانا ہے۔ پس جب ہندوؤں کو اتنا کام کرنا ہے تو آج یہ ہندو مسلم اتحاد کا شگوفہ کیوں شروع کیا گیا ہے۔ یہ دراصل صرف منحوس تحریک خلافت کی وجہ سے بالکل نامناسب اور غیر ضروری کارروائی کی گئی ہے۔ ہوشیار مسلمان رہبروں نے بھولے ہندوؤں کو اپنے دام میں پھنسایا ہے۔ تاکہ خلافت کا طوفان بے تمیزی برپا کیا جائے۔ اگر یہ حضرات اس طرح نیک ہندو رہبروں کو غلط راہ پر نہ ڈالتے۔ تو

مسلمان پہلے کی طرح اپنی "مسلم لیگ" کے جلسے کرتے رہتے اور خواہ مخواہ اتحاد کی بے معنی آواز بلند نہ کرتے۔ خیر اب ہندوؤں کو تجربہ ہو گیا ہے۔ کہ اگر وہ مسلمانوں سے زیادہ دست بستہ و شکر ہو گئے۔ تو انہیں اخیر تک پچھتانا پڑے گا۔ تجربہ بڑا استاد ہے۔ مسلمانوں کی دوستی سے تو دراصل اُن کی سرد مہری ہی ہمارے لئے بہتر ہے۔ ہمیں ہندو قوم کے ہزاروں کام کرنے ہیں۔ ہمارے پاس مسلمانوں کے پیچھے پھرنے کیلئے وقت نہیں ہے وہ جائیں اُن کا کام۔ جب ہندو سنگٹھن کی طاقت سے سوراجیہ لینے کا وقت قریب آ گیا تو ہماری جو بھی (پالیسی) عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف ہوگی۔ اس کا اعلان کر دیا جائیگا۔ اُس وقت باہمی سمجھوتہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ ہندو مہاسبھا صرف اپنے فیصلہ کا اعلان کر دے گی کہ نئی ہندو ریاست میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے کیا فرائض اور حقوق ہونگے۔ اور ان کی شدھی کے کیا شرائط ہوں گے۔

علاوہ ازیں چند ہندو اور مسلمان اب کمیٹیوں۔ کونسلوں اور اسمبلی میں مل کر بیٹھ بات چیت کر سکتے ہیں۔ پس روزمرہ کے چھوٹے معاملوں اور جھگڑوں پر خاطر خواہ بحث ہو سکتی ہے۔ اس کیلئے نمائشی مشترکہ کانگریس کی گڑبڑ کی ضرورت بالکل نہیں ہے۔ گڑبڑ سے صرف نقصان ہے

(۳) سوراجیہ کے لئے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اُن کی مدد خطرہ کا باعث ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہم اُن کے مزاج پر بھروسہ نہیں کر سکتے ہیں۔ فرض کرو۔ کہ مسلمان مدد دینے کا وعدہ کریں اور ارادہ بھی رکھیں۔ لیکن اگر عین موقع پر ترکی یا مکہ سے کوئی خاص فتویٰ وصول ہو جائے یا امیر افغانستان خفیہ پیغام بھیج دے۔ یا چند متعصب مولوی ہم کافر پرست ہندوؤں کے خلاف مسجدوں میں وعظ شروع کر دیں۔ تو فوراً مسلمان ہم سے بگڑ جائیں گے اور دوستی کے بجائے دشمنی کا برتاؤ کرنے لگیں گے۔ مشکل یہ ہے کہ معمولی مسلمانوں کے دل و دماغ پر اپنے مختلف تعصب کے بیرونی اور واہیات اثر پڑ سکتے ہیں۔ کہ ہم اُن کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتے خواہ وہ کتنے ہی نیک نیت اور مخلص ہوں۔ مسلمان قوم ایک جوالا مکھی

پربت کی مانند ہے۔ نہ معلوم یکایک کب تعصب۔ کینہ اور وحشت کی آتش فشانی شروع کر دے۔ کوئی عاقل ہندو مدبر مسلمانوں کے قول کا اعتبار نہیں کر سکتا ہے خواہ مسلمان مدد کا وعدہ کرنے کے وقت بالکل ایماندار اور صدق دل ہوں۔ ہوا کی مانند ہیں جو آج پچھم سے چلتی ہے اور کل پورب سے۔ کوئی ہندو رہبر اس بات کی ذمہ داری نہیں لے سکتا ہے۔ کہ مسلمان قوم ضرور ہندوؤں کا ہمیشہ ساتھ دیگی۔ اگر کوئی ہندو ایسا وشواس دلاتا ہے تو وہ احمق ہے۔ پس اگر ہمیں اپنے پیارے وطن ہندوستان اور پنجاب کو ضرور آزاد دیکھنا ہے۔ تو ہمیں ہر موقع کیلئے پوری تیاری کرنی چاہئے۔ یعنی تین حالتوں کا خیال کرنا پڑے گا۔ یا مسلمان ہماری مدد کریں یا وہ نہ مدد دیں اور نہ مخالفت کریں۔ یا وہ مخالفت کریں۔ جس ہندو مدبر کو راج نیتی میں دخل ہے وہ ان تینوں حالتوں میں سوراجیہ لینے کیلئے تیاری کریگا۔ اگر مسلمان مخالفت بھی کریں تو بھی ہم اپنی ہندو ریاست قائم کریں گے۔ اگر ایسا پرن نہیں کر سکتے ہو تو سوراجیہ کا نام نہ مچاؤ۔ اگر ہم نے مسلمانوں کی مدد کی پوری اُمید رکھی اور عین موقعہ پر مسلمان خاموش بیٹھے رہے۔ یا مخالف ہی ہو گئے تو پھر کیا کرو گے۔ پھر صرف شکست اور بربادی کا سامنا ہوگا۔ اور ہاتھ مل کر یہ کہو گے۔ کہ ؎

قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

پس ہندو قوم کے رہبروں کو ان مشکلات پر پہلے ہی سے غور کر لینا چاہئے اور ایسی پوری تیاری کرنا چاہئے کہ خواہ مسلمان مددگار رہیں یا نہ ہوں۔ ہمارا سوراجیہ ضرور حاصل ہو جائے۔ کوتاہ اندیشی اور باتونی پن سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ہمیں ایک منزل تک پہنچنا ہے۔ اور اس سفر کیلئے ہر پہلو سے بہت ہوشیاری اور دور اندیشی کے ساتھ تیاری کرنی چاہئے۔ یہ اب ہندو قوم کا آخری وار ہوگا جو خالی نہ جانا چاہئے۔ اور پنجابی ہندوؤں کا خاص فرض ہے۔

الغرض ہندوؤں کو صرف اپنی تحریکوں کی سیوا کرنی چاہیئے۔ صرف اپنی طاقت کا بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ آج کل کے جزوی معاملوں کے لئے چند روزہ کی ہندو مسلم کانفرنس کافی ہو گی۔ لیکن ہم اپنے قومی آدیش کی طرف ثابت قدمی سے ترقی کرتے جائیں گے۔

ملاپ ۲۷ مئی ۱۹۲۵ء

روٹی آزادی عزت تعلیم اور حفاظت کے سوال کا حل ہندو سنگھٹن اور ہندو سوراجیہ سے ہو سکتا ہے

سنگھٹن کے پرچارکوں کو مذہبی جھگڑوں سے علیحدہ رہنا ہوگا

(فدائے ملک و قوم شری پت لالہ ہردیال جی ایم اے سویڈن کے قلم سے)

ہندو سنگھٹن کی پرچارک منڈلی

ایک بڑی تحریک کیلئے ایسے تیاگی پرچارکوں کی ضرورت ہوتی ہے جو قربانی کرکے اور ضروری شکشا پا کر اپنا سارا وقت اس تحریک کے اُصولوں اور آدرشوں کے پرچار کیلئے صرف کریں۔ ایسی پرچارک منڈلی کے بغیر کوئی مذہبی سماجک یا راج نیتک تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ کامیابی تو دور کی بات ہے۔ کوئی تحریک شروع بھی نہیں کی جا سکتی ہے۔ جبتک ایسے تیاگی اُپدیشک موجود نہ ہوں جو اپنا سارا وقت سیوا کے لئے دے سکیں۔ معمولی لوگوں کو اپنے پیشہ اور روزگار کے کام سے فرصت نہیں ملتی ہے اور وہ جگہ جگہ سفر کرکے پرچار نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ انہیں ایک مقام پر رہنا ہوتا ہے۔ ایسے پرچارکوں کے بغیر ہر تحریک صرف

نمائشی اور کاغذی رہے گی۔ جیسا کہ ہندوستان اور پنجاب میں بہت سی تحریکوں کا حال ہے پس اگر ہندو سنگھٹن کی راج نیتک تحریک کو مستقل طریقہ پر ترقی دینی ہے۔ تو نوجوانوں کی اپدیشک منڈلی قائم کرنی ضروری ہے۔ تاکہ تحریک کی بنیادیں مضبوط اور پکی ہوں۔ معمولی سبھاسد تھوڑا سا وقت اور روپیہ دے سکتے ہیں لیکن پرچارک منڈلی ہی ہر تحریک کی جان ہوتی ہے۔ اگر کسی تحریک کے پرچارک بے علم۔ کاہل یا لالچی ہو گئے ہوں تو وہ تحریک ضرور جلد کمزور ہو جائے گی۔

کس قسم کے نوجوان درکار ہیں؟

اس پرپرچارک منڈلی کے لئے ہمیں ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ جو ہندو سنگھٹن ہندو سوراجیہ اور شدھی کے اُصولوں پر پورا وشواش رکھتے ہوں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ہوگا۔

(۱) ہمیں ایسے ہندوؤں کی ضرورت نہیں ہے جو مت متانتر کی جنگ و جدل کا بہت شوق رکھتے ہوں۔ ایسے دھارمک دنگل کے پہلوانوں کے لئے مذہبی شاستر ارتھوں کا میدان کھلا ہوا ہے۔ ہندو قوم میں بہت سماجیں اور بہت سے سمپردائے ہیں۔ اور اُن کے الگ الگ دھرم پرچارک ہیں۔ کوئی پنتھ ادیت ویدانت کو مانتا ہے کوئی اودیت کو سچ سمجھتا ہے۔ کوئی آتما کو سرب بیاپی مانتا ہے۔ کوئی اس اُصول کے برخلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہندو قوم کے اندر صدہا سال سے پوری دھارمک آزادی اور رواداری رہی ہے۔ اس وجہ سے اتنے مختلف مذہبی خیالات رائج ہیں۔ ایسا ہی ہند یورپ اور امریکہ میں حال ہے۔ کیونکہ انسانی دماغ کو کسی ایک مذہبی اُصول کے پنجرہ میں قانون کی مدد سے بند نہیں کر سکتے ہیں۔

مذہبی رواداری کے اعلیٰ اُصول

مذہبی سوالات پر آزادانہ بحث کرنے سے ہی صداقت کا بھید کھل سکتا ہے۔ جن

قوموں نے مذہبی رواداری کا اعلیٰ اُصول نہیں سیکھا ہے۔ وہ ذرا ذرا سے اختلاف کی وجہ سے سدا چاری اور نیک آدمیوں کو زندہ جلا دیتے ہیں۔ یا سنگسار کر دیتے ہیں۔ لیکن ہندو تہذیب ایسے پاپوں سے بالکل صاف رہی ہے۔ کیونکہ اشوک کے زمانہ سے آجتک محض دھارمک سدھانتوں کیوجہ سے ہماری ریاستوں میں کسی کو سزا نہیں دی گئی ہے۔ اس لئے ہندو قوم میں بہت مذہبی فرقے موجود ہیں۔ نہ معلوم کون اخیر میں بازی لے جائیگا۔

قومی سنستھائیں

قومیت کی سنستھائیں سب سماجوں اور پنتھوں کو عزیز ہیں۔ یعنی ہندو نام۔ پنجاب دیس اور بھارت ورش مہا دیس۔ سنسکرت۔ بھاشا اور ساہتیہ۔ پنجابی بھاشا اور اس کا ساہتیہ۔ بھارت ورش اور پنجاب کا اتہاس۔ ہندو قوم کے تہوار۔ گئو رکھشا وغیرہ وغیرہ ان قومی سنستھاؤں کا مذہبی خیالات سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہندو آستک ہے یا ناستک۔ مورتی پوجک ہے یا ایشور وادی۔ وید مانتا ہے یا یوگی۔ تو ایسے مذہبی اصولوں سے اُس کی قومی بھگتی میں کچھ فرق نہیں پڑتا ہے۔ ہندو ریاست ان قومی سنستھاؤں پر قائم کی جا سکتی ہے۔ جیسا سب ملکوں میں دیکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم قومی سنستھاؤں کا نرادر کرنے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کو قومی غدار سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر ایک ہندو سناتن دھرم کو چھوڑ کر آریہ سماجی بن جائے۔ یا دیو سماج کو چھوڑ کر رادھا سوامی پنتھ میں شامل ہو جائے۔ یا سکھ سمپروائے میں چلا جائے تو قومی مدبر کے نقطۂ خیال سے کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہندو ریاست میں ان سب سمپروایوں کو پوری آزادی ہے۔ لیکن اگر کوئی ہندو کپوت دسہرہ کا تہوار نہ منائے یا گورو گوبند سنگھ جی کی نندا کرے۔ یا انگریزی میں اپنا روزانہ قومی اخبار پڑھے۔ تو وہ قومی ریاست کی بنیادوں کو کمزور کرتا ہے اور قوم کی جڑ کاٹتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے آزادی اور رواداری کے اصول کا

اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ آزادی مذہبی خیالات کے لئے ہے۔ قومی نمک حرامی کیلئے نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہمیں مسلمانوں اور عیسائیوں سے اختلاف ہے۔ کیونکہ قومی سنستھاؤں کا نرادر کرتے ہیں اور تفرقہ پھیلاتے ہیں۔

مذہبی جھگڑے

ہندو سنگھٹن کے پرچارکوں کو بھی مذہبی مباحثوں سے الگ رہنا ہوگا اور صرف قومی سنستھاؤں کا پریم سکھانا ہوگا۔ وہ اپنے ذاتی مذہبی خیالات رکھ سکتے ہیں اور اُن کے مطابق۔ پوجا۔ سندھیا۔ یا نمو وغیرہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کو مذہبی جھگڑوں کے اکھاڑے میں اُترنے کی اجازت نہ ہوگی۔ وہ دھرم پرچارک نہیں ہونگے۔ بلکہ صرف راج نیتی کے اُپدیشک ہوں گے۔ جن نوجوانوں کو یہ بات از حد ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص ضرور جیو اور برہم کو الگ الگ مانے۔ یا جیو اور برہم کو ایک مان لے۔ یا ضرور مورتی پوجا کرے یا نہ کرے۔ اُن کو ایسی سنگھٹن پرچارک منڈلی میں نہیں لیا جائیگا۔ وہ اپنے اپنے سمپروائے کے دھارمک پرچارک بن جائیں کیونکہ اُن کی طبیعت خاص طور پر مذہبی سوالوں کی طرف میلان رکھتی ہے ایسے آدمی سنگھٹن کے کام کیلئے ٹھیک نہیں ہیں۔ اُن کا کام الگ ہے۔ قومی تحریک کیلئے ایسے ہندو نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اپنے مذہبی اُصولوں کو اپنی زندگی کی رہنمائی کیلئے عزیز رکھیں۔ لیکن اُن کیلئے عام طور پر بحث مباحثہ نہ کریں۔ قدرت نے ہر شخص کو جداگانہ فطرت دی ہے۔ بعض نیک اور تیاگی اشخاص ایسے گہرے مذہبی اور فلسفیانہ مسئلوں ہی میں زندگی کا لطف پاتے ہیں۔ لیکن دوسرے تیاگی مہا پرش راج نیتی اور ارتھ شاستر سے شوق رکھتے ہیں۔ دنیا میں سب طرح کا کام ضروری ہے۔ مذہبی تحریکیں بھی چلتی رہیں گی اور قومی راج نیتک تحریک کو بھی فوری جوش سے چلانا ہمارا فرض ہے۔

ہندو راج

سنگھٹن کی خدمت کیلئے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو مذہبی جنون سے دور بری ہوں اور ہندو قومیت کو عزیز رکھتے ہوں۔ جیو اور برہم کا مسئلہ بھی شاید نہایت ضروری اور دلچسپ ہو۔ لیکن انبو ردلی صحت آزادی۔ عزت تعلیم اور حفاظت کے سوال زیادہ ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ سوال صرف سنگھٹن اور ہندو راج کے ذریعہ سے حل ہوسکتے ہیں۔ تمام غلام علاقوں کی طرح ہندوؤں کو خواہ مخواہ ایسے باریک اور پیچیدہ فلسفانہ سدھانتوں پر بحث کرنے کا شوق ہو گیا ہے کیونکہ غلامی میں راج نیتی اور قومی سوالات پر تو بات چیت نہیں کر سکتے۔ صرف مذہبی اُصولوں پر لمبی چوڑی تقریریں کر سکتے ہیں کیونکہ ان سے سرکار وقت کا کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ سرکار کو فائدہ ہی ہوتا ہے۔ لوگوں کی توجہ ٹیکس۔ بجٹ۔ قانون اور دوسرے راج نیتک معاملوں سے ہٹ کر ایسے بے ضرر مذہبی سوالوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ کہ خلقت میں خوب مذہبی پرچار کیا جائے تاکہ وہ دھن کی لوٹ مار کی طرف سے غافل ہو جائے اور سرکار کی نکتہ چینی نہ کرے۔ خیر یہ تو تاریخی اور سیاسی معاملے ہیں۔ اس موقع پر اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر کوئی ہندو نوجوان کسی سمپروائے یا پنتھ کا ایسا متعصب پیرو ہے کہ وہ اپنے مذہبی خیالات کا عام طور پر پرچار کئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تو اُسے سوراجیہ پرچارک منڈلی میں نہیں لیا جائیگا خواہ وہ تیاگ کی مورتی ہو۔ سنگھٹن کی تحریک میں اتہاس۔ ساہتیہ۔ راج نیتی اور ارتھ شاستر کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ فلسفہ اور درشن شاستر کا نہیں۔ ایسے مذہبی اشخاص مختلف سماجوں کے پرچارک بن سکتے ہیں لیکن ہندو سنگھٹن کی تحریک کسی مذہبی اصول کیساتھ وابستہ نہیں ہے۔

قانون کی حدود

(۲) سنگھٹن کے پرچارک کو آئینی طور پر قانون کی حد کے اندر رہ کر کام کرنا ہوگا

یہ صاف ظاہر ہے۔ ان کو کسی خفیہ۔ باغی یا انقلابی تحریک سے تعلق رکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

پرچارکوں کی تربیت

(۳) پرچارکوں کو چار پانچ سال تک عمدہ تعلیم دینی ضروری ہوگی۔ اُن کے کام کیلئے یہ مضامین مناسب ہونگے۔ انگریزی بھاشا۔ سنسکرت بھاشا اور ساہتیہ ہندی اور پنجابی بھاشا اور ساہتیہ بھارت ورش اور پنجاب کا اتہاس۔ جگت کا اتہاس۔ راج نیتی شاستر۔ ارتھ شاستر۔ ساماجک شاستر۔ آزادی کا خاص اتہاس وغیرہ سنسکرت بھاشا میں تو سینکڑوں پستکیں لکھی ہوئی ہیں اُن میں سے مناسب پستکوں کو پسند کرنا ہوگا۔ جن میں تاریخی اور سیاسی سکشا ہو۔ مذہبی یا فلسفانہ پستکوں کا پاٹھ نہیں کرایا جائیگا۔ بلکہ ایسی ہر دلعزیز اخلاقی اور تاریخی پستکوں کا انتخاب کیا جائیگا۔ جو قومی یگانگت کو ترقی دیں۔ مثلاً رامائن اور مہابھارت۔ کالیداس کی شاعری۔ بھرتری ہری کے اخلاقی شعر وغیرہ۔ اسی طرح ہندی اور پنجابی ساہتیہ میں مناسب کتابیں چُن کر پڑھائی جائیں گی۔ تاکہ قومیت کا سچا آدرش دل میں جگہ کرلے۔

پرچارکوں کو تنخواہ

(۴) پرچارکوں کو بہت کم تنخواہ ملیگی یعنی صرف بیس تیس یا پچاس روپے ماہوار زیادہ نہیں۔ پرچارکوں کا تیاگ ہی ہر تحریک کی کامیابی کا سادھن ہے بس پرچارکوں کو تیاگ کی مثال قائم کرنی ہوگی۔ چند نہایت ودوان اور تیاگی پرچارک بہت سے ادھورے اور کچے اُپدیشکوں سے بہتر ہونگے۔ پرچارکوں کی تعداد زیادہ بڑھانے سے خاص فائدہ نہیں ہے۔ اگر وہ تعلیم یافتہ اور تیاگی نہ ہوں بُرے پرچارکوں سے تو معمولی سبھاسد ہی اچھے ہیں۔ کیونکہ پرچارک کو تحریک کی طرف سے روپیہ ملتا ہے اور وہ آدرش کی شکشا دیتا ہے۔ بس اس معاملہ میں

بہت احتیاط اور صبر سے کام لینا ہوگا۔ آئندہ کا خیال کرنا ہوگا۔ اور ہندو قوم کے لئے عاقل اور تیاگی رہبر تیار کرنے ہونگے۔ (بانی بھر)

ملاپ ۲۳ جون ۱۹۲۵ء

پاگل کا سیاسی وصیت نامہ

ہندو قوم کا مستقبل

(از قلم مشہور دیش بھگت لالہ ہردیال جی۔ ایم۔ اے مقیم سویڈن)

جب میں نے ہندو مسلم سوال پر چند خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اُس وقت مجھے یہ بالکل خیال نہ تھا کہ تمام اسلامی اخبارات اور بعض ہندو اخبار بھی میرے مضمون پر اتنی توجہ دیں گے۔ اور اس طرح نکتہ چینی کرینگے۔ گویا میں نے ایک تحریری بم پھینک دیا۔ اس شور و غل سے مجھے بہت تعجب ہوا ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے۔ کہ ہندوؤں میں راج نیتی کا گیان بہت کم ہے۔ اور مسلمانوں میں خود غرضی۔ اور دریدہ دہنی کی کچھ حد نہیں ہے۔ خیر میں اب اپنا راج نیتک وصیت نامہ لکھتا ہوں تاکہ ہندو نوجوانوں اور استریوں کی کچھ رہنمائی ہو سکے۔ یوں تو مجھے امید ہے کہ میں بہت برسوں تک دیش اور جگت کی سیوا کر سکوں گا۔ لیکن زندگی کا کچھ بھروسا نہیں ہے۔ نہ معلوم کب پیغام موت آجائے۔

ہندو قوم کا راج نیتک آدرش

اس وجہ سے میں آج ہندو قوم کے راج نیتک آدرش کی بابت یہ وچار پرگٹ کرتا ہوں۔ آج شاید بعض لیست ہمت اور ہندو دلیش جگت بھی میری نندا کریں لیکن

آزاد بھارت ورش اور آزاد پنجاب کے سکولوں میں یہ مضمون لڑکوں اور لڑکیوں کی پڑھائی کی کتابوں میں شامل کیا جائیگا۔ یہ آئندہ کی بات ہے۔ ع

پس از مردن بنائے جائیں گے ساغر مری گل کے

میں کہتا ہوں کہ ہندو قوم اور ہندوستان اور پنجاب کا مستقبل ان چار ادرشوں پر منحصر ہے

(۱) ہندو سنگھٹن۔

(۲) ہندو راج۔

(۳) اسلام اور عیسائیت کی شدھی۔

(۴) افغانستان اور سرحد کی فتح۔ اور شدھی۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے بدیشی مذہب

جب تک ہندو قوم ان چار مرحلوں کو طے نہیں کریگی۔ تب تک ہمارے بچے۔ پوتے اور پڑپوتے ہمیشہ خطرے میں رہیں گے۔ اور ہندو قوم کی رکھشا ناممکن ہوگی۔ ہندو قوم جس کے نو یا دس حصے ہیں۔ ایک ملک میں بستی ہے۔ اس کی تاریخ ہے اور اسکی ایک سی سنستھائیں ہیں۔ لیکن مسلمان اور عیسائی اس یگانگت کے دائرے سے باہر رہتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے مذہب بدیسی ہیں اور وہ فارسی عربی یا انگریزی سنستھاؤں کو عزیز رکھتے ہیں۔ پھر ان دو مذہبوں کے پیروؤں کی شدھی کرنی ہوگی۔ جس طرح کوئی شخص آنکھ سے کنکر نکال دیتا ہے۔ علاوہ ازیں افغانستان اور سرحد کا پہاڑی علاقہ پیشتر ہندوستان کا حصہ تھا۔ لیکن اب اسلام کے زیر اثر ہے۔ وہاں سے جنگجو بہادر قومیں ملک پر حملہ کر کے ہماری تہذیب کو برباد کر سکتی ہیں۔ کیا ہندوؤں نے تاریخ سے کچھ بھی سبق نہیں سیکھا ہے۔ جس طرح نیپال میں ہندو تہذیب ہے۔ اسی طرح افغانستان اور سرحد پر بھی ہندو سنستھائیں ہونی ضرور ہیں۔ ورنہ سوراجیہ حاصل کرنا

بے سود ہوگا۔ کیونکہ پہاڑی قومیں ہمیشہ بہادر اور جنگجو ہوتی ہیں۔ اگر وہ ہماری دشمن بن جائیں گی تو ملک بالکل بیکسی کی حالت میں رہیگا۔ اور پھر نادر شاہ اور زمان شاہ کا زمانہ شروع ہوگا۔ اب تو انگریز افسر سرحد کی حفاظت کر رہے ہیں لیکن ہمیشہ سنہ ۱۹۱۵ء نباشد کہ ہندوؤں کے ملک کو بچانے کیلئے سمندر پار سے افسر آتے رہیں گے۔ اگر ہندوؤں کو اپنی رکھشا کرنی منظور ہے۔ تو خود ہاتھ پاؤں ہلانے پڑیں گے۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کی یادگار میں افغانستان اور سرحد کو فتح کرکے تمام پہاڑی قبیلوں کی شدھی کرنی ہوگی۔ اگر ہندو اس فرض سے غافل رہیں گے تو پھر اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے گی۔

انگریزوں سے پہلے ہندو سوراجیہ

کیا ہندو اس سیاسی وصیت نامہ کو عملی طور پر قبول کر سکتے ہیں۔ کیوں نہیں صاحب۔ تاریخ ہند کا مطالعہ کرو۔ اور بزدلی کو چھوڑو۔ یہ سارا کام ہو رہا تھا جب انگریزی فوج نے گورکھوں۔ سکھوں اور مرہٹوں کو پیچھے ہٹا کر ہمارا ہندو سوراجیہ نشٹ کر دیا۔ دہلی میں مرہٹوں کا بول بالا تھا۔ پنجاب اور سرحد پر پنجابی ہندوؤں کا راجیہ تھا۔ اور گورکھے شمال سے ہندو راجیہ کا جھنڈا لیکر ڈبل مارچ کر رہے تھے۔ ہندو راجیہ تو موجود ہی تھا شدھی کا خیال بھی جلد ترقی پکڑ جاتا۔ اگر ہندو ریاست کچھ عرصہ قایم رہتی۔ کیونکہ کوئی نہ کوئی عاقل مدبر ضرور یہ صلاح دیتا کہ اب غلامی کے اس کلنک کو دھو ڈالو اور مسلمانوں کی شدھی شروع کر دو۔

ہندو سنگھٹن کی تحریک

الغرض میں صرف ہندو سنگھٹن کی اس تاریخی تحریک کو جاری رکھنے کیلئے

آواز اٹھاتا ہوں صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم شروع میں ہوم رول (سلطنت برطانیہ کے اندر سوراجیہ) بھی قبول کریں۔ تو بھی اخیر میں کسی نہ کسی دن انگریز ہندوستان سے چلے جائیں گے۔ کیونکہ کوئی قوم ہمیشہ کے لئے کسی ملک پر حکمرانی نہیں کر سکتی ہے۔ یہ ایک تاریخی صداقت ہے۔ ایسی سلطنتیں اخیر میں کسی نہ کسی وجہ سے کمزور ہوکر ٹوٹ جاتی ہیں۔ تاریخ میں ایران۔ روما۔ اسیریا۔ اسپین۔ ترکی۔ منگولوں (مغلوں) وغیرہ زبردست قوموں کی سلطنتوں کا ذکر پڑھتے ہیں۔ لیکن آج وہ کہاں ہیں۔ اسی طرح کچھ عرصہ کے بعد انگریزی سلطنت بھی ضرور ضعف اور بڑھاپے کے عارضہ میں مبتلا ہوگی۔

ہندوؤں کی سیاسی بھول

جب انگریز ہندوستان سے چلے جائیں گے تو پھر کیا ہوگا۔ ہند و دیش بھگت اس سوال کا جواب دیں۔ بعض ہندو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ تب ہندوستان کے مسلمان اور افغانستان کے پٹھان کانگرسی حضرات کی فصیح تقریریں پڑھ کر اور بندے ماترم کا گیت گا کر ہندوؤں سے پیارے بھائیوں کی طرح بغلگیر ہو جائیں گے۔ اور ہندو بھی تیاگ سے ان مسلمانوں کے ساتھ مل کر اُن کی آدو بھگت میں لگ جائیں گے لیکن ایسے بھولے ہندو محبان وطن فطرت انسانی کو نہیں سمجھتے ہیں اور وہ راج نیتی میں صرف طفل مکتب ہیں۔ جبتک ہندوستان اور افغانستان میں اسلام باقی رہیگا تب تک ان اسلامی حضرات کے منہ میں ہندوؤں کے دھن دولت کو دیکھ کر پانی بھر آتا رہیگا اور اُن کے رہبر اسلامی حکومت قایم کرکے عیش کرنا چاہیں گے۔ جب تک افغان اور سرحدی قبیلے مسلمان رہیں گے تب تک ہندوستان کو لوٹنے کا خیال اُن کے رگ و ریشہ میں جوش بھر دے گا۔ کیونکہ معمولی آدمی ہمیشہ تاریخی روائیوں اور پرانی یادگاروں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ مہاتما گاندھی جی کے تین ہفتہ کی فاقہ کشی سے اسلام کے تیرہ سو سال اور افغان اور ہندوستان کی جنگ کے ایک

ہزار سال پانی میں نہیں بہ جائیں گے۔ تاریخ کا جادو مہاتما جی کے تپ کی نسبت بہت زیادہ اثر رکھتا ہے۔

آزادی کے درخشاں جواہر ریزے

پس اگر ہندوؤں کو دنیا کی آزاد قوموں میں اپنی ہستی کو قائم رکھنا منظور ہے تو ان چار باتوں کو گایتری منتر کی طرح یاد کر لینا چاہیے۔ یعنی ہندو سنگھٹن ہندو راج پورن شدھی اور افغانستان کی فتح۔

آج پانچ ہزار میل دور بیٹھا ہوا پاگل یہ بات کہتا ہے اور آج سے سو سال بعد آزاد ہندو لڑکے اور لڑکیاں پاٹھ شالاؤں میں ان شبدوں کا پاٹھ کریں گی۔ ہندوستان کی تاریخ ابھی ختم تو نہیں ہو گئی ہے۔

سوراجیہ پراپتی کے لئے مسلمانوں کی ضرورت نہیں ہے

یہ بھی یاد رہے کہ ہندو دیش بھگت مسلمانوں کی مدد کو سوراجیہ کیلئے از حد ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ کبھی ہندو سنگھٹن کی تحریک میں حصہ نہیں لیں گے یا پوری دلچسپی ظاہر نہیں کریں گے۔ جو اصحاب ایک طرف ہندو سنگھٹن کا پرچار کرتے ہیں اور دوسری طرف کانگریسی خیالات کے مطابق ہندو مسلم اتحاد کا دم بھرتے ہیں وہ در اصل بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ یوں تو نہ ہندو سنگھٹن ہوگا اور نہ ہندو مسلم اتحاد (اگر ایسے اتحاد کو ممکن بھی تصور کیا جائے) وہی حال ہوگا کہ "دبدھا میں دونوں گئے۔ مایا ملی نہ رام"۔ جو لیڈر مسلمانوں سے پکا اتحاد کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں اُن کی یہ رائے ہے کہ مسلمانوں کی مدد کے بغیر ہندوستان آزاد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے بات چیت کر کے ضرور اتفاق ہو جائیگا۔ پس ان دو غلط خیالات کی وجہ سے یہ ہندو دیش بھگت اپنی قوم کا نام سُننے سے دور بھاگتے ہیں۔ اور اب تو مہاتما گاندھی جی بھی تھک کر بیٹھ رہے ہیں۔ میں صرف یہ جتانا چاہتا ہوں کہ جن ہندوؤں

کے دل میں ہندو مسلم اتحاد کی بابت غلط خیالات کئی سالوں سے جاگزین ہیں۔ وہ سنگھٹن کی تحریک کے مخالف ہیں۔

ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے

پس ہمارا فرض ہے کہ اس مسئلہ پر صاف گفتگو کریں۔ تاکہ پھر ایسا افسوسناک منظر نہ دیکھنا پڑے کہ ہندو مہا سبھا ہو۔ اور مشہور ہندو دیش بھگت الگ رہیں۔ اور صرف اس وجہ سے کہ وہ اسلامی محبان وطن کی خاطر تواضع میں مصروف ہیں اور اسلامی قافلہ کو ساتھ لے چلنے کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ وہ اسلامی قافلہ تو کبھی آکر نہ ملے گا۔ لیکن ان کا اپنا ہندو قافلہ اُن کی عدم موجودگی سے نقصان اُٹھائیگا اور کمزور ہو جائے گا۔

ہندوؤں کی عقل پر کانگریسی پردہ

ہندوؤں کی عقل پر جو یہ کانگریسی پردہ پڑ گیا ہے اُسے دور کرو اور اُنکو سکھوں اور مرہٹوں کی سنگھٹنی تحریک کی عظمت کی یاد دلاؤ۔ یہ کانگریسی اصحاب سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کی جدید تاریخ ۱۸۸۵ء میں شروع ہوئی۔ جب چند انگریزی خوان ہندوؤں مسلمانوں اور عیسائیوں نے مسٹر ہیوم کی ہدایت میں جمع ہو کر چند پرستاؤ پاس کر دیے اور ایک بدیسی زبان کا لفظ لیکر اپنی مجلس کو کانگریس کا لقب دیا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کی جدید تاریخ ۱۶۵۰ء اور ۱۷۰۰ء کے درمیان شروع ہوئی۔ جب سکھوں میں آزادی کے خیالات نے زور پکڑا۔ اور مرہٹوں نے اسلامی سلطنت کی جڑ کاٹنی شروع کی۔ بس یہی فرق ہے جس کی وجہ سے بعض مدعیان وطن ہندو سبھا کی مدد نہیں کرتے ہیں۔ ان کو ہندو قوم کی اُن تاریخی تحریکوں کا پریم نہیں ہے۔ اور اُن کے ہندوستان کے مستقبل کی بابت بھی بالکل غلط خیالات ہیں۔

ہندو سنگھٹن کی کامیابی کا راز

اگر ہندو سنگھٹن کے کارکنوں کو کامیابی حاصل کرنی ہے تو ان دو مضر خیالات کے برخلاف پرچار کرنا ہوگا کہ مسلمانوں کی مدد سوراجیہ کے لئے ضروری ہے۔ اور اُن کی مدد ضرور مل جائے گی۔ جبتک یہ دو بے بنیاد وچار ہندو دیش بھگتوں کے دلوں میں رہیں گے تب تک وہ کبھی پورے جوش سے ہندو مہا سبھا کی سیوا نہیں کریں گے۔

مسلم لیگ کی چالیں

سیاسی اور تاریخی دلیلوں کو تو الگ رہنے دو۔ کیا ہندو قوم آجکل کے تجربہ سے بھی کچھ نہیں سیکھ سکتی ہے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے یہ ناٹک کھیلا گیا ہے کہ مسلم لیگ چند سال کیلئے کانگریس سے مل گئی۔ لیکن اب پھر جُدا ہو گئی۔ اور جب کانگریس بلگام میں منعقد ہوئی تو مسلم اصحاب نے بمبئی میں اپنی لیگ کا جلسہ کیا۔ کیوں صاحب یہ شادی اور یہ طلاق کیوں۔ اس تلون مزاجی کے کیا معنی ہیں۔ فراخ دل مسلمان محبان وطن جو کانگریس کے حامی ہیں۔ مجھے اپنے مسلمان بھائیوں ۔ ۔ ۔ ۔ کے اس رویہ کا مطلب بتائیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ تحریک خلافت کیلئے ہندوؤں کی مدد حاصل کریں۔ جب وہ کام نکل گیا تو پھر سرکار کے ذریعہ سے اپنی قوم کی مطلب براری کرنے لگے۔ جس طرح پیشتر کیا کرتے تھے یہ مسلمان بڑے اُستاد ہیں۔ اپنی قوم کے فائدہ کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ بیچارے بھولے ہندو رہبر اُنکی خوشامد کرتے پھرتے ہیں۔ اور مغالطہ میں آجاتے ہیں۔ مگر کانگرسی رہبر یہ سارا تماشہ دیکھ کر بھی کچھ سبق نہیں سیکھ سکتے وہی بے تکی ہانکے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ طوطے کی طرح یہ الفاظ رٹ لئے ہیں

"کہ ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے"۔ بس زمانہ بدل جائے۔ آسمان پلٹ جائے ہندوؤں پر ہزار آفتیں آئیں۔ لیکن ان مدبران کی ضد برقرار رہے"۔

سوراجیہ کا مارگ

میری رائے میں سوراجیہ کیلئے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ تمام بائیس کروڑ ہندوؤں کی مدد کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ انگلستان کے تمام چار کروڑ باشندے تو ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے نہیں آئے تھے صرف چند ہزار انگریزوں نے ہمارے ملک کو فتح کر لیا۔ اگر گورکھوں سکھوں مرہٹوں۔ راجپوتوں اور بہادر ہندوؤں میں سے ایک کروڑ کا بھی سچا سنگھٹن ہو جائے تو سوراجیہ مل جائیگا۔ جب سکھوں نے پنجاب میں ہندو راج قائم کیا۔ تو اُن کی تعداد کتنی تھی۔ یہ بڑا اُصول کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ تعداد سے جیت نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اتفاق اور جوش سے ہندو سوراجیہ دل میں صرف چیدہ چیدہ پکے ہندو دیش بھگت شامل کئے جائیں۔ ایک کروڑ ہندو دیش بھگتوں کا سنگھٹن کرنا ہی سوراجیہ کا مارگ ہے۔

سکھوں اور مرہٹوں کی تواریخ کا پاٹھ

بعض ہندو دیش بھگت مسلمانوں اور افغانوں سے بہت ڈرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اور افغان بالکل ڈراونے بھوتوں کی مانند ہیں۔ اور ہندو ڈرپوک اور کمزور ہیں۔ یہ اُن کی بدھی کا بھرم ہے۔ اس مرض کا علاج یہ ہے کہ ایسے ہندوؤں کو ایک دفعہ سکھوں اور مرہٹوں کی تاریخ کا مطالعہ کرا دیا جائے اُنہوں نے شاید صرف ان تاریک صدیوں کی تاریخ پر زیادہ غور کیا ہے۔ جب راجپوت مسلمانوں سے ہمیشہ ہارتے رہے تھے۔ لیکن جب وہ سکھوں اور مرہٹوں کی تاریخ کو پڑھیں گے تو اُن کا خوف دور ہو جائیگا۔

انگریزی راج کا اثر

صرف ستر سال کے انگریزی راج نے ہمیں ایسا پست ہمت بنا دیا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے افسروں اور سپاہیوں کے کارناموں پر مشکل سے بشواس آتا ہے۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ وہ یہی ہیبتناک افغان تھے جنہیں کشمیر سے نکال دیا گیا۔ اور وہ یہی مسلمان تھے جو مہاراجہ کی رعیت بن کر رہتے تھے۔ ہندو قوم میں دن دونی رات چوگنی اخلاقی طاقت بڑھ رہی ہے۔ اگر مسلمان زیادہ سرکاری ملازمت کے خواہاں ہیں تو ان کو مبارک ہو۔ اس رویّہ سے ان کی قوم کمزور ہوگی۔ قوم کی طاقت سرکاری ملازموں اور کونسل کے ممبروں کی تعداد پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ تیاگی سیوکوں اور شہیدوں کی تعداد سے کسی قوم کے مستقبل کی بابت پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔ پس ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسلمانوں میں ہندوؤں کی نسبت زیادہ تیاگی سیوک اور شہید موجود ہیں۔ اس سوال کا جواب ہم ہندوؤں کیلئے بہت تسلّی بخش ہے۔ اب ہماری قوم میں زیادہ سیوک اور شہید ہیں وجہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے ایک اعلیٰ آدرش ہے۔ ہندوستان ہمارا وطن ہے۔ پنجاب ہمارا وطن ہے۔ ہندوستان کی تاریخ پر ہمکو ناز ہے۔

مسلمانوں کی بُری حالت

ہمارا ایک ٹھکانا تو ہے جس کے پریم میں مگن ہو کر قربانی کریں۔ لیکن ان بیچارے نیم فارسی۔ نیم عربی۔ نیم ہندی مسلمانوں کیلئے کیا اعلیٰ آدرش موجود ہے حب وطن سے یہ خالی ہیں کیونکہ سارا ہندوستان مسلم نہیں ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے یہ اُسے اپنا وطن نہیں سمجھتے۔ پس یہ زبردست جذبہ جو ہمیں ہندوؤں کو قربانی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ ان مسلمانوں کے لئے بالکل بے اثر ہے۔ تب صرف حب مذہب باقی رہ گیا۔ یعنی اسلام کی تاریخ اور کارنامہ۔ مگر فطرت

انسانی ایسی واقع ہوئی ہے۔

حب وطن کے کرشمے

کہ جہاں حب وطن کیلئے لاکھوں معمولی اشخاص جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں وہاں حب مذہب کیلئے صرف چند پارسا لوگ زیادہ قربانی کرتے ہیں۔ عربوں نے صرف اسلام کی وجہ سے اتنی فتوحات حاصل نہیں کی تھیں بلکہ اُن کے دلوں میں عربستان کا حب وطن بھی موجزن تھا۔ وہ ایرانیوں۔ مصریوں۔ اور دوسری اسلامی قوموں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ہر ملک میں دیکھا جاتا ہے کہ وطن کی جنگ میں لاکھوں کروڑوں سپاہی لڑنے مرنے کے لئے چل پڑتے ہیں۔ جیسا یورپ کی جنگ عظیم میں تجربہ کیا گیا ہے۔ لیکن مذہبی پادری اور شہید بہت کم بنتے ہیں۔ پس جہاں کروڑوں ہندو اپنے وطن کی تاریخ سے موثر ہو کر زیادہ قربانی کرتے رہیں گے۔ وہاں مسلمان نوجوان صرف اپنی مذہبی تاریخ کا آسرا لے کر ویسا جوش کبھی ظاہر نہیں کر سکیں گے۔

ہندی مسلمانوں کا گناہ

ایک بیوطن قوم بیوہ عورت کی مانند ہوتی ہے جس کا دل پریم سے خالی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کو الفت ظاہر کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ ہندی مسلمانوں نے ہندوستان کی قومی سنتھاؤں اور تاریخ کا نرادر کر کے اپنے آپ کو ایک اخلاقی ریگستان میں ڈال لیا ہے۔ پس ہندو قوم کو کچھ فکر نہ کرنا چاہیئے۔ ایک طرف تو مسلمان سرکاری ملازمت وغیرہ کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ دوسری طرف اُن کے پاس اخلاقی جوش کیلئے صرف اپنی مذہبی تاریخ موجود ہے۔ ان دونوں پاٹوں کے بیچ میں اُنکی قوم ایسی پس جائے گی کہ اس کی اخلاقی ہستی کے ذرّات بکھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ انگریزوں کی خوشامد کر کے اور ہندوستان کی تاریخ سے غافل رہ کر مسلمان

اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہے ہیں۔ ہندو مدبر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور ہمیں آئندہ کے لئے ذرا بھی تشویش نہیں ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی قربانیاں

غور کیجیے کہ ابتک آزادی کیلئے ہندوؤں نے ہی زیادہ قربانی کی ہے ابتک کتنے مسلمان قید خانہ کے مہمان بنے ہیں۔ کتنے مسلمان کالے پانی بھیجے گئے ہیں۔ کتنے مسلمانوں نے پھانسی پائی ہے۔ کتنے مسلمان لیڈر گھر بار تیاگ کر اپنی قوم کی یا کل ہندوستان کی خدمت کر رہے ہیں۔ ان سوالوں کا جواب یہی ہے کہ مسلمانوں میں ایسے تیاگی رہبر اور بہادر شہید بہت کم نکلتے ہیں۔ ان میں زیادہ فسادی اور روپیہ خورد برد کرنے والے رہبروں کی کثرت معلوم ہوتی ہے لیکن بالآخر چند لٹھ باز شہری قوموں کی طاقت کا فیصلہ نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ وہ قوم بازی لیجاتی ہے۔ جس میں زیادہ تیاگی اور بہادر دیش بھگت پیدا ہوں۔ اس مقابلہ میں ہندوؤں کی ہمیشہ جیت رہے گی۔ ہم ابھی انگریزوں کی نسبت ادنی ہیں۔ لیکن مسلمانوں سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ پس اے ہندو بھائیو! اپنے سیوکوں اور شہیدوں کی تعداد کو بڑھالو۔ اور مسلمانوں اور افغانوں سے مت ڈرو۔ آخر میں ہماری فتح ہوگی۔

مسلمان لیڈروں کی حقیقت

جو تھوڑے سے فراخدل مسلمان رہبر ہندوؤں سے سچی ہمدردی ظاہر کریں اُن پر بھی ہم دراصل پورا بھروسہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ کسی نہ کسی موقع پر اُن کا حُبِ اسلام ضرور رنگ لائیگا۔ اور تب ہم ہندو پچتائیں گے۔ میں اس حبِ اسلام کا تماشہ بہت عرصہ سے دیکھ رہا ہوں۔ مثلاً پانی پت کے مشہور شاعر جناب مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے شروع میں حب وطن کی عمدہ دلکش نظمیں لکھیں۔

اُن کی ایک نظم کا پہلا مصرعہ تھا:۔ ع

"اے حصارِ عافیت اے کشورِ ہندوستان"

اور اس میں فخر کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا کہ ہندوستان نے سکندر اعظم کو شکست دی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب جناب حالی صاحب علیگڈھ تحریک کے اثر میں آئے تو اخیر میں اپنے مسدس میں وہی اسلام کا رونا لے بیٹھے۔ اور وہ مسدس اب بہت سے مسلمانوں کی قومی نظم ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کو دیکھئے انہوں نے وہ مشہور گیت لکھا جس کا پہلا مصرع ہے ع

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

اس زمانہ میں آپ درحقیقت محب وطن تھے۔ لیکن خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے دوسرے مسلمان دوستوں کی صحبت کے اثر سے آپ بھی صرف محب اسلام رہ گئے اور یہ شعر لکھا کہ ع

"مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا"

اس سے پیشتر آپ یہ مصرعہ لکھ چکے تھے۔ ع

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

پس ایسا تعلیم یافتہ۔ فراخدل۔ تصوف پسند اور مسلمان شاعر بھی اخیر میں صرف حبِ اسلام کے دائرے میں آگیا۔ اور وطن کی فراموشی کے باب میں پھنس گیا۔ اسی طرح جناب شوکت علی صاحب کی رائے کوہاٹ کے معاملہ میں مہاتما گاندھی جی کی رائے سے مختلف ثابت ہوئی۔ الغرض میں تمام ہندو دیش بھگتوں سے پکار کر کہتا ہوں کہ ایسے چند روزہ کچے دوستوں کی خاطر ہندو سنگھٹن کو برباد نہ کریں ایسے دل و گردہ کے مسلمانوں کو اُن کی مسلم لیگ میں الٹیبر باد کے ساتھ واپس بھیجدیا جائے تاکہ وہ وہاں اپنے مسلمان بھائیوں کو اچھا اپدیش کریں۔

بعض ہندو رہبروں کی بھول

افسوس ہے کہ ایسے دس پانچ مسلمانوں کی خاطر ہمارے بڑے رہبر ہندو

مہاسبھا سے الگ رہے۔ بھلا ایسے فراخدل مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے۔ اور ان کا حب وطن بھی اتنا کمزور ہوتا ہے کہ ذراسی بات پر حب اسلام غلبہ حاصل کر لیتا ہے جب نیک سیرت مسلمانوں کا یہ حال ہے۔ تو معمولی متعصب مسلمانوں کی دماغی حالت ہندو مسلم اتحاد کو ناممکن اور بے معنی بنا دیتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ بعض ہندو دیش بھگت یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف ہندوؤں کا راج قائم کرنا بہت دشوار ہوگا۔ لیکن مشترکہ ہندو مسلم۔ عیسائی راج قایم کرنا آسان ہوگا۔ یہ اُن کی بڑی غلطی ہے وہ فطرت انسانی سے بیخبر ہیں اور بڑی تحریکوں کی کامیابی کے راز سے ناواقف ہیں۔ وہ صرف آدمیوں کی تعداد کا خیال کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم مشترکہ ہندو مسلم عیسائی راج کا مطلب بھی صاف طور پر سمجھ لیں (جو ایک ناممکن امر ہے) تو بھی میں یہ کہتا ہوں کہ شدھ راج قائم کرنا دراصل ایسے مشترکہ راج کی بنیاد ڈالنے سے بہت زیادہ آسان ہے اسی طرح ایک اسلامی حکومت قائم کرنا اس قسم کی مشترکہ ریاست بنانے سے زیادہ آسان ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر تحریک کا ایک خاص آدرش اور اصول ہوتا ہے۔ جس سے لوگوں میں اتفاق اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ یگانگت ضروری ہوتی ہے۔ ایک گھوڑے کی دو گھوڑوں کی گاڑی کی نسبت کم تیزی سے چلے گی۔ یہ درست ہے۔ لیکن اگر کسی گاڑی میں ایک گھوڑا اور ایک بیل جوڑ دیا جائے تو وہ ایک گھوڑے کی گاڑی کی نسبت زیادہ تیز نہیں چلے گی۔ بلکہ شاید ایسی گاڑی بالکل ہی نہ چلے۔ اور اسکے پُرزے جلد ٹوٹ جائیں۔ کیونکہ گھوڑا اور بیل ساتھ ساتھ نہیں دوڑ سکتے۔ اسی طرح جنگ عظیم میں دیکھا گیا تھا کہ جرمنی کی سرحد پر جرمنی کے سپاہیوں کی تعداد دشمنوں سے کم تھی۔ لیکن وہ بہادری سے بہت عرصہ تک مقابلہ کر سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سب جرمن قوم کے تھے۔ اور ان میں اتفاق اور یگانگت تھی۔ لیکن فرانس کی طرف سے انگریز فرانسیسی۔ حبشی۔ ہندوستانی مسلمان وغیرہ مختلف رنگ اور شکل کے سپاہی لڑنے کیلئے آتے تھے۔ پس ان میں گڑبڑ اور کھینچا تانی رہتی اور اُن کی ایک آتما نہیں تھی۔ جیسی جرمنوں کی تھی۔

ہندو سنگھٹن اور ہندو راج کی عظمت

ایک ہندو قومی تحریک میں تاریخ بھاشا۔ تہواروں وغیرہ قومی سنستھاؤں کی مدد سے جو روح پھونکی جا سکتی ہے وہ ایک مشترکہ ہندو مسلم۔ عیسائی مجلس میں پیدا کرنی ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے ہندو مہاسبھا یا ہندی ساہتیہ سمیلن کے موقع پر جو جوش دیکھنے میں آتا ہے۔ وہ کانگریس یا اسی قسم کی مشترکہ تحریکوں میں پیدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہاں نام۔ تاریخ۔ زبان اور امنگوں کی یگانگت نہیں ہوتی ہے۔ پس اگر ہندو اپنے سنگھٹن سے ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کریں تو انہیں جلد کامیابی کی اُمید ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ بہت سے متزاد اور مختلف عناصر کو ملا کر ایک مشترکہ تحریک بنائیں تو وہ بالکل ناکامیاب ہوگی۔ میں تو یگانگت کو اتنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری رائے میں صرف گورکھے ہی قومی بیداری کے بعد ہندوؤں کا راج قائم کر سکیں گے۔ کیونکہ ان میں اتفاق اور بہادری موجود ہیں۔ ہندوؤں کی ایک قوم ہی بیڑا پار کر سکتی ہے۔ جیسے صرف مرہٹوں ہی نے ملک کے ایک بڑے حصہ میں اسلامی حکومت کا چراغ گل کر دیا اور راجپوت بالکل غافل بیٹھے رہے۔ یگانگت فتح کا ذریعہ ہے۔ صرف تعداد سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے بلکہ مختلف مزاج اور خیالات کے زیادہ آدمی جمع کرنے سے اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ جوش کم ہو جاتا ہے اور قربانی کی طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ انگریز ہندوستان پر حکمران ہیں۔ لیکن اگر اُن کے ساتھ فرانسیسیوں۔ امریکنوں اور جرمنوں کو بھی شامل کر دیا جائے تو کیا اُن کے کام میں آسانی ہو جائیگی۔ ہرگز نہیں بلکہ اُن کی حکومت کمزور ہو جائے گی۔ اب انگلستان کے نام پر انگریزی بھاشا بول کر ہر ایک افسر اور سپاہی اپنا فرض ادا کرنے کو تیار ہے۔ لیکن مشترکہ انتظام میں صرف نفاق اور گڑبڑ ہوتی ہے۔

مسلمانوں کی شدھی و افغانستان کی فتح

بعض ہندو دیش بھگت شاید مان لیں کہ ہندو راج قائم ہو جائیگا۔ لیکن وہ سوچتے ہیں کہ سب مسلمانوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح تو ازحد مشکل ہیں یہ بھی اُن کی غلطی ہے۔ جب ہندوؤں میں اتنی ہمت آجائے گی کہ اپنا راج قائم کرلیں تو پھر سب مسلمانوں اور عیسائیوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح تو بالکل آسان بات ہوگی۔ جب ریاست اپنی ہوگی تو مسلمان اور عیسائی باشندوں کو آہستہ پریم پورک ہندو بنانے میں کیا دقت ہوگی۔ راج کا بل بہت ہوتا ہے۔ اگر ہندوستان میں ہندو ریاست ہوگی تو افغانستان کو شامل کرنا ضروری ہوگا کیونکہ اگر ہندوستان افغانوں کو پھر اپنی تہذیب کے دائرہ میں نہ لائیگا۔ تو افغانی مسلمانوں سے ہندوستان کی ہندو ریاست کو خطرہ رہے گا

غور طلب نکات

بعض ہندو یہ کہتے ہیں کہ یہ سارے کام ایک دفعہ ہی کرنا ناممکن ہوگا یعنی مسلمانوں اور عیسائیوں کی مخالفت یا بے اعتنائی کے باوجود ہندو ریاست قائم کرنا اور پھر شدھی کرنا اور افغانستان کو فتح کرنا وغیرہ یہ تو بالکل بے وقوفی کی بات کہہ رہے ہو۔ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ کون بے وقوف ہے۔ ایسے پست ہمت ہندو دیش بھگت اس بڑے اُصول سے بے خبر ہیں کہ جب کوئی قوم جاگتی ہے تو وہ کئی کام ایک ساتھ کر ڈالتی ہے۔ کیونکہ اس میں اسقدر جوش ہوتا ہے کہ سب کچھ آسان ہو جاتا ہے۔ جبتک کوئی کاہل سستی میں بستر پر پڑا رہتا ہے۔ تب تک اُسکے گھر میں مکڑی کے جالے۔ گرد۔ کوڑا کرکٹ جمع ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جب وہ ایک دفعہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جھاڑ دیکر صفائی شروع کرتا ہے تو ساری چیزیں ایک ہی وقت میں باہر پھینک دیتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا ہے کہ ان مکڑی کے جالوں کو رہنے دوں کیونکہ

ہٹانے میں ذرا زیادہ تکلیف ہوگی۔ وہ سارا کام پورا کردیتا ہے۔ کیونکہ اس کے دماغ میں صفائی کا خیال موجود ہے۔ جب دریا میں طغیانی آتی ہے تو پانی کی رو مکانوں درختوں اور جانوروں سب کو بہا کرلے جاتی ہے کیونکہ اس رو کا زور اس سارے کام کے لئے کافی ہے۔

صادق جوش و ہمت کے نتائج

میرا مطلب یہ ہے کہ جبتک ہندو غلام اور کاہل ہیں تب تک ان پر سب طرف سے مصیبت ہے مسلمان تبلیغ کرتے ہیں۔ عیسائی اُن کی جڑ کاٹتے ہیں۔ لیکن جب یہ خفتہ قوم بیدار ہوگی اور اپنے پراچین آزاد بھارت ورش کے دھیان میں خون کے آنسو بہایا کریگی۔ تو اس وقت اُس قوم میں اتنا جوش پیدا ہوگا کہ سوراج۔ شدھی اور افغانستان کی فتح کے علاوہ ممکن ہے کہ ہم مشرقی افریقہ۔ فجی اور دوسرے ملکوں پر قابض ہو جائیں گے۔ جہاں ہندو بھائی آباد ہیں کیونکہ اس وقت ہم کسی ہندو بھائی کو دنیا بھر میں غلامی کی حالت میں نہیں چھوڑیں گے۔ ایسی دیش بھگتی کی لہر چلیگی اور ہندو نام کی گنگا میں ایسا چڑھاؤ آئیگا۔ پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملے گی تو یہاں ہندو راج ہوگا۔ اور اگر یہ پہلا کام کرلیا تو باقی سب کام آسان ہونگے۔ دراصل یہ پہلا کام ہی سب سے مشکل ہے۔

تواریخی شہادت

اس اصول کی تاریخی شہادت ملک سپین کے اتہاس سے ملتی ہے۔ کئی صدیوں تک یہ ملک عرب اور مراکو کے مسلمانوں کے زیر حکومت رہا لیکن جب چودھویں صدی میں اس قوم میں بیداری شروع ہوئی تو دو صدیوں کے اندر یہ ملک آزاد ہو گیا۔ پھر مسلمانوں کو ملک سے نکال دیا اور پوری یگانگت پیدا کی۔ بعد از اں چند ہزار بہادروں نے سمندر پار جا کر امریکہ دریافت کیا۔ اور جنوبی امریکہ میں اپنی سلطنت قائم کردی۔ اور آجتک وہاں سپین کی بھاشا بولی جاتی ہے۔ قومی تحریک کے آغاز میں

کسی کو یہ گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ اخیر میں جنوبی امریکہ میں رراج قائم ہو جائیگا۔ لیکن جب

بہادر دیش بھگت ایک دفعہ گھر سے نکل پڑتے ہیں تو پھر کہیں کے کہیں پہنچ جاتے ہیں اسی طرح انگلستان کئی صدیوں تک غیر قوم کے ماتحت رہا۔ لیکن جب ۱۸۵۸ء کے قریب قومی اتفاق اور جوش کی رو چلی تو تین سو برس کے اندر اس قوم نے حیرت انگیز ترقی کی ہے کہ امریکہ آسٹریلیا نیوزی لینڈ میں نوآبادیاں قائم کیں اور ہندوستان کو فتح کر لیا۔ میرا مطلب اب صاف ہے کہ اگر ہندو قوم میں آئندہ بیداری ہوگی تو نہ صرف ہندو راج قائم ہو جائیگا۔ بلکہ مسلمانوں کی شدھی۔ افغانستان کی فتح وغیرہ باقی ضروری آدرش بھی جلد پورے ہو جائیں گے اُن کے علاوہ ہماری زندہ دل آزاد بہادر سنتان کیا کیا بڑے کام کر ڈالے۔ یہ کس کو معلوم ہے۔

پاگل کون ہے

اب دیش بھگت بتائیں کہ پاگل کون ہے۔ میں یا وہ بے سمجھ ہموطن جو تاریخ اور راج نیتی کے رموز سے ناواقف ہیں اور اس وجہ سے میری دلیلوں کا جواب صرف گالیوں سے دے سکتے ہیں۔ اگر کسی دیش بھگت کو میری اس راج نیتک سکشا میں کچھ شبہ ہو تو وہ بحث کر کے اپنی شنکا کو دور کر لیں۔ میں جو کہتا اور لکھتا ہوں بہت غور وخوض کے بعد کہتا اور لکھتا ہوں۔ لیکن بعض اصحاب کو یہ یکواس معلوم ہوتی ہے۔ ایسے محبان وطن علمی دلیلوں سے میدان مباحثہ میں اُتریں۔

اس لئے آج ہم ہندو سنگھٹن شروع کر کے پنجاب کے گوروؤں اور مہاراشٹر کے بیروں کا کام جاری رکھتے ہیں۔ ہندو راج بسبب مسلمانوں اور عیسائیوں کی شدھی افغانستان کی فتح اور شدھی یہ آدرش بن جائے۔ اس کے علاوہ جو کچھ آدرشبہ کام ہو وہ کیا جائیگا۔ یہ ہندو قوم کے مستقبل (دورشیہ) کا منظر (درشیہ) ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں اور بیروں کا ہمارے اوپر رن (قرضہ) ہے۔ یہ ہماری آنیوالی سنتان کی آواز ہے اور یہ ہر ہندو پرش اور استری کا دہرم ہے۔ جس کے لئے تن من دھن سے کوشش

کرد۔ یہ میری پکار ہے اور یہ میری شکشا ہے۔

پرتاپ ۲۹ اگست ۱۹۲۶ء

قومی تعلیم

بھائی پرمانند جی ایم۔ اے۔ پردھان پنجاب پراونشل ہندو سبھا

جس زمانہ میں ہندوستان میں چند انگریز پارسی اور کچھ نیم ہندو مل کر انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد ڈال رہے تھے انہیں دنوں میں ایک نہایت قابل اور اونچا دماغ رکھنے والا انگریز پروفیسر کیمبرج میں اپنے لڑکوں کے سامنے ہندوستان کی بابت لیکچر دیتا تھا کہ کس طرح چھوٹی سی انگریز قوم نے ہزاروں میل سمندر طے کر کے ہندوستان جیسے قدیم اور بڑے ملک کو فتح کر لیا۔ دوسرا یہ کہ وہ کونسے وسائل ہیں جن کی بدولت کہ وہ انگریز قوم ہندوستان پر اپنی حکومت جاری رکھ رہی ہے۔ اپنے اس قسم کے سوال اُٹھا کر اس انگریز ودوان نے ان پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی۔ وہ کہتا ہے انگریز ہندوستانیوں کو فتح کرنے میں اس لئے کامیاب ہوئے۔ اگرچہ اس ملک میں انسانوں کی بکثرت آبادی پائی جاتی تھی۔ لیکن اُن کے اندر قومیت کا جذبہ موجود نہ تھا۔ آگے چلکر یہ بھی بتا دیا کہ جبتک ہندوستان میں قومیت کا جذبہ پیدا نہ ہوگا۔ اُس وقت تک انگریزی حکومت میں کسی طرح سے بھی خلل نہیں آسکتا۔ یہاں تک ہی نہیں۔ بلکہ اُس نے ایک اور بات بھی صاف طور پر بتا دی کہ ہندوستان میں اور مختلف قوموں کے اجزا پائے جاتے ہیں۔ ایک پُرانی ہندو کلچر ہے جسے وہ برہمن ازم نام دیتا ہے۔ جو کہ ہندوؤں میں قومی زندگی پیدا کر سکتی ہے۔ جیسا کہ سیواجی مہاراج کے وقت مرہٹوں کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس کے مقابلہ میں دوسری قومیت اسلام کی مذہبی طاقت

میں پائی جاتی ہے۔ سرکار انگریزی کی پالیسی کی کامیابی اسی بات میں ہے کہ وہ ان
دو مختلف قومیتوں کے ساتھ ترازو کے پلڑوں کو اپنے ہاتھ میں رکھکر انہیں قابو میں
رکھے۔ انگریز پروفیسر نے ایک نہایت گہری پولٹیکل سچائی کو اپنے ہموطنوں کے
سامنے رکھا۔ اس کے مقابلہ پر ہمارے ملک کے چیدہ چیدہ اصحاب نے ایک فرضی
اور خیالی اصول کی بنا پر ایک نئی قومیت کے کھڑا کرنے کا ارادہ کیا۔ انگریز مدبر تو
قومیت کے اجزاؤں کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ کہاں کہاں تک قومی عمارت کا
مصالحہ پایا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ہندوستانی مدبر مصالحہ وغیرہ کی کچھ پرواہ نہیں
کرتے۔ وہ تو ایک ایسی قومیت بنانا چاہتے ہیں جیسی اُن کے دماغ میں ضرورت محسوس ہوتی
ہے۔ انہیں اس بات کی پرواہ نہیں۔ کہ ایسی قومیت بننا ممکن ہے یا کہ نہیں۔ وہ تو
سیچے فلاسفروں کی طرح بننی چاہیے" کو لیکر اس پر قومیت کی بنیاد رکھ لیتے ہیں۔ انکی
تعلیم کا نتیجہ آج ہم کیا دیکھتے ہیں۔ غلط راستہ پر پڑے ہوئے لیڈر ایک قوم کی قوم کو
گمراہ کر رہے ہیں۔ سب سے بڑھکر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اُن کا اثر زیادہ تر ہندو
نوجوانوں پر ہے۔ ہندو دماغ شروع سے فلسفہ کی طرف زیادہ راغب کہا جاتا ہے
ہندوؤں کو دور دور کے خواب بہت دکھائی دیتے ہیں۔ ہماری بدبختی ہی یہ تھی۔ کہ
ہمارے رہنماؤں نے اس دنیا کے حقیقی اور ٹھوس واقعات کو ہمیشہ نظر انداز کیا۔
اب بھی ہم اپنے نوجوانوں میں وہی مرض دیکھتے ہیں۔ ہمیں تو سوراج چاہیئے۔ سوراج
کیلئے ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے۔ ہم اتحاد حاصل کریں گے چاہے کچھ بھی ہو جائے"۔
کھبولے ہوئے نوجوان! ان کا قصور نہیں ہے۔ بیہودہ لیکچروں نے ان کے دماغوں
میں ایک خواہش پیدا کر دی ہے۔ اس خواہش کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ بچہ چاند کو
دیکھ کر اس کو پکڑنے کے لئے اس کو لپکتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ ہاتھ سے چاند پکڑا
نہیں جائیگا۔ سوراجیہ اگرچہ ایک اچھی چیز ہے۔ مگر اس کو جاننے کی ضرورت ہے
سوراج کے ساتھ قومی عمارت کی تعمیر بھی ضروری ہے۔ جبتک قوم نہ بنے گی۔
سوراج کس کو ملے گا۔ سوراج کون لے سکتا ہے۔

قومی عمارت کا کیا ہے وہ تو انڈین نیشنل کانگریس نے بنا ہی دی ہے۔
اور ایک گُر بتا دیا۔ کہ ہندو مسلم اور عیسائی سب ایک ہو جائیں۔ ایک متحدہ قومیت
بن جائے گی۔ ہندو بچے دوڑتے ہوئے اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ ایک بار یقین
لانے پر اُن کی آنکھیں ایسی اندھی ہو جاتی ہیں۔ کہ ان کو نظر ہی نہیں آتا کہ اُن کے
سامنے کیا ہو رہا ہے۔ میں ان نوجوانوں سے پیار کرتا ہوں۔ لیکن مجھے ان کی حالت
پر رحم آتا ہے۔ انہیں دنیا کا ابھی تجربہ نہیں ہے۔ جب دنیا میں قدم رکھیں گے۔
تو اُن کے پاؤں پتھروں سے ٹھوکریں کھا کر ٹوٹنے لگیں گے۔ تب بھی شاید انہیں
سمجھ نہ آئے۔ وہ اتنا نہیں دیکھ سکتے کہ پچھلے آٹھ سو سال سے ہندوستان اسلام
کی حکومت کے نیچے رہا۔ اس غلامی کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اس ملک میں ایک قوم
کی قوم مذہب کے اندھے وشواش پر مضبوط ہوتی ہوئی ہندوؤں کو ہڑپ کرنے پر
تیار بیٹھی ہوئی ہے۔ جو اُن سے اتحاد کرنا چاہتے ہیں وہ اُن کے ساتھ ملکر ایک
قومیت بنانا چاہتے ہیں۔ سلاطین اسلام کے زمانہ میں جو کچھ اسلامی حکومت کی طرف
سے ہوا آج وہی عیسائیت کی طرف سے ہو رہا ہے۔ لاکھوں عیسائی پرچارک اپنی زندگی
وقف کئے بیٹھے ہیں۔ ہمارے نوجوان اس خطرہ کو دیکھنا نہیں چاہتے وہ ان کو ساتھ
ملا کر ایک قوم بنانے کے وہم میں لگے ہیں۔ گدھا بھیڑیے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر
لیتا ہے۔ اور سمجھ لیتا ہے کہ میرا دشمن جاتا رہا۔

مجھے اس سے بڑھکر کبھی دُکھ نہیں ہوا جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک قومی انسٹیٹیوشن
کے زیر سایہ تعلیم پانے والے ہندو نوجوان محرم میں جاکر "یا حسین یا حسین" کا نعرہ لگا کر
پیٹتے ہیں۔ اور دوسرے ایک قومی ودیا پیٹھ کے لڑکے بائیبل کو پڑھنے کے خواہشمند ہیں
محرم میں جا کر پیٹنا مجھے اس لئے بُرا لگتا ہے کہ ان لڑکوں کے رہنماؤں نے ان کو یہ بھی
نہیں بتایا کہ محرم کا تیوہار مسلمانوں کا تخت نشینی کے لئے محض خانگی جنگ تھا اور
کربلا کی لڑائی مسلمانوں کے سُنّی اور شیعہ فرقوں کے درمیان باہمی مذہبی بیرحمانہ
کشت وخون تھا۔ اس کا نہ ہندوستان سے تعلق ہے نہ ہندو جاتی سے۔ ہندو

نوجوانوں کی اس سے بڑھ کر اور گراوٹ کیا ہو سکتی ہے۔ اور اگر کوئی ہندو انسٹیٹیوشن ان نوجوانوں کو ایسی سکھشا دیتا ہے۔ تو وہ جس قدر جلد بند ہو جائے اُتنا ہی بہتر ہے۔ بائبل پڑھنے یا پڑھانے پر مجھے اعتراض نہیں ہے۔ مگر ایک انسٹی ٹیوشن کے لڑکوں کا اشتیاق ظاہر کرنا۔ ہندوؤں کو اخلاقی طور پر بہت کمزور ظاہر کرنے والا ہے۔ عام ہندو یہ سمجھیں گے کہ سچ مچ بائبل ہی سب سے اعلیٰ کتاب ہے جسے انہیں پڑھنا چاہیئے۔

ہندو قومیت کو بہت سے خطرے ہیں۔ لیکن سب سے عظیم خطرہ اس ذہنیت سے ہے جو کہ نوجوانوں کے دلوں میں پیدا کی جا رہی ہے۔ ہندو نوجوانوں کو سکھانے کی ضرورت ہے کہ وہ پکّے ہندو بنیں۔ اُن کے اندر خودداری اور خود اعتمادی کا مادہ پیدا ہو۔ وہ دوسروں کی خاطر اپنے آپ کو کمزور کر کے اپنی قومیت کو تباہ نہ کریں۔ اتحاد کی صورت تبھی ہو گی۔ جب ہندو جاتی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھے گی۔ یہ بالکل نیا راستہ ہے جس پر کہ ہندو قوم کو آج چلنا ہو گا۔ کرشن بھگوان کی یاد آج ہم کریں۔ مگر اس کے ساتھ بھگوان کا بتایا ہوا اصول ہمیں دھارن کر لینا چاہیئے۔ کرشن بھگوان نے کہا ہے۔ प दा पद [illegible]

ارتھات۔ جب جب دھرم پر حملے ہوتے ہیں۔ میں دھرم کی رکھشا کیلئے آتا ہوں۔ ہندو دھرم پر اتنے حملے کبھی نہیں ہوئے۔ جن کا شکار اب ہو رہا ہے۔ اگر کرشن کو یاد رکھنا ہے تو ہندو دھرم میں ہندو قومیت سے محبت پیدا کرو۔ اور اسکے لئے مرنا سیکھو۔

تیج ۳۰۔ اگست سنہ ۱۹۲۶ء

ہندو سنگھٹن کا سچا آدرش

(از کلک گوہر سلک فنائی القوم محب وطن شریمان لالہ ہر دیال جی ایم۔ اے مقیم سویڈن)

ہندو سنگھٹن کی بھی خوب مٹی پلید ہو رہی ہے۔ بہت سے ہندو دیش بھگت یہ سمجھتے

ہیں۔ کہ ہندو سنگھٹن کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں سے لڑا بھڑا جائے۔ اور صرف مسلمانوں کے برخلاف ہندوؤں کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ بلکہ اکثر یہ بات سنی بھی جاتی ہے کہ مختلف شہروں میں فسادوں کی وجہ سے ہندو سنگھٹن کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے۔ تو ہندو سنگھٹن صرف ایک چند روزہ تحریک ہے۔ کیونکہ یہ فساد تو اب چند سال کے بعد بند ہو جائیں گے۔ سرکار خود اب ان کو بند کرا دیگی۔ ان فسادوں کو تو سرکار ہی روک سکتی ہے۔ اور وہ جلد ان کے برخلاف کارروائی شروع کریگی۔ کیونکہ سرکار کا فائدہ شاید اس بات میں تو ہے۔ کہ ہندو مسلمان کبھی کبھی ذرا جوتی پیزار کرتے رہیں۔ لیکن اگر معاملہ حد سے تجاوز کر جائے۔ تو اس سے سرکار کو بھی خطرہ ہے۔ کیونکہ ملک میں لڑنے بھڑنے کی عادت کے زیادہ پھیلنے سے حکومت کی بنیادیں کمزور ہوتی ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے نفاق سے شاید انگریزوں کا فائدہ ہے۔ مگر انگریز یہ نہیں چاہتے ہیں کہ خلقت کے دل سے پولیس اور سرکار کا ڈر بالکل اُڑ جائے۔ پس یہ بدامنی کچھ عرصہ تک جاری رہ سکتی ہے۔ بعد ازاں سرکار خود ایسے فسادوں کو بند کرا دیگی۔ کئی بار ایسا تجربہ ہو چکا ہے۔ ایسے ہی فساد پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ اور پھر بند بھی ہو چکے ہیں۔ یہ ایک قسم کی وبا ہے۔ جو انگریزی راج کی وجہ سے خاص موقعوں پر ضرور نمودار ہو جائیگی لیکن سرکار خود ہی اس کا تدارک بھی کر دے گی۔ سرکار کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ ہندو مسلمان بلوہ بازی کرتے کرتے کہیں انگریزوں کے بنگلوں تک نہ جا پہنچیں۔ کیونکہ مرنے مارنے اور لوٹ مار کرنے کی عادت نئے گل بھی کھلا سکتی ہے۔ اس وجہ سے اگر ہندو سنگھٹن کی تحریک صرف مسلمانوں کے برخلاف اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے جاری کی گئی ہے تو یہ محض چار دن کی چاندنی رہیگی۔

میں مسلمانوں کو اتنی اہمیت نہیں دیتا ہوں جتنی بہت سے ہندو دیش بھگت دے رہے ہیں۔ خواہ کانگرسی ہوں یا سنگھٹنی۔ دونوں کے سر پر مسلمانوں کا بھوت سوار ہے۔ کانگرسی اصحاب کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کے بغیر سوراجیہ لینا ممکن نہیں ہے۔

بعض سنگھٹنی اصحاب صرف مسلمانوں کی جانب سے ہی خطرہ دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر ہندو سنگھٹن کو محض مسلمانوں کی رقابت کے اُصول پر چلایا جائے تو اس سے کچھ زیادہ دیرپا نتیجہ نہیں ہوگا۔

یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ لفظ ہندو ایک قوم کا نام ہے۔ جیسے انگریز۔ جرمن۔ ایرانی۔ جاپانی وغیرہ۔ بعض اصحاب ہندوستانی کا نام پسند کرتے ہیں۔ لیکن میں اس کی بجائے "ہندو" لکھتا ہوں۔ اس میں کچھ فرق نہیں ہے۔ لفظ ہندو قدیم اور مروج ہے کشمیر سے راس کماری تک۔ کلکتہ سے کراچی تک ہر شخص اسے سمجھتا ہے۔ پس نئے الفاظ مثلاً ہندوستانی وغیرہ کی خاص ضرورت نہیں ہے۔ ہندو سنگھٹن ایک قومی تحریک ہے۔ فرقہ وارانہ تحریک نہیں ہے۔

ہندو سنگھٹن کا مقصد یہ ہے کہ بھارت ورش میں ایک ایسی مضبوط زبردست متحدہ اور بیدار سیاسی جماعت قائم کی جائے جو ایک آزاد ہندو ریاست کے آدرش تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہے۔ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق ایک ایسا دَل بنایا تھا۔ آجکل بھی سوراجیہ پارٹی۔ انڈیپنڈنٹ پارٹی۔ لبرل پارٹی وغیرہ سیاسی جماعتیں قائم کی جا رہی ہیں۔ ہندو سنگھٹن کا اصلی مقصد یہ ہے۔ کہ ایک ایسا ہندو قومی دَل قایم کیا جائے۔ جو ایک آزاد قومی ریاست کی بنیاد ڈالے۔ جب انگلستان کچھ عرصہ کے بعد ہوم رول یعنی ۷۵ فیصدی سوراجیہ ہمیں پیش کرے۔ تو وہ ہندو قومی دَل کے ساتھ عہد و پیمان کرے۔ کوئی دوسری بودی۔ کچی چند روزہ جماعت سوراجیہ کی ذمہ داری نہیں لے سکتی ہے۔ روایت ہے کہ جب گنگا پرتھوی پر اُتریں تو مہادیو کے سر ہی پر اُتر سکتی تھیں۔ اسی طرح میں پوچھتا ہوں کہ جب سوراجیہ لینے کا وقت آئیگا۔ تو وہ کونسی پارٹی (دَل) ہے جو اس بھاری بوجھ کو سہار سکیگی کیا بے جڑ کے درختوں (مثلاً لبرل پارٹی۔ کانگریس وغیرہ) پر سوراجیہ کا پھل لٹکایا جا سکے گا۔ میری رائے میں ایک کروڑ ہندوؤں کے سیاسی سنگھٹن سے سوراجیہ ملے گا۔ باقی سب زبانی جمع خرچ ہے۔ ایک کروڑ ہندوؤں کی سیاسی جماعت قایم

کردو۔ اور میں دو کروڑ نہی سوراجیہ کا پارسل لندن اور جنیوا سے آپ کے نام روانہ کردونگا۔

ہندو سنگھٹن کا آدرش یہ ہے کہ ہندو قومی سنستھاؤں کی بنیادوں پر ہندو قومی ریاست قائم کی جائے۔ ہندو قومی سنستھائیں یہ ہیں۔ مثلاً سنسکرت بھاشا۔ ہندی بھاشا (یا پنجابی۔ بنگالی وغیرہ) ہندو قوم کا اتہاس ہندو تہوار۔ ہندو مہاپرشوں کا سمرن۔ ہندوؤں کے دیش بھارت یا ہندوستھان کا پریم۔ ہندو قوم کے ساہتیہ کا پریم وغیرہ وغیرہ۔ جو لوگ آجکل کے نیم عربی نیم ایرانی مسلمانوں کو قومی تحریک میں خواہ مخواہ شامل کرنا چاہتے ہیں وہ اس صداقت کو نہیں سمجھتے ہیں کہ ہر ایک قومی ریاست پرانی قومی سنستھاؤں پر قائم کی جاتی ہے۔ جن سے لوگوں میں یگانگت کا بھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ آجکل کے ہندی مسلمان تو محض جملہ معترضہ ہیں۔ ان کا یہی مستقبل ہے۔ کہ آہستہ آہستہ شدھی کے ذریعہ سے دوبارہ ہندو قوم کے اندر شامل ہو جائیں۔ راج نیتی شاستر کے مطابق مجھے اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا ہے۔ پس اگر ہندو سنگھٹن کے ماہر ہندو قومی سنستھاؤں کی حفاظت اور ہندو سوراجیہ کے آدرش کیلئے سبھائیں قائم کریں اور تمام ہندو ریاستوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک ریاست قائم کرنے کے خیال کا پرچار کریں تو وہ ہندوستان کے بھوشیہ کی سیوا کر سکتے ہیں۔ مگر محض بقر عید کے جھگڑوں اور گئو رکھشا کی پکار سے کوئی دیرپا سیاسی تحریک قائم نہیں ہوگی ہندوستھان اور پنجاب کا پریم ہی دیش بھگتی کا مارگ ہے۔ اگر ہندوؤں کے دِلوں میں غیر قوم کے حاکموں کو بازاروں میں پھرتے ہوئے دیکھ کر غیرت نہیں آتی ہے۔ تو یہ محض بقر عید کے جلوس سے کیوں بھڑک اُٹھتے ہیں۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ راج نیتی کے اُصولوں کو سمجھیں اپنے دیش کو اپنے ہاتھ میں لیں اور اپنے دھن کا خود بھوگ کریں دیش اور دھن انمول رتن ہیں۔ جب سوراجیہ لوگے تو گئو رکھشا بھی خود بخود ہو جائیگی اس سے پہلے گئو رکھشا بھی ناممکن ہے۔ سیوور ریاست میں ایک قانون کے ذریعے گئو رکشا ہو گئی۔ پس فساد کرنے کی بجائے سوراجیہ کے آدرش کا پرچار کرو۔ اور

ایک زبردست متحدہ دَل بناؤ۔ ادھر اُدھر بھٹکنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

اب ہندو سنگٹھن کا یہ مطلب سمجھا گیا ہے کہ ہندو سبھاؤں میں ہر طرح کے پنچھی آجائیں۔ غلامانہ سرکار پرست اور زر پرست اور کاریہ سب گھس آئیں۔ شاید ایسی منتر کہ عام ہندو سبھاؤں کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن اگر ایسی ہی حالت ہے تو خاص ہندو سوراجیہ سبھاؤں کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جن میں صرف ایسے سچے ہندو دیش بھگت شامل ہوں جو ہندو قومی سنستھاؤں کی بنیادوں پر ایک ہندو قومی ریاست قائم کرنے کے آدرش کو عزیز رکھتے ہیں۔ اگر ہندو سبھائیں جزوی معمولی روزمرہ کے معاملات کیلئے ضروری ہیں۔ تو خاص ہندو سوراجیہ سبھائیں ہماری راج نیتک تحریک کیلئے درکار ہیں۔ کھاری پانی بھی پانی ہوتا ہے۔ لیکن اس سے کسی کی پیاس نہیں بجھتی ہے۔ اسی طرح سوراجیہ کے آدرش کے بغیر ہندو سنگٹھن بھی نشپھل ہے۔

ہندو سنگٹھن کے پریمیوں کا فرض ہے کہ تھوڑی بہت توجہ مسلمانوں کی طرف بھی رکھیں۔ لیکن دراصل اپنی آنکھیں لندن اور جنیوا پر لگائے رکھیں کیونکہ وہ دن جلد آئیگا۔ جب ہندو قومی دَل کے رہبر لندن اور جنیوا میں سوراجیہ کے عہدنامہ پر دستخط کریں گے اور پھر ہندوستان میں ایک آزاد متحدہ ہندو ریاست کی بنیادیں ایسی گہری رکھیں گے کہ کوئی طوفان اسے ہلا نہ سکیگا۔ کم از کم ایک کروڑ ہندوؤں کو کاشی اور اجودھیا سے سوراجیہ کا سندیش سُناؤ اور ادھر اُدھر کے فضول جھگڑوں میں زیادہ وقت ضائع نہ کرو۔

تیج دہلی ۳۱ جنوری ۱۹۲۷ء

شہید اکبر سوامی شردھانند کے جیون پر ایک درشٹی

(از پروفیسر اندیوجی اچاریہ گورکل کانگڑی ہردوار)

سوامی شردھانند کی شہادت نے سارے ملک میں ایک سنسنی پیدا کر دی ہے

ہمارے لیکچر اس کمال کی حد تک ہندو سنسار میں گیا ہے۔ ہندو قوم کے سامنے لیکن یہ محسوس کر رہے ہیں کہ سوامی جی کا قتل آریہ دھرم اور آریہ سنسکرتی کو ایک چیلنج ہے۔ اور اس وقت اگر ذرا بھی ہمارے قدم ڈگمگائے تو ہماری قومی زندگی خطرہ میں ہے۔ اسلام کے نگہبان محسوس کرتے ہیں کہ بحث مباحثہ اور تبلیغ سے ویدک دھرم اور آریہ جاتی مغلوب نہیں کئے جا سکتے۔

آریہ سماج ویدک دھرم اور آریہ تہذیب کا روپ پیش کرتا ہے۔ کہ مسلمان مبلغ اور مولوی اس روپ کے مقابلہ میں قرآن مجید اور حدیث شریف کے بہترین زبان کو بھی پھیکا پاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایسے دھرم اور اس تہذیب کے رکھنے والے لاکھ شرف باسلام اپنی مرضی سے ہو سکے اور ہزاروں لاکھوں تعلیم یافتہ مسلمان ایسوں کہنے لگ پڑے ہیں کہ ویدک دھرم میں اسلام کی خوبیاں سب موجود ہیں اور اس کی گرانیوں کا اس میں نام و نشان نہیں۔ اگر لاکھوں تعداد میں مسلمان لوگ آریہ سماج میں شریک نہیں ہوئے تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ آریہ سماج کا انتظام کمزور ہے اور منظم کرنے کی قوت بہت تھوڑی ہے۔ مسلمانوں کے کچھ کم سمجھ مبلغ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر اس قوت کے پیدا ہونے سے پہلے ہی قتل اور خون سے آریہ سماجیوں کو ڈرایا جا سکے اور شدھی کے سلسلہ کو ختم کر دیا جا سکے تو پھر اسلام ہندوستان میں غلبہ پا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سفاک قاتل کو غازی اور قاضی کا خطاب دیا جا رہا ہے اور لاہوری احمدیوں کا ایک لیڈر شری سوامی شردھانند کے بزدلانہ اور بے رحمانہ قتل کو آسمانی نشان بتلا رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آریہ سماجیوں اور تمام ہندوؤں کے رویہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قتل اور قتل کی دھمکیاں ان کو شدھی اور سنگٹھن کے راستہ سے ہٹا نہیں سکتیں اور وہ اپنے قوت بازو کو بڑھانے پر تلے ہوئے ہیں۔

اگر ہم دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہم کو شہید شردھانند کی زندگی کو اپنی زندگی میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سوامی شردھانند کی بڑی خوبی یہ تھی کہ اُن کی حالت میں [illegible]

فرق بہت کم تھا۔ وہ سوکھے فلاسفر نہ تھے۔ بلکہ کرم ویر تھے۔ وہ جب پبلک زندگی میں
آئے تھے تو حساب کی کتاب ساتھ نہ لائے تھے۔ وہ کسی کام کو کرنے سے پہلے یہ
اندازہ لگاتے تھے کہ اس کام میں ان کو ذاتی نفع نقصان کتنا ہوگا۔ یہ نہ سوچتے تھے
کہ زمانہ کی لہروں کے ساتھ ہوں یا اُنکے برخلاف اُن کے اندر اتنا صبر نہ تھا کہ وہ زمانہ
کا رُخ بدلنے کا انتظار کرتے وہ صرف یہ دیکھتے تھے کہ فلاں کام ستیہ وید انکول اور
سنسار کے بہبودی کیلئے ہے یا نہیں۔ اگر اُن کے اندر سے آواز آتی تھی کہ کوئی خاص
کام دھرم انوکول ہے تو پھر وہ اس کو کر بیٹھتے تھے۔ بلالحاظ اس کے کہ دنیا دار لوگ اور
"سیانے" لوگ ان کو پاگل کہتے ہیں یا نکتہ سنج و قیانوسی خیالات کا رکھنے والا کہتے
ہیں۔ یا معاملہ فہم۔ وہ دنیا داروں سے تحسین کا خراج نہ لینا چاہتے تھے۔ بلکہ اپنے ضمیر
کی خوشنودی کے خواہشمند تھے۔ اسی لئے وہ دنیا کو ہلا بھی گئے۔ معاملہ فہم اور سیانے
آدمی نہیں ہلا سکتے۔ سنسار کو گہری نیند سے وہی اُٹھا سکتے ہیں جن کو دنیا کے لوگ
پاگل اور عالم خواب میں رہنے والے کہیں ....

اس کے بعد اُن کے دماغ میں یہ سمایا کہ نہ تو ورن آشرم کی فریادرسی قایم ہو سکتی
ہے اور نہ آریہ سماج کو سچے اپدیشک مل سکتے ہیں جبتک کہ گوروکل سکشا پرنالی کو پھر جیوت
نہ کیا جائے اور برہمچریہ شکشا کا پرچار نہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ بیسویں صدی میں کھاتے
پیتے لوگ اپنے لڑکوں کو ایک مردہ زبان ایک دقیانوسی تمدن اور ایک پرانی اور بوسیدہ
تہذیب کے مطالعہ کے لئے نہ بھیجیں گے۔ اپنے آپ کو آریہ سماجی کہنے والوں نے بھی
کہا کہ برہمچریہ کا یہ زمانہ نہیں سنسکرت پڑھے ہوؤں کی دنیا کو درکار نہیں۔ اُنہوں نے
بھی سر توڑ مخالفت کی۔ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں نے سمجھا کہ ایک پاگل گھڑی کی سوئی
کو پیچھے لیجانا چاہتا ہے ...... وہ کہنے لگے کہ اس کا ساتھ کوئی نہ دیگا۔ لیکن مہاتما
نے ایک نہ سُنی اُن کا قدم ڈگمگایا نہیں۔ آخر گوروکل کے تجربے کو اُنہوں نے کامیاب
بنا کر چھوڑا اور انگریزی پڑھے لکھوں کے لیڈروں کے منہ سے یہ کہلوا کر چھوڑا کہ اگر
ہندوستان کا کلیان ہو سکتا ہے تو گوروکل طریقہ تعلیم سے اور اگر سچے معنوں

میں بھارت ورش میں کوئی قومی درسگاہ ہے۔ تو وہ گوروکل ہے سوامی شردھانند
میں بھگتی کی وجہ محض یہ تھی کہ دنیا ان کو پاگل سمجھتی تھی۔ اُن کے پاگل پن کی وجہ سے ہی
وہ میرے محبوب اور معبود تھے۔ مجھے رنج ہے کہ آریہ سماج میں سے پاگلوں کا سردار
اٹھ گیا۔ لیکن مجھے راحت ہے کہ اس مجنوں کے خون کے قطروں سے نئے نئے
مجنوں پیدا ہو رہے ہیں جو دنیا کو مزے کی نیند سونے نہ دیں گے۔ جبتک کہ
سنسار میں دھرم کا ڈنکا۔ نہ بجا لیں گے چین نہ لیں گے۔

تیج دہلی۔ ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء

ہندوؤ! سوامی شردھانند جی کی ہتیا کو نہ بھولو

(مہاراشٹر بھوشن ڈاکٹر بی ایس مونجے ممبر اسمبلی کے قلم سے)

لالہ منشی رام جی نے جو اپنے قدرتی جذبہ کے ابھار سے شاید اس وقت نہ سمجھے ہوں
اس گوروکل استھان کے روپ سے ہندو سنگٹھن کا کام ارمبھ کر دیا تھا۔ اسی حالت
میں سوامی جی سے میری پہلی مرتبہ پہچان ہوئی اور اس وقت سے سوامی جی نے میرے
اوپر پریم رکھا اور اُن سے بار بار ملاقات کرنے کا موقع آیا۔ یہ دیکھ کر میرے ہردے میں
اُن سے محبت پیدا ہوئی، کہ سوامی جی کو اپنی تہذیب کے مطابق سوراجیہ کا پورا علم ہے
اُن کا دل اُن کو بتلاتا تھا جس سوراجیہ میں ہندو دھرم کا پربھاؤ روز بروز کم ہوتا جائے
اور ہندو دھرم ماننے والوں کی تعداد گھٹتی جائے اس سوراجیہ کی کوئی قیمت نہیں۔ اور
وہ سمجھتے تھے کہ ایسا سوراجیہ نرک کے سمان ہے جس سوراجیہ میں ہندو دھرم کا پربھاؤ
بڑھتا ہے۔ اور تمام ہندوستان کا سنسار ہندو دھرم ماننے والوں سے سرسبز معلوم
ہو ایسا سوراجیہ سوامی جی کو درکار تھا اور میں بھی اُصولی طور پر یہی کہتا ہوں کہ ہمارے
ہندو نوجوانوں کے سامنے سوراجیہ کی یہی شکل رکھی جائے۔ اس اپدیش سے سوامی

سے سوامی جی نے شدھی اور سنگھٹن کا اندولن چلایا تھا۔ درحقیقت مسلمانوں کو اس میں ناراض ہونے کا کوئی سبب نہ تھا کیونکہ ہندوستان کے مسلمان ۹۰ فی صدی ہندو ہیں۔ ان پر اُن کا اسلامی دھرم غیر ملکی اسلامی سلطنت کے دور میں زبردستی ڈالا گیا تھا۔ فطرتاً کسی بھی آدمی کو اپنے آبا و اجداد کے دھرم پر جیسا فخر ہوتا ہے ویسا کسی دوسری بات پر نہیں ہوتا اور اسی خیال سے ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہندوستان میں اگر ہندو دھرم کا پربھاؤ دن بدن بڑھے اور ہندوؤں کی تعداد بھی دن بدن بڑھتی رہے تو ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس سے خوش ہونے کا موقع ملے گا۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح غیر ملکی مسلمانوں کو ہندوستان میں ہندو دھرم کی شکست میں اپنی زندگی کی کامیابی نظر آتی تھی۔ اسی طرح آج ہمارے دراصل ہندی نسل کے مسلم بھائیوں کو بھی بھاؤنا پیدا ہو گئی ہے جب تک یہ خیال اُن کے دلمیں قائم رہیگا تب تک ان غیر ملکی مسلمانوں میں اور ہمارے ہندوستان کے ہندو مسلمانوں میں عملاً کوئی فرق نہیں۔ اگر ہمارے مسلمان بھائیوں کی خواہش ہو کہ نفاق زیادہ نہ پھیلے تو اُن سے ہماری پرارتھنا ہے کہ وہ ہندو دھرم کے سمبندھ میں اُن غیر ملکی مسلمان حملہ آوروں کی روش اختیار نہ کریں۔ کیونکہ جبتک ہندوستانی مسلمانوں میں اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ کرنے کی خواہش ہے تب تک اس کا ردعمل بھی ضرور ہوتا رہیگا۔ اور ہندو بھی اسکی مخالفت کر کے اُن کی تعداد میں کمی کرنے اور اپنی تعداد بڑھانے کی سعی کرتے رہیں گے۔ جب تک یہ گھوڑ دوڑ کا مقابلہ قایم رہیگا تب تک ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں امن و آشتی ہونا ناممکن ہے۔ مسلمان شدھی اور سنگھٹن کے حامیوں کو اپنا دشمن خیال کرینگے اور ہندو تبلیغ و تنظیم کے حامیوں کو اپنا مخالف سمجھیں گے۔ اسی خیال میں سوامی شردھانند جی کی ہتیا کی گئی۔ اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ یہ اندازہ لگانا سردست مشکل ہے کیونکہ اس قتل سے تمام ہندو قوم میں ایک طرح کی سنسنی پھیل گئی ہے اور کہیں بھی جہاں دو چار، چار دان ہندو اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ تو یہی تذکرہ ہوتا ہے کہ اگر آج مسلمانوں نے سوامی شردھانند کا خون کیا تو کل اور کسی کا خون کرنے والے ہیں وہ آگے چل کر یہ خیال کرتے ہیں کہ آخر اس کا کوئی بندوبست بھی ہو سکتا ہے یا نہیں

اسی طرح سے ہندو سماج میں جو بے چینی پھیل گئی ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ ہمارے مسلم لیڈروں کو چاہیے کہ وہ اس پر ٹھیک طور سے غور کریں۔ ہم انہیں یہ صاف بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اگر اس طرح ہتیا کرنے سے، اُن کا خیال ہے کہ ہندو شدھی اور سنگھٹن کے اندولن سے باز آ جائیں گے تو یہ اُن کی سخت غلطی ہے۔ سنگھٹن کا اندولن کوئی نیا نہیں ہے یہ تو قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ جب غیر ملکی مسلمان ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ تو پرتھوی راج چوہان نے اس سنگھٹن کا کام شروع کیا تھا۔ لڑائی کے میدان میں اُنکی شکست ہونے پر بھی ہندو سماج ڈرا نہیں۔ اور اس نے اپنے سنگھٹن کاریہ کو چھوڑا نہیں آگے چل کر یہی کام مہارانا پرتاپ نے کیا۔ گورو تیغ بہادر، گورو گوبند سنگھ نے کیا اور حقیقت رائے جیسے ہندو بچے نے بھی کیا۔ ان موقعوں پر اگر ہندوؤں کو عارضی شکست اُٹھانی پڑی تو بھی ہندو جاتی نے سنگھٹن کے میدان سے اپنا قدم نہیں ہٹایا۔ بالآخر ایشور کے دربار میں نیائے ہوا اور شری سیواجی مہاراج جیسی ہستی وجود میں آئی اور انہوں نے سنگھٹن کے کام کو ایک بڑی حد تک پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اور ہندو دھرم کا اثر تمام ہندوستان میں از سر نو زندہ ہوگیا۔ اسی ہندو دھرم کے پربھاؤ کو بڑھانے والے سنگھٹن کے کاریہ میں برہمن پیشوا کے کئی سردار بھی مارے گئے۔ اور آخر میں ایک پانی پت بھی بن گیا۔ تو بھی ہندو ایسی ہتیاؤں سے خائف نہ ہوئے۔ اور سنگھٹن کے کام کو نہیں چھوڑا۔ ان کا پراچین اتہاس ان کو یہی شکشا دیتا ہے کہ ایک شردھانند تو کیا ایسے کئی شدھی اور سنگھٹن کے اندولن کے سرداروں کی ہتیا ہو تو بھی ایشور پر بھروسہ کر کے خائف ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ جو قدم آگے بڑھایا ہے وہ ہمیشہ آگے ہی بڑھے ڈر سے پیچھے ہٹنے کا کبھی امکان نہ ہو۔ خوف صرف اتنا ہے کہ کہیں اس کا ردعمل انتقام کی صورت میں نہ ہو۔

شری سیواجی مہاراج اور برہمن پیشواؤں نے ہندو سنگھٹن کا کام پورا کر کے پھر سے ہندو بادشاہی قائم کی تھی۔ اس کے بعد ہم ہندو لوگ جو اس سنگھٹن کے نیند میں سو گئے تھے۔ اس خواب غفلت میں ہمارے مسلمان بھائیوں نے سوامی جی کی ہتیا کر کے ہمیں بیدار کیا۔ اس لئے وہ ہمارے ہزار شکریہ کے مستحق ہیں۔ ہندو بھائیو!

سوامی شردھانند جی کی ہتیا کی یاد رکھو۔ اور شدھی اور سنگٹھن کے کار میں بجوفی کے ساتھ ڈٹے رہو۔

ملاپ ۶۔ فروری ۱۹۲۷ء

سب سے پہلے سات کروڑ اچھوتوں کو ہضم کرلو

ہندوؤں کے نام شری بت ڈاکٹر مونجے ممبر اسمبلی کا پیغام

سوامی شردھانند جی کی مرتیو ہندوستان کیلئے دُکھ کا کارن تو ہے۔ مگر وچاری ہندو پرشوں میں ایک مہان چنتا اُتپن کر گئی ہے۔ جبتک سوامی جی زندہ تھے۔ تب تک سناتن ہندو دہرم کے لئے۔ اُن کی طرف کر یا درشٹی تو نہ کی۔ لیکن اس وشواش میں تھا کہ جبتک سوامی جی اپنے آریہ سماج کے ذریعہ شدھی اور سنگٹھن کا کام کرتے تھے تب تک سناتن ہندو دھرم کی ہستی میں کوئی بھی خاص فکر مند کا دُ نہیں پڑ سکتی۔

سوامی جی پنڈت مالویہ جی کے سماں اُن ہندو مہاپرشوں میں سے ایک بھاؤ شالی نیستا تھے جن کو ہندوستان میں سوراجیہ کا اصلی مقصد سمجھ پڑا تھا۔ اگر تمام ہندوستان پردیسی دھرم میں یعنی عیسائی یا مسلمانی دھرم میں چلا جائے۔ تاکہ ایک طرف یا تو انگریزوں سے ایکتا ہو جائے یا دوسری طرف مسلمانوں سے ایکتا ہو جائے اور اس ایکتا سے پھر سوراجیہ ملے تو ان مانیہ ہندو پرشوں کیلئے ایسے سوراجیہ کی رتی بھر قیمت نہیں اور اس سوراجیہ کو وہ نرک کے سماں سمجھتے ہیں۔

لیکن سوامی جی کے سوراجیہ کا مطلب جو تھا وہ یہ تھا کہ ہندوستان (یعنی ہندو دھرم کا رہائشی استھان) اس میں جو سوراجیہ ہو وہ ایسا ہو کہ جس سے دن بدن ہندو دھرم کا پربھاؤ بڑھتا رہے اور ہندو دھرمیوں کی تعداد بڑھتی جائے۔

تاکہ پردیسی مسلمان اور عیسائی حملہ آور بادشاہوں کے آنے سے پیشتر جیسا ہندوستان پر ہندو دھرم کا استحقاق تھا۔ ویسا ہی پھر ہو جائے۔ اُسی سوراجیہ کی ان مہاناؤں کے سامنے قیمت ہے۔ اور وہی سوراجیہ ہندوؤں کے لئے دلوں کو اُبھارنے والا ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کی دلی آرزو

اس کے خلاف ہمارے مسلمان بھائیوں کی دلی آرزو یہ ہے۔ کہ جو مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کو مسلم ستھان بنانے کا رویہ شروع کیا تھا۔ لیکن وہ پورا نہ کر سکے۔ اُس کو جتنی جلدی ہو سکے اُتنی جلدی پورا کیا جائے۔ تاکہ انگریزی سلطنت میں ہندوستان کو سوراجیہ ملنے سے پہلے ہندو مسلمانوں کی تعداد کم از کم برابر تو ہو جائے۔

ان کا یہ کام سوامی جی نے جبتک شدھی اور سنگٹھن کے کام کو شروع نہیں کیا تھا۔ تب تک سناتن سماج سویا رہنے کے سبب بنا شور مچائے ہوتا رہا۔ لیکن جونہی سوامی جی نے شدھی اور سنگٹھن کا جھنڈا بلند کیا۔ اُس کے بعد سوامی جی کے بارے میں مسلمانوں کے دل اُبھر اُٹھے۔ اور اسی کارن سوامی جی کی ہتیا کی گئی تاکہ شدھی اور سنگٹھن کا کام اور کوئی ہندو نیتا چلا نہ سکے۔

لیکن اگر ہندوؤں کو ہندوستان میں زندہ رہنا ہے تو مسلمانوں کی اور سوامی جی کی اس دوڑ میں جو سات کروڑ اچھوتوں کو پہلے ہضم کر سکے گا وہی یہ دوڑ جیت لیگا اور اُسی کی مطابق یہ ہندوستان ہندو ستھان رہے گا۔ یا مسلم ستھان۔

پرتاپ — ۲۰ اگست ۱۹۳۶ء

ہندو سنگھٹن کا شاندار مستقبل

(سوامی ستیہ دیو جی پری براجک کے قلم سے)

ستمبر کا مہینہ تھا سورج کی جلتی دھوپ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ پھلگو ندی کے کنارے سے بدھ گیا کے تاریخی مندر کو دیکھنے کے لئے جا رہا تھا۔ میری گھڑی میں دو بج چکے تھے تین بجے کے بعد ہم لوگ بدھ گیا کے مندر میں پہنچے ہمارے دائیں ہاتھ کی جانب ایک بڑے برآمدے میں بدھوں کی پرانی مورتیاں اکٹھی کی ہوئی رکھی تھیں۔ وہیں بھگوان بدھ کی ایک درشنیہ مورتی دیکھنے میں آئی نزدیک ہی سڑک سے نیچے بائیں ہاتھ کی سیڑھیاں اتر کر ہم لوگ مندر دیکھنے کے لئے گئے جب دروازے پر پہنچے تو کئی منگولین چہرے دیکھنے میں آئے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ یاتری ہیں۔ جو بھگوان بدھ کی مورتی کے درشن کے لئے دور دور دیشوں سے آئے ہیں۔ مزید تحقیقات کرنے پر پتہ لگا کہ وہ چین۔ منگولیا۔ تبت برما اور لنکا کے رہنے والے ہیں بہت حیران ہو کر میں وہاں کھڑا رہ گیا اور میرے دماغ میں ایک نیا خیال دوڑنے لگا۔ مانو میرے دماغ میں آگ لگ گئی ہے میرے دیش کے ساتھ اُن کا کیا تعلق ہے۔ دور دیشوں کے رہنے والے یہ منگول جاتی کے لوگ بھارت ورش میں پوجا کے لئے آئے ہیں۔

میں خوب غور سے دیکھنے لگا گہرے نتیجے پیدا کرنے والے اس قسم کے نظارہ کو میں نے اس سے پیشتر کبھی نہ دیکھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ بدھ دھرم آیا اور چلا گیا۔ اب اس کا کوئی خاص تعلق میرے ساتھ نہیں رہا۔ آج اپنے سامنے کروڑوں لوگوں کے نمائندے اپنے دیش کی شانتی کا پرچار کرنے والے بھگوان بدھ کی مورتی کے سامنے سر جھکاتے دیکھ کر مجھے ایک مسئلہ بدھ کیلئے سامان مل گیا۔ بدھ دھرم کے

ماننے والے یہ لوگ ہندو ہیں۔ اگر کوشش کی جائے تو بھارت ورش کے لئے جو بُت ان کی آتماؤں میں ہے اُسے بیدار کیا جا سکتا ہے شانتی کی سکھانے والے بھگوان بدھ کی جنم بھومی کے لئے یہ لوگ کیا کچھ قربانی نہیں کرتے۔ اس قسم کے خیالات میرے من میں موجزن ہو گئے۔ سچ مچ ہندو لوگ اس عملی دھرم سے بالکل ناواقف ہیں۔ پڑوس میں رہنے والے ان جنگجو بدھوں کو ہم نے اپنا دوست نہیں بنایا۔ بدھ دھرم کی مخالفت کر کے ہم نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار لی ہے۔ اس خوفناک غلطی کا کفارہ کیسے ہوگا۔

میرے دوست تو مندر کے اوپر جا کر بھگوان بدھ کی دوسری مورتیاں دیکھنے گئے لیکن میں وہیں ایک پتھر پر بیٹھ کر گذشتہ تاریخ کے صفحے پلٹنے لگا۔ میں نے سوچا کہ بدھ گیا کا یہ مندر سینکڑوں برسوں کے بچھڑے ہوئے بدھوں کو ہندوؤں کے ساتھ ملا سکتا ہے۔ بیدار شدہ ہندو دھرم کی آتما ہندوؤں کو جنگجو بنا سکتی ہے۔ اس کے لئے کیا ذریعہ استعمال کیا جائے؟

میں نے خیال کیا کہ اگر ہم اس مندر کو بدھی اور ہندوستانی بدھوں کے سپرد کر دیں اور ساتھ ہی ہندوؤں کی طرف سے آٹھ دس لاکھ روپیہ لگا کر بدھ یاتریوں کے آرام کے لئے دھرم شالائیں بنوا دیں۔ اور ان کا اپنے ملک میں بخوشی خیر مقدم کریں تو پچاس کروڑ بدھوں کا ۲۲ کروڑ ہندوؤں کے ساتھ گہرا تعلق ہو سکتا ہے میرے دل سے یہ شبہ آپ ہی آپ نکل گئے۔

ہندوؤں کی بے سمجھی پر افسوس صد افسوس!! یہ مندر بدھوں کے حوالے کر کے اب ہمیں اپنی فراخدلی کا ثبوت دینا چاہئے۔ آج ہندو سنگھٹن کے زمانہ میں ہندو دل کی تمام طاقتوں کو ایک جگہ پر سنگٹھت کرنے کی کوشش ہر ایک ہندو کو کرنی چاہئے ہے بدھ گیا کا مندر مستقبل میں ساری دنیا کے بدھوں کو اپنی طرف کھینچے گا۔ اس لئے اب ہمیں اپنے تنگ دلانہ خیالات کو ترک کر کے آنے والی نسلوں کے فائدہ کیلئے ہندو سنگھٹن کی غرض سے ہر ایک اُپائے کا سہارا لینا چاہئے۔ چین ہمارا پڑوسی ہے

تبت ہمارے سر پر ہے۔ لنکا ہمارے جنوب میں ہے۔ اپنے ان ہمسایوں کے ساتھ گہری دوستی پیدا کرنے سے ہماری کئی ایک مشکلات کا حل نکل آئیگا۔ آج ہر ایک ہندو کو اپنی ذاتی حیثیت مٹا کر اپنے ملک اور اس کی شائستگی کو شاندار بنانے کی فکر کرنی چاہیئے۔

ہندو سنگھٹن اپنے بدھ بھائیوں کو بڑے پریم سے بغلگیر کرتا ہے۔ ہماری تہذیب مشترکہ ہے۔ ہمارا آدرش ایک ہے اس لئے ہندوستان سے باہر کے بدھوں کو ہندو سنگھٹن کی اس ہلچل کا دل سے خیر مقدم کرنا چاہیئے جو پھر سے شروع کیا گیا ہے۔ یہ ہلچل ہندو شائستگی کی آتما کو پیدا کرنے والی ہے۔ اس کے ذریعے ایشیا کی غلام جاتیاں آزاد ہونگی اور اسکے سہارے وہ آزاد ہو کر اپنا زبردست سنگھ سنگھٹن کرینگی۔ تاکہ سنسار میں سکھ اور شانتی پھیلے۔

پرتاب ۲۰۔ اگست ۱۹۲۷ء

جیل میں شدھی

ایک معزز ہندو لیڈر کا تجربہ

مسٹر یُت ساورکر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:۔

ہم نے انڈمیان میں دیکھا ہے کہ مسلمان وارڈر یا جمعدار ہندو قیدیوں کو سزا میں تخفیف کرا دینے کا لالچ دیکر مسلمان بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ روز افزوں ہم نے کیا دیکھا کہ کھانا کھانے کیوقت مسلمانوں کی جماعت میں زیادتی ہونے لگی۔ یہ دیکھکر ہمنے ہندو قیدیوں سے کہا کہ آپ مسلمانوں کے اس اندولن کا سدباب کریں۔ اُن کا جواب یہ ہوتا تھا کہ ہم جمعدار کو بے فائدہ کیوں ناراض کریں۔ جسے جو مذہب اختیار کرنا ہے کرے۔ ہمیں بھرشٹتا اور سدھتا سے کیا سروکار۔

جب ہم مسلمانوں کے اس تبلیغ کے کام کا ورود ہو کرتے تھے۔ تو جیل کے سپرنٹنڈنٹ کہتے تھے کہ دولت کے لالچی تیت ہندوؤں کو لیکر کیا کروگے۔ اب بھی بہت سے ہندو بھائی یہی کہا کرتے ہیں کہ جو ہندو دولت۔ عورت یا کسی اور دنیاوی لالچ میں پھنس کر اپنا دھرم چھوڑ دیں اُنہیں بچانے سے کیا حاصل۔ اگر ایسا ہی ہے تو یہ دلیل یورپ کے عیسائی مشنریوں یا ہندوستان کے مولویوں کو کیوں نہیں سوجھتی۔ کیا تو بھی۔ یا پاپی تیت ہندوؤں کو مسلمان بنانے سے اُنہیں نقصان نہیں پہنچا۔ اگر کوئی ہندو یہ سمجھتا ہے کہ ہندوؤں کی شائستگی دنیا میں سب سے اعلےٰ ہے تو وہ پتت سے پتت کو بھی ہندو بنانے کیلئے کوشش کیوں نہ کرے۔ ہندو گیتا کے شلوک کو مانتے ہیں:۔

اپنے دھرم کی پیروی کرنا فرض ہے دوسرے کا دھرم خوفناک ہے۔

میری رائے میں مسلمان چور کی بجائے ایک ہندو چور ہندو دھرم اور ہندو تہذیب کو کم نقصان پہنچائیگا۔ ہندو چور مورتیاں نہیں توڑیگا۔ دیو مندر نہیں گرائے گا۔ برخلاف اسکے مسلمان چور دیو مورتیوں کو نشٹ بھرشٹ کریگا۔ اور جیتے جیتے چوری کا گناہ ہٹانے کیلئے اور بہشت کا راستہ صاف کرنے کی غلط خواہش میں ہندو کو قتل کرنے سے گریز نہیں کریگا۔ اگر کوئی مہا پاپی چوری اور لالچ کو نہیں چھوڑتا تو کوئی بات نہیں۔ لیکن ہندو کو دھرم چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

چور اور اُٹھائی گیروں (اُچکوں) کو بھی ہندو مذہب میں لانے کی ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی چور ہوتے ہوئے ہندو پن کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ جہاں اخلاقی پاپ کرتا ہے۔ وہاں ہندو پن کو چھوڑ کر قومی اور مجلسی پاپ بھی کرتا ہے۔ گرے ہوئے گناہگاروں کو اپنا نہ بنا کر ہی ہمارے بزرگوں نے ہندو قوم کو تباہ کیا۔ یہ خودکشی سے کم نہیں۔ ایک شرارتی آدمی کو ہندو دھرم چھوڑنے کی رغبت دلانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسکے خاندان کے سینکڑوں آدمی ادھر ہی ہو جاتے ہیں۔ مالابار کے موپلوں کی زیادہ تعداد پہلے ہندو تھی۔ لیکن آج اُن

موپلوں کو معلوم ہی نہیں کہ وہ پہلے ہندو تھے۔

یہ سب اس غلطی کا ہی نتیجہ ہے۔ اس لئے ادنیٰ سے بھی ادنیٰ انسان کو ہندو دھرم میں لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے اسی خیال سے انڈیمان کے ہندوؤں کو ترغیب دی تھی کہ وہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے پھندے سے بچائیں۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں ہم نے پہلی مرتبہ ہندوؤں کا دھرم بھرشٹ کرنے کے جرم میں کئی مسلمانوں پر مقدمہ چلایا۔ ہم نے قید میں اس شدھی اندولن میں امداد یا حمایت کرنے والوں کی معاونت سے سنہ ۱۹۲۲ء تک جیل میں تحریک شدھی کو جاری رکھا۔ انڈیمان سے ہندوستان آنے پر یہاں کے جیلوں میں بھی ہم نے اس تحریک کو بند نہیں کیا۔

ہماری اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انڈیمان میں ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی چال رک گئی۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ مسلمان بنے ہوئے ہندوؤں کی شدھی بھی ہونے لگی۔

پرتاپ ۲۰۔ اگست سنہ ۱۹۲۷ء

ہندو! ہم آنکھیں کھولینگے تو بچینگے

(از بھائی پرمانند جی)

(۱) کانگریس کی پیدا کی ہوئی ذہنیت کو مٹانا ضروری ہوگا۔ یوں تو ہندو جاتی میں بیشمار ایسی تحریکیں ہیں جو اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُسے کمزور کر رہی ہیں۔ لیکن وہ براہِ راست ہندوپن پر حملہ نہیں کرتیں۔ کانگریس نے شروع سے ہی ملک کے سامنے ایسی فرضی قومیت کا خیال رکھا ہے۔ جس کے ذریعے ہندو مسلمان قومی طور پر ایک ہو سکیں گے۔ اس فرضی قومیت نے ہندوؤں سے ہندوپن کو خارج کرنے میں بڑی امداد کی ہے۔ حالانکہ اس کے مقابلہ پر مسلمانوں نے شروع سے ہی اس فرضی قومیت کو حقارت کی نظر سے دیکھا ہے اور ابھی تک اُسے ویسا ہی سمجھتے چلے آئے ہیں۔ اُن کیلئے اُنکی قومیت اسلام میں ہی پائی جاتی ہے۔ اسلئے

انہوں نے مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی۔ اور اسی لئے انہوں نے خلافت کو اپنا منزل مقصود ٹھہرایا۔ کانگریس ابتدا سے اُن کے اس مذہبی جوش کے سامنے جھکتی رہی۔ جس سے اُن کا مذہبی جوش اور یگانیت دن بدن بڑھتی گئی۔ مہاتما گاندھی نے تو ہند کے مسلمانوں کے سامنے خلافت کا آدرش رکھ کر اُن کے اندر ایسا مذہبی جنون پیدا کیا ہے کہ اس سے ہندوؤں کے لئے نہایت ہی مہلک خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ مہاتما گاندھی نے دیکھا کہ مسلمانوں کو صرف مذہب ہی اپیل کر سکتا ہے۔ اس لئے اُنہوں نے اُن کے سامنے خلافت کا خطرہ رکھ کر اُنہیں سرکار انگریزی کا دشمن بنا کر اپنا دوست بنایا۔ ہماری انگریزی سرکار بھی مسلمانوں کی اس مرضی کو تاڑ گئی۔ اس نے اپنی مشکل کا علاج کسی نہ کسی طرح کر لیا۔ لیکن مہاتما گاندھی کی پالیسی کی نقل کر کے مسلمانوں کو اشارہ سے سمجھا دیا۔ کہ اُن کے مذہب کو سب سے بڑا خطرہ ہندوؤں سے ہے مسلمانوں نے اپنا پہلو بدلا اور ہندوؤں کے دشمن اور سرکار کے دوست ہو گئے۔ مسجدوں کے سامنے باجے کا سوال اُٹھانا۔ مسلمانوں کے مذہبی جوش کو بھڑکانے کا ایک طریقہ تھا۔ جس کی دوسری مثال ہمیں اُن کتابوں کی بند کرنے کی پالیسی میں ملتی ہے۔ جن میں پیغمبر پر کسی قسم کی نکتہ چینی کی گئی ہو۔ ورنہ جو کچھ کہ رنگیلا رسول میں لکھا گیا ہے اُس سے بڑھ کر انگریز مصنفوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کرنے میں اور دوسرے مذہبی ہادیوں کو برا کہنے میں سب سے بڑھے ہوئے مسلمان ہیں۔ اسی لئے اُنہیں اپنے پیغمبروں کے برخلاف بھی نکتہ چینی سہنی پڑتی ہے۔ مہاشہ راجپال کی کتاب مدت تک چھپی پڑی رہی۔ کسی نے اس کے برخلاف کچھ نہ کہا۔ مہاتما گاندھی نے اُس کے برخلاف نکتہ چینی کی۔ پھر پنجاب گورنمنٹ نے مہاشہ راجپال کیخلاف مقدمہ شروع کیا۔ کئی ماہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ مسلمانوں میں اس کے متعلق کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی۔ لیکن مقدمہ کے ڈیفنس کے لئے دوسرے مصنفین کی رائے سے تصدیق کی ضرورت ہوئی تو یہ سوال اُٹھا۔ کہ آیا ایسی شہادت پیش کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ انگریز مجسٹریٹ نے فیصلہ دیا۔ کہ ایسی شہادت پیش ہو سکتی ہے۔ جھٹ مقدمہ اس عدالت سے اُٹھا کر دوسرے مجسٹریٹ کے سپرد کر دیا گیا جس نے پہلے مجسٹریٹ کے برخلاف اپنا فیصلہ

صادر کیا۔

اس کے بعد مہاشہ راجپال نے اپنے ڈیفنس کے لئے کچھ مولویوں کو گواہی میں طلب کیا۔ جب مقدمہ اس مرحلہ پر پہنچا۔ تو لاہور کے زمیندار اخبار نے مسلمانوں میں ایجی ٹیشن کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لاہور کے ہزاروں مسلمان عدالت میں اس خیال کے جانے لگے۔ کہ کوئی مسلمان گواہی نہ دے۔ اس وقت سے لے کر اس مقدمہ کی شہرت ہونے لگی۔ آج ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مدراس۔ بنگال۔ بمبئی میں مسلمان لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر اس کتاب کی بابت جس کو انہوں نے نہ سُنا اور نہ پڑھا۔ اور اس جج پر جس نے کہ نہایت ایمانداری دلیری اور آزادی کے ساتھ ایک قانونی نکتہ کا فیصلہ دیا ہے۔ لعنت کے فتوے صادر کر رہے ہیں۔ خلافت کی ایجی ٹیشن کی یہ دوسری شکل ہے۔ جو ہمارے سامنے آئی ہے۔

اگر مسلمانوں کی اس دہنیت کے لئے کوئی ذمہ وار ہے۔ تو وہ کانگرس کے ہندو نیتا ہیں۔ جنہوں نے مسلمانوں کے اندر یہ خیال بڑے زور سے ڈال دیا ہے کہ اُن کے مذہبی احساس کی خواہ وہ کیسے ہی بے بنیاد ہوں۔ دنیا کے اور خاصکر ہندوستان کے ہر فرد بشر کو قدر کرنی چاہیئے۔ اس جھوٹے خیال سے پیدا ہوئے گھمنڈ کی وجہ سے آج ہند کے مسلمان ہر ہندو لیڈر کو قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں۔

(۲) موجودہ حالت میں سوراج ایک شیخ چلی کا خواب ہے۔ اس کا خیال ترک کر کے اپنی ہستی کی فکر کرنی چاہیئے۔ جو لوگ سوراج پر بہت زور دیتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں ہر وقت ہندو مسلم اتحاد کی طرف لگی رہتی ہیں۔ یہ ایک ایسا امر واقعہ ہے۔ جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں کی یک جہتی کے بغیر سوراج کی امید نہیں ہو سکتی سوراج کے ایک معنی تو آزادی کے ہیں۔ اس ملک کے لئے آزادی کا حاصل کرنا۔ جب کہ اُس کے باشندوں میں سے اتنی کثیر تعداد آزادی کی دشمن ہو بالکل ناممکن امر ہے۔

دوسرے معنی سوراج کے ایسی حکومت خود مختاری ہیں۔ جو کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستانیوں کو عطا کرے گی۔ جس امید کو دل میں رکھ کر ہندوستانیوں کی آنکھیں آنے والے رائل کمیشن کی طرف لگی ہیں۔ اور جس کمیشن کی خاطر سوراج ہندو یہ چاہتے ہیں۔ کہ وہ جسطرح

سے ہو سکے مسلمانوں سے کچھ سمجھوتہ کر لیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ ہونے پر ہی اُن کے مطالبات پر غور کریگا۔ بھولے بھالے لیڈر اتنا نہیں سمجھ سکتے۔ کہ یہ ہندو مسلم اتحاد گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ بھی گورنمنٹ کی طاقت میں ہے۔ کہ اس اتحاد کو بالکل ناممکن بنا دے۔ کیونکہ مسلمان خوب سمجھتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں اُنہیں اپنی طاقت بڑھانا مقصود ہے۔ اور اُن کی طاقت صرف گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہی بڑھ سکتی ہے۔ جب کچھ دینا یا نہ دینا گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے تو یہ کہنا مشکل ہے کہ ہندو لیڈر مسلمانوں کے ساتھ جھوٹے اور بے بنیاد سمجھوتے کر کے اس گورنمنٹ کو کیوں کر دھوکا دے سکتے ہیں۔ اگر یہ سوراج ہمیں ہندو مسلم اتحاد کی بنا پر ملتا ہے۔ تو ہمیں شیخ چلی کا خواب سمجھ کر اُس کا خیال ترک کر دینا چاہیئے۔ اور اگر گورنمنٹ کی مہربانی اور لطف کا نتیجہ ہونا ہے تو ہمارے لئے ایک ہی راستہ ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو گورنمنٹ کی نظر میں زیادہ قابل اور مستحق ثابت کریں۔ گورنمنٹ کی مخالفت پر مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانا ع

خیال است و محال است و جنون

انگریزی قانون اور انصاف انگریزی راج کی حفاظت کیلئے ہے نہ کہ رعایا کے لئے

انگریزی سرکار جانتی ہے کہ ہندوؤں میں ہی ایسے لوگوں کی ایک تعداد موجود ہے۔ جو سوراجیہ کے بہت خواہشمند ہیں۔ لیکن یہ لوگ ساتھ ساتھ یہ بھی فرض کر لیتے ہیں۔ کہ سوراجیہ اُن کو ملجائیگا اور انگریزی قانون ویسا ہی آجکل کیطرح اُن کے حق میں کام کرتا رہیگا۔

پچھلے چند سالوں میں ہندوؤں کے اندر سوراج کا عام جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ انگریزی گورنمنٹ قدرتی طور پر ہندوؤں کو اب یہ جتلانا چاہتی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی موجودگی میں سوراجیہ کے معنی مسلم راج کے ہوں گے۔ اس لئے کہ مسلمان ہر جگہ پر اُن کی آبادی تھوڑی ہے یا زیادہ وہ اگریسو AGGRESSIVE ہیں۔ اپنا غلبہ بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں کوہاٹ میں ہم نے دیکھا۔ کیا ہوا پشاور میں ہندوؤں کو اسی طرح کا اندیشہ ہر وقت لگا رہتا

ہے۔ پشاور سے پرے سرحدی علاقہ میں خلافتی واعظوں کی وجہ سے جو کچھ ہندوؤں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جو ہندو اسے نہیں دیکھتا۔ وہ اصلی معنوں میں نادان اور اندھا ہے۔

پنجاب میں ہم نے سوراج دیکھ لیا۔ لاہور کے ہندوؤں نے پانچ سال تک لاہور کمیٹی کا بائیکاٹ کیا۔ لاکھوں روپیہ کا نقصان برداشت کیا۔ پنجاب گورنمنٹ اُن کے دعوے کو تسلیم کرتی ہوئی اُن کی شکایات رفع کرنے کے وعدے بھی کرتی رہی۔ لیکن بچارے ہندو گھبرا گئے۔ اور اُنہیں کچھ نہ ملا۔ اور ویسے کے ویسے بے شرم ہوکر کمیٹی میں چلے گئے۔ اس کے مقابلہ میں دیکھئے کہ راولپنڈی کے مسلمانوں نے تھوڑی سی خفگی کا اظہار کیا .... کہ راولپنڈی میں اُن کی نشستیں کم ہیں۔ کانسٹی ٹیوشن کے غیر متبدل ہونے کے سارے بہانے پرے دھرے رہے سنا جاتا ہے۔ کہ نئے وزیر مسلمان صاحب نے اُن کی ناراضگی کو دور کرنے کے لئے ایک سیٹ بڑھا دی ہے۔ یہ ہے مقابلہ پنجاب میں ہندوؤں کی عام آواز کا مسلمانوں کی عام آواز کے ساتھ۔

ہندوستان کی ایک سرحد پر تو مسلمان غلبہ کا طوفان برپا ہے۔ اُدھر آسام کے ایک چھوٹے سے صوبہ کو دیکھئے۔ جہاں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے۔ آسام کی زرخیز زمین مشرقی بنگال کے مسلمانوں کو برائے نام قیمت پر دی جا رہی ہے۔ یہ نئے آباد کار بیچارے کمزور ہندوؤں کی عورتیں چھیننے میں بھی درگذر نہیں کرتے۔ وہاں کے ہندوؤں کی ذہنیت تو دیکھئے۔ کونسل کا پریذیڈنٹ کونسل میں ایک مسلمان سب انسپکٹر کے متعلق کسی سوال کے پوچھنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ جس سے ناراض ہو کر سوراجی اور غیر سرکاری ہندو ممبر کونسلوں سے اُٹھ کر چلے آتے ہیں۔

جس قوم کے نمائندوں کی اتنی عقل نہ ہو۔ اور جن کی آنکھیں اپنے سے تھوڑی دور نہ دیکھ سکتی ہوں۔ اس جاتی کی رکھشا کرنیوالا ایشور ہی ہے۔ یو۔ پی میں جہاں ہندوؤں کی آبادی اتنی غالب ہے۔ بریلی کا فساد ہمارے سامنے ایک نئی مثال پیش کرتا ہے۔ بہار میں جہاں مسلمان آٹھ نو فیصدی ہیں یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ایک وزیر ضروری طور پر مسلمان ہو۔

پنجاب کے ہائی کورٹ میں ایک مقدمہ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ گورنمنٹ اس فیصلہ کو پسند نہیں کرتی اور فوراً ہی ایک اور مقدمہ چلا کر اس کے مقابلے پر دوسرا فیصلہ کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ایک بڑا مسلمان وکیل سرکار کی طرف سے اس مطالب کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ قانون اور انصاف دوست وہی ہے۔ جو مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کر سکے۔ وکیل صاحب کی ذہنیت اور دلیری دیکھئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اس سارے فساد کی جڑ آریہ سماج ہے .... وکیل صاحب مسلمانوں کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ لیکن انہیں مالابار۔ ملتان۔ سہارنپور وغیرہ کو بھلا کر بھی اتنا تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ غزنوی سے لیکر تیمور۔ نادر اور ابدالی کے زمانہ تک کونسا مظالم ہے جو اس ملک پر توڑا نہیں گیا۔ اس وقت بھی آریہ سماج اور شدھی ہی کی تحریک فساد کرا رہی تھی یا کہ دوسری پارٹی۔ آج ایسی بگینا ہی ثابت کی جارہی ہے یا کہ پچھلے سات آٹھ سو سال کی تاریخ بھی ایک فسانہ تھا۔

کوئی ایک مسلمان سوامی شردھانند جیسے بوڑھے بزرگ کو دن دھاڑے قتل کر دے اُس کے لئے تمام مسلمان چندے کر کے پریوی کونسل تک جائیں اس سے ہندوؤں کے خلاف نفرت نہیں پھیلتی۔ لیکن کوئی ہندو شخصی طور پر مسلمان اخبار کی کہانی کے جواب میں ایک کہانی لکھے۔ تو اس کی ساری ذمہ داری آریہ سماج پر آنی چاہیئے۔ کیا یہ انصاف ہے۔

(۴) دھرم جاتی کی رکھشا کیلئے ہے ورنہ وہ ادہرم ہوجاتا ہے

مسلمانوں کو سنگٹھن اور شدھی سے بڑا خطرہ نظر آتا ہے۔ لیکن ادھر نہ تو ہندوؤں کا سنگٹھن بنتا ہے اور نہ شدھی میں کوئی جان ہے۔ سنگٹھن کیسے ہو۔ سنگٹھن کے معنے یہ کہ نیچ سے نیچ اور اونچ سے اونچ ہندو ایک ہی مشترکہ لڑی میں پرو دیئے جائیں۔ لیکن ہمنے تو اپنے لئے بھن بھن دھرم مانے ہوئے ہیں۔ ہمارے یہ سمپردائک دھرم ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم جاتی کو ایک سنگٹھن میں باندھیں

ہمارے سنگھٹن تحریک کے چلانے والے ابھی تک سوچتے ہیں کہ وہ کسی نیچ آدمی کے ساتھ پانی کیسے پی سکیں گے اور اُن کے بچے اگر مندر میں آگئے تو اُن کے مندر کا دیوتا شاید غصے میں آکر اُنہیں سراپ نہ دیدے۔ میں نے بھی دنیا کے بہت سے ملک دیکھے ہیں کسی ملک یا قوم میں ایسی جہالت اور تاریکی نہیں دیکھی جو کہ اس دیش میں ہندو سماج کے اندر پائی جاتی ہے۔ باہر کا کوئی آدمی یہ سمجھ نہیں سکتا کہ کسی آدمی کے ساتھ چھو جانے سے یا کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہونے سے کوئی چیز کیسے بگڑ جاتی ہے اور استعمال کے ناقابل ہو جاتی ہے اور نہ کسی کو شادی بیاہ کے متعلق ان پابندیوں اور قواعد کی سمجھ آسکتی ہے جو کہ اس دیش کے لیکھکوں نے جنہوں نے اپنی کتابیں سنسکرت میں لکھیں۔ اور جن کتابوں کو ستیہ شاستر مانا جاتا ہی بنائے اور اپنے دماغ کی ساری طاقت کو اس طرف لگایا۔ چھوت چھات کی ابتدا جہانتک میں سمجھتا ہوں اسلامی حملوں کے بعد ہوئی۔ اور اُس کی وجہ غالباً ان لوگوں کے خلاف نفرت کے جذبہ کا اظہار کرنا تھا جو کہ اپنی جاتی سے نکل کر دشمنوں کے ساتھ جا ملے۔ یہ خیال درست تھا یا غلط۔ سمجھ میں تو آسکتا ہے۔ لیکن اس چھوت کو اپنی قوم کے مختلف اجزار کے اندر رواج دیدینا جس کسی نے دیا ہو نہایت نامعقول اور جاہلانہ تھا اسی طرح ذات پات کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ غیر ملکی حملوں کی لہر کے وقت ہندوؤں نے یہ چھوٹے چھوٹے قلعے بنا کر اُن کے ذریعے اپنی حفاظت کی۔ اسوقت اس لڑائی میں شاید یہ قلعے باہمی حفاظت کا ایک ذریعہ بن کر مفید ثابت ہوئے ہوں لیکن آجکل تو ایک اندھا بھی آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ یہ ذات پات ایک جیل خانہ کی طرح ہو گئی ہے اور اُس کے بندھن بیڑیوں کی طرح ہیں۔

جبتک ہم ان پُرانے خیالات سے خواہ اُن کا اُن لوگوں نے پرچار کیا جن کو رشی کہا جاتا ہے آزاد نہوں گے۔ ہم ہندو جاتی کو ایک سنگھٹن میں نہیں لا سکتے۔ دھرم ہمیشہ سمے اور حالات کے مطابق بدلتا ہے۔ دھرم وہی ہے جو جاتی کی رکھشا کیلئے بنایا جائے۔ اور جب کوئی رواج کسی جاتی کے لئے مضر اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے

تو وہ دھرم سے بگڑ کر ادھرم بن جاتا ہے۔ زندہ جاتیوں کا یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے نئے نئے دھرم بنائیں اور پُرانے غلط دھرموں سے چھٹکارا حاصل کریں۔ جو جاتی دماغی غلامی میں پھنس جاتی ہے وہ یقیناً زندگی سے موت کے گڑھے میں چلی جاتی ہے۔ میں نے کئی بار جتلایا ہے کہ شدھی نہ چندوں سے اور نہ اپدیشکوں سے ہوگی۔ مسلمانوں کو تبلیغ کے لئے نہ چندوں اور نہ اپدیشکوں کی ضرورت ہے اُنکا ہر مرد و عورت اسلام کیلئے محبت رکھتا ہے اور پرچار کرتا ہے۔

ہندو سنگھٹن تب ہوگا جب ہر ایک ہندو کے اندر خواہ چھوٹا اور خواہ بڑا ہو اُخوت اور برادری اور برابری کا جذبہ پیدا کر دیا جائیگا۔ ہندو شبد کے اندر لاانتہا پریم اور محبت پیدا کرنا ہی ہندو سنگھٹن کا ایک سچا ذریعہ ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے ایک مجلسی ساماجک انقلاب ہندوؤں میں پیدا کرنا ضروری ہے

پرتاب — ۲۰۔ اگست ۱۹۲۷ء

ہندوؤں کا قدم موت کیطرف

(ڈاکٹر بال کرشن جی ایم۔ اے پرنسپل راجا رام کالج کولھاپور)

میرے ہندو بھائی کُمبھ کرن کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے زوال کو روکنے کیلئے کوئی کوشش نہیں کر رہے۔ اس میں شک نہیں کہ پچھلے دس سالوں میں حرکت اور زندگی کی کچھ کچھ نشانیاں دیکھ پڑتی ہیں۔ مگر جو بیس کروڑ ہندوؤں کو حرکت دینا آسان کام نہیں اُنکو جگانے کیلئے بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ہر ایک ہندو کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ سال بسال ہندو ہندوستان میں کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائی بڑھتے جا رہے ہیں۔ جو بات کہ مسلمان بادشاہ مسلمانی سلطنت کے ہوتے ہوئے بھی نہیں کر سکے تھے وہ مسلمانی راجیہ کے نہوتے ہوئے بھی پوری ہو رہی ہے ہر روز ہندو دھرم کو عورت و مرد چھوڑ کر مسلمان یا عیسائی ہو رہے ہیں۔ مسلمان تو

دینے کی بجائے لے ہی رہیں اور ہندو لینے کی بجائے دے ہی رہے ہیں۔ اس صورت میں ہندوؤں کا زوال اور مسلمانوں کا عروج کیوں نہ ہو؟

بہت سے بھائیوں کو ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کہ حالت کیا ہے۔ اس کو یہاں پر دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تین مذہبوں کا مقابلہ

دھرم	سنہ ۱۸۸۱ء	سنہ ۱۸۹۱ء	فیصدی اضافہ
ہندو	۱۸۹۶۳۷۴۵۰	۲۰۷۷۳۱۷۲۷	۵ ر ۱۴
مسلمان	۵۰۷۲۱۵۸۵	۵۷۳۲۱۱۶۵	۴ ر ۱۴
عیسائی	۱۸۶۲۶۳۴	۲۲۸۴۳۷۰	۴ ر ۲۲

اس حساب سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ دس سالوں کے اندر ہندو ایک سو سے ایک سو دس ہوئے۔ مسلمان ۴ ر ۱۱۴ ہوئے مگر عیسائی ۴ ر ۱۲۲ ہو گئے۔ دھرم کی دوڑ میں ہندو سب سے پیچھے رہے اور عیسائی سب سے آگے ہو گئے۔ مگر اگلے دس سالوں میں ہندوؤں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور مسلمان اور عیسائی خوب بڑھ گئے۔ دیکھیے۔

دھرم	سنہ ۱۸۹۱ء	سنہ ۱۹۰۱ء	فیصدی اضافہ
ہندو	۰۷ ر ۲۵ کروڑ	۷ ر ۲۰ کروڑ	
مسلمان	۰ ر ۵ 〃	۶۲ 〃	۹ ر ۸
عیسائی	۰ ر ۲۲ لاکھ	۲ ر ۲۹ لاکھ	۹ ر ۲۷

اس سے ثابت ہے کہ جہاں تو عیسائی دس سالوں میں ۱۵۲ ہو گئے اور مسلمان ۱۰۰ سے ۱۰۹ ہوئے ہندوؤں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ وہ ساکن اور بے حرکت ہی رہے۔ وہ جہاں تھے وہیں رہے۔ مگر دوسرے دھرم والے بازی لے گئے۔ اگلے دس سالوں میں بھی ہندو پیچھے رہ جاتے ہیں واقعات ملاحظہ ہوں۔

دھرم	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۱۱ء	فیصدی اضافہ
ہندو	۰۷ ر ۲ کروڑ	۷ ر ۲۱ کروڑ	۵
مسلمان	۲ ر ۶ 〃	۶ ر ۶ 〃	۷ ر ۶
عیسائی	۲ ر ۲۹ لاکھ	۷ ر ۳۸ لاکھ	۶ ر ۳۲

یعنی ۱۰۰ عیسائیوں کی جگہ پر ۱۳۲ عیسائی دس سالوں میں ہو گئے مسلمان بھی ۱۰۶ سے زیادہ ہوئے مگر ایک سو ہندو صرف ایک سو پانچ ہوئے مگر یہ تھوڑی سی ترقی اگلے دس سالوں میں رک جاتی ہے۔ ہندو بڑھنے کے بجائے گھٹ جاتے ہیں اور دوسرے دھرموں والے خوب ترقی کرتے ہیں۔ مثلاً

دھرم	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۲۱ء	فیصدی اضافہ
ہندو	۷ ر ۲۱ کروڑ	۶ ر ۲۱ کروڑ	۵ ر ۷
مسلمان	۶ ر ۶ 〃	۸ ر ۶ 〃	۱ ر ۵
عیسائی	۷ ر ۳۸ لاکھ	۵ ر ۴۷ لاکھ	۶ ر ۱۲

اب صاف طور پر عیاں ہو گیا ہو گا کہ عیسائی اور مسلمان لوگ برابر بڑھتے ہوئے چلے گئے ہیں۔ مگر ہندوؤں میں کئی دفعہ زوال ہوا ہے اور جو اضافہ ہوا بھی ہے وہ دوسری جاتیوں سے کم ہوا ہے۔ ان چالیس سالوں کا حساب دیکھنے سے سب کی آنکھیں کھل سکتی ہیں۔

سنہ ۱۸۸۱ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک کا اضافہ

دھرم	اصلی تعداد ترقی	فیصدی ترقی
ہندو	۲ ر ۸ ۲ کروڑ	۱۵
مسلمان	۸۰ ر ۱ 〃	۳۷
عیسائی	۲۹ لاکھ	۱۵۵

چالیس سالوں میں ہندو دھرم میں لوگ ایک سو سے ایک سو پندرہ ہوئے مگر مسلمان ۱۳۷ اور عیسائی ۲۵۵ ہو گئے۔ دھرم کی دوڑ میں ہندو بہت پیچھے

رہ گئے۔ اس کے نتائج خطرناک ہیں۔ کیونکہ اس رفتار سے اگر ہندو دھرم میں زوال ہوتا گیا تو کوئی دن ایسا آویگا کہ اس ہندوستان میں ہندوؤں کا نام و نشان نہیں رہیگا ذیل میں فی سینکڑہ تعداد ان تین دھرم والوں کی دکھائی جاتی ہے۔ اور جو ترقی یا کمی فیصدی ان میں ہوئی ہے وہ بھی درپیش ہے۔

دھرم	۱۸۸۱ء	۱۹۲۱ء	تبدیلی فی صدی
ہندو	۷۴٫۳	۶۸٫۴	۵٫۷ کمی
مسلمان	۱۹٫۷	۲۱٫۷	۲ اضافہ
عیسائی	٫۷	۱٫۵	٫۸ اضافہ

اس فہرست سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جہاں ۱۸۸۱ء میں ہندوستان کی ساری آبادی میں سے ہندو ۷۴ فی صدی تھے۔ چالیس سالوں میں وہ ۶۸ فی صدی رہ گئے یعنی لگ بھگ ۶ کی کمی ہوئی۔ دوسری طرف جہاں مسلمان ۲۰ فیصدی تھے وہ بائیس فی صدی ہوگئے۔ عیسائی بھی ایک فیصدی بڑھ گئے۔ اگر اس تعداد سے ہندو گھٹتے رہے تو حساب صاف ہی اور نتیجہ بھی سب پر عیاں ہے کہ ایک دن کوئی ہندو ہندوستان میں نہیں ملیگا۔ افسوس یہ ہے کہ وہ دن بہت دور نہیں

"چار سو ساٹھ سالوں میں سارے ہندوستان میں کوئی ہندو نہیں"
"رہیگا۔ ہندوستان مسلم ستھان اور عیسائی ستھان بن جاوے گا"
"آریہ ورت میں اناریہ دھرموں کا راجیہ اور وستار ہوگا! رام کرشن"
"بدھ شنکر۔ گوتم۔ کناد کے نام لیوا اور پانی دیوا مر چکے ہونگے۔ ویدک"
"دھرم کا ناش۔ آریہ فلسفہ۔ ہند و تہذیب ہندو دھرم شاستر"
"ملیامیٹ ہو چکا ہوگا۔ ہندوستان کی وہی حالت ہوگی۔ جو"
"مصر۔ ایران۔ جاوا۔ بالی۔ بورنیو وغیرہ ملکوں اور جزائر کی"
ہو چکی ہے۔

یہ کہانی تو سارے ہندوستان کی ہوئی۔ مگر کئی ایک صوبجات تو نہایت خطرناک حالت میں ہیں۔ ذیل کے نقشہ سے صوبوں کی حالت معلوم ہوگی۔

صوبہ	ہندو	مسلمان
پنجاب	۱٫	۲۹ فیصدی بڑھے
یو۔پی	۲٫۴	۹ " "
مدراس	۱۸	۳۱٫۵ " "
سی۔پی اور برار	۱۷	۲۱٫۵ " "
بنگال	۱٫۶	۴۱ " "
آسام	۳۴٫۱	۲۷٫۱ " "

اس فہرست کا ذرا ملاحظہ فرمائیے اور پورے طور پر اس کے نتیجے کی کھوج کیجئے تو رونگٹے کھڑے ہونگے۔ پنجاب میں آریہ سماج کا زور ہے۔ پنجاب کے ہندو طاقتور اور جنگجو ہیں مگر وہ مسلمانوں کا مقابلہ تعداد میں نہیں کر سکتے۔ جہاں ہندوؤں کی تعداد میں ذرا بھی ترقی نہیں ہوئی وہاں مسلمان ۱۰۰ کی جگہ ۱۲۹ ہوگئے اس کا یہ مطلب ہے کہ۔

ایک سو اٹھارہ سالوں میں پنجاب میں کوئی ہندو نہیں رہیگا

آسام کی بھی یہی حالت ہو رہی ہے۔ اسمیں ہندوؤں کے مسلمان اور عیسائی بننے کے لئے دو سو ساٹھ برس چاہئیں۔

بنگال میں ہندو مسلم جدوجہد زیادہ ہے مگر مسلمان برابر فتح کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس صوبہ میں ہندوؤں کے ناش ہونے کے لئے ۳۲۸ برس چاہئیں۔ یہ تین سو برس قوموں کی زندگی میں کوئی معنے نہیں رکھتے۔ کتنا افسوس ہے کہ جس دیش میں ویدک دھرم کا جھنڈا لاکھوں نہیں ہزاروں برسوں سے لہرا رہا ہے۔ جس کی آریہ قوم نے ایشیا۔ امریکہ اور یورپ کو تہذیب سکھائی۔ جس نے اپنا فلسفہ حساب۔ کلا کوشل۔ علم طب۔ دھرم مختلف ممالک کو سکھا کر ترقی دی۔ وہ قوم آج زوال کے گڑھے میں۔ ایسی پڑی ہے۔

کہ وہ بے حس و حرکت معلوم ہوتی ہے۔ جس نے لاکھوں مصیبتوں کو جھیل کر اپنے دھرم۔ اپنی تہذیب۔ اپنے مندروں کی رکھشا کی۔ وہ قوم اس شانتی اور دھارمک سوتنترتا کے زمانہ میں زوال کے گڑھے میں پڑ رہی ہے۔

آریہ سماج نے ہندوؤں کو ترقی اور رکشا کے طریقے سکھائے ہیں۔ ہندو دھرم میں جو برائیاں پچھلے ایک ہزار برسوں سے آگئی ہیں انہیں دور کر کے ہندوؤں کو ترقی کے میدان میں چلنا اور دوڑنا آریہ سماج سکھا رہا ہے۔ شدھی اور ہندو سنگٹھن دو زبردست سادھن ہماری رکشا کے ہیں۔ اچھوت ادھار۔ ساماجک سدھار۔ شاریرک بل کی بڑھتی جات پات کا توڑنا۔ ودھوا وواہ کو زور سے رائج کرنا۔ سادھوؤں اور مندروں کا سدھار ہندو رکشا دل بنانا۔ ہندی زبان کی ترقی۔ سنسکرت کا پرچار۔ ہندو فلسفہ اور آیوروید کے مطالعہ میں ترقی دینا اور اسی قسم کے دوسرے طریقے ہندوؤں کو اپنی رکشا کے دھارن کرنے چاہئیں۔

تیج ۲۰۔ اگست ۱۹۲۷ء

مسلمانوں میں آریہ سماج کی ستھاپنا

(شری پت ڈاکٹر لکشمی دت جی آگرہ نواسی کے قلم سے)

ویدک دھرم ایک عالمگیر دھرم ہے۔ یہ منشی ماتر کا دھرم ہے۔ کسی خاص قوم یا فرقہ کی میراث نہیں ہے۔ کسی خاص ملک کی ملکیت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ باوجود آریہ سماج کی گذشتہ تین سالہ جدوجہد کے ابھی تک یہ نہ صرف ہندوستان کی چہار دیواری کے اندر ہی محدود رہے بلکہ ہندو جاتی تک کے تنگ دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھ سکا ہے۔ اس وقت تک اس سے اگر کسی کو کچھ فائدہ پہنچا ہے تو وہ ہندو جاتی ہے اور اگر اس نے کسی مردہ قوم کے اندر از سر نو زندگی کی روح پھونکی ہے تو وہ ہندو قوم کے قالب میں پھونکی ہے ودیشوں کا تو ذکر کیا ہے خود اسی دیش کے اندر رہنے والی

عیسائی اور مسلمان دو بڑی قومیں عملاً اس کے چشمۂ فیض سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکی ہیں۔ یہ کہنا یا سمجھ لینا کہ مسلمان یا عیسائی جاتیوں کے اندر ایسے منش ہی نہیں ہیں کہ جو دل سے اسلام و عیسائیت کے سدھانتوں کی کمزوریوں اور ویدک دھرم کی خوبیوں و صداقتوں کو نہ سمجھتے ہوں ایک بھاری بھول ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایک ہندو اپنے سنسکاروں کی بدولت بمقابلہ ایک مسلمان کے ویدک دھرم کی صداقتوں کو بآسانی و جلد گرہن کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی سچ ہے کہ عیسائی اور مسلمانوں کے اندر بھی ایک کثیر تعداد ایسے روشن طبع لوگوں کی موجود ہے کہ جو دل سے ان مذاہب کے بودے و خلاف فطرت اصولوں سے متنفر ہیں اور ویدک دھرم کے اندر دور ہی سے وہ روشنی دیکھ رہے ہیں۔ جو تاریکی میں پڑے ہوئے آتماؤں کو منور کر سکتی ہے۔ لیکن وہ مجبور ہیں کہ کھلم کھلا اپنے مذہب کو چھوڑ کر ویدک دھرم کی شرن میں نہیں آسکتے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے میں انہیں اتنی بھاری قربانی دینی پڑتی ہے کہ جس کا تحمل ہر شخص بآسانی نہیں اٹھا سکتا۔ یعنی ایک مسلمان اگر آج شدہ ہو کر ویدک دھرم کی شرن میں آتا ہے تو اسے سب سے پہلے وہ سوسائٹی چھوڑنی پڑتی ہے جس میں کہ اس نے جنم لیا اور پرورش پائی۔ پھر تمام بھائی بند۔ عزیز و اقارب۔ رشتہ ناطہ دار اور دوست و احباب سے ہمیشہ کے لئے جدائی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ یہ کہنے و سننے میں شاید آسان بات نظر آئے۔ لیکن فی الحقیقت اس پر عمل کرنا اتنا مشکل ہے کہ اس مذہب سے لاپروائی کے زمانہ میں محض آتما کی اُنتی یا سچائی کی پراپتی کے لئے ایک شخص کا تمام عزیز و اقارب کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینا اور ان کی دیرینہ محبت کا رشتہ کلیتاً توڑ دینا کوئی معمولی و آسان بات نہیں ہے اور ایک اتنی بڑی قربانی ہے کہ جو ہر شخص کے امکان میں نہیں ہے۔ لیکن اس پر طرہ یہ کہ اگر کوئی مضبوط دل آدمی یہ بھاری قربانی دیکر ویدک دھرم گرہن بھی کرتا ہے تو ویدک دھرم کے موجودہ ٹھیکیدار و ذات برادری کے کڑے بندھنوں کی وجہ سے اسے اپنے دائرے سے دس قدم دور ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ ویدک دھرم گرہن کرنے پر اونچے طبقہ کے ہندوؤں کا

تو ذکر ہی کیا ہے۔ نیچ سے نیچ ہندو بھی اس غریب کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنا گوارا نہیں کرتا اور جو برتاؤ عام طور پر ایسے لوگوں کے ساتھ سادھارن ہندوؤں کی طرف سے ہوتا ہی وہ کسی مزید توضیح و تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ ان حالات میں قدرتاً عام طور پر شریف بے غرض و ایمان دار عیسائی مسلمان ویدک دھرم کی شرن میں آنے سے احتراز کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی بھولا بھٹکا کبھی آ بھی جاتا ہے تو وہ چند ہی روز کے تلخ تجربہ کے بعد واپس چلا جاتا ہے کہ جنہیں سنکر اس کے تمام دیگر ہم مذہبوں کو بھی خاص تنبیہ ہو جاتی ہے۔ نتیجہ ہندوؤں کی اس تنگدلی و کوتاہ اندیشی کا یہ ہوا ہے۔ کہ اس وقت تک ویدک دھرم کا دروازہ جنم کے عیسائی اور مسلمانوں کے لئے ۔

عملاً بند پڑا ہے

ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ موجودہ دس لاکھ آریوں میں سے کم از کم ایک لاکھ بھی جنم کے عیسائی یا مسلمانوں میں سے آئے ہوئے لوگ نہ ہوتے۔ لیکن جن حالات میں سے فی زمانہ ہندو سوسائٹی گذر رہی ہے ان پر کسی فردِ واحد یا فرقہ کا قابو پانا ممکن سا نظر نہیں آتا اور یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہندو سوسائٹی کے اندر وہ

سوشیل انقلاب

کب آئیگا کہ جو ہندوؤں کو اس قابل بنا دے کہ وہ جنم کے عیسائی و مسلمانوں کو اسی طرح ہضم کرنے لگیں جس طرح ایک تندرست آدمی دال روٹی کو روزانہ ہضم کرتا رہتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جبتک ہندوؤں میں ایسا زبردست سوشیل انقلاب نہ آئے تب تک کیا حق پسند عیسائی و مسلمانوں پر ویدک دھرم کے دروازے اسی طرح بند رکھے جائیں جس طرح اب تک رہے ہیں۔

ویدک دھرم کا ہر ایک شیدائی اس کا نفی میں جواب دیگا۔ کیونکہ کوئی

شخص بھی جو اپنی آنکھوں سے ویدک دھرم کو سنسار بھر میں پھیلا دیکھنا چاہتا ہے موجودہ صورت حالات پر مطمئن نہیں رہ سکتا۔ مگر پھر یہ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا کیا جائے۔ عام ہندوؤں کی اس ضمن میں ذہنیت کے جلد بدل لینے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ وہ بحیثیت مجموعی فی الحال ذات پات کے بندھنوں کو توڑ کر نو ہندؤوں کے ساتھ رشتہ ناطہ کا سلسلہ قائم کرنے میں اسمرتھ سے دکھلائی دے رہے ہیں آریہ سماج میں بھی ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہی کم ہے جو اپنی ہندو برادریوں اور رشتہ داریوں سے تمام تعلقات منقطع کر کے خود کو ایک بین الاقوامی برادری کی صورت میں سنگھٹت کر لیں اور یوں جنم کے عیسائی مسلمانوں کا ویدک دھرم میں پرویش آسان کر دیں۔ پس ان حالات میں عیسائی و مسلمانوں پہ ویدک دھرم کے دروازے کھولنے کی صرف ایک ہی صورت قابل عمل باقی رہجاتی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ :-

عیسائیت و اسلام کے اندر ویدک دھرم

کی ستھاپنا اسی طرح کی جاوے جس طرح ہندوؤں کے اندر آریہ سماج کے روپ میں موجود ہے۔ مسلمانوں کے اندر ایسے روشن طبیع و صداقت پسند مسلمانوں کی کمی نہیں ہے جو ویدک دھرم کو اسلام پر ہزار دل سے ترجیح دیتے ہیں۔ اور ان ہی میں سے بعض بھائی جب اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے میں اسمرتھ ہو جاتے ہیں تو آریہ سماج کا دروازہ وقتاً فوقتاً کھٹکاتے رہتے ہیں۔ ایسے سچائی کے فرشتوں کی خدمت میں میں عرض کروں گا کہ شدھی کرا کر اور ہندوؤں کے اندر اگر ویدک دھرم پالن کرنے کا کافی تجربہ گذشتہ تیس سال کے اندر ہو چکا ہے ہندوؤں کے اندر کام کرنے والا آریہ سماج بھی باوجود اپنی صادقانہ کوششوں کے اُن کی مشکلات کو حل کرنے میں قاصر رہا ہے۔ "آزمودہ را آزمودن جہل است"۔

پس اب صداقت کے شیدائی مسلمانوں کو ویدک دھرم کیلئے ہندوؤں کے

آریہ سماج کا سہارا ڈھونڈھنے کی بجائے خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ اور بجائے خود کو ہندوؤں کے رحم پر چھوڑنے کے خود

مسلمانوں کے اندر آریہ سماج

کی ستھاپنا کر دینی چاہیئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جو شیر نر اس کام کا بیڑا اُٹھائیں گے وہ عملاً اپنی جان کی بازی لگائیں گے انہیں بھاری قربانیاں دینی ہوں گی۔ شروع شروع میں انہیں جہلا و ملانوں کی مخالفت کی سخت ترین آندھیوں کا سامنا کرنا پڑیگا لیکن آخری کامیابی انہیں کے ہاتھ رہے گی اور وہ لاکھوں مسلمانوں کی پیاسی آتماؤں کی تڑپنے کیلیئے اسلام کے اندر ویدک دھرم کا چشمہ جاری کرکے اپنے پیچھے ایک روحانی نام و قابل تقلید کام چھوڑ جائیں گے ممکن ہے کہ واقعات کو سطحی نظر سے دیکھنے والوں کو مسلمانوں کے اندر آریہ سماج کی ستھاپنا کا خیال ناممکن العمل دکھلائی دے۔ لیکن جو لوگ مسلمانی تواریخ سے واقف ہیں اور اُس کے اندر پھیلے ہوئے مختلف متضاد فرقوں کے حالات سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ یقیناً اُن کے نزدیک مسلمانوں کے اندر آریہ سماج کی ستھاپنا کا خیال اس سے زیادہ مشکل نہیں ہو سکتا جتنا مشکل کہ ایران جیسے خالص و کٹر اسلامی ملک کے اندر شہید بہار اللہ کا بہائی مذہب کی بنیاد رکھنا ہو سکتا ہے۔ یقیناً اگر سر سید احمد خاں قرآن و حدیث کے بہت سے مستند لیکن لچر مسائل سے انکار کرکے مسلمانوں کے اندر نیچری فرقہ کی بنیاد ڈال کر لاکھوں روشن طبع و تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی خاتم النبیین کے مقبول عام مسئلہ کو بلا تجلی دیگر ہند کے سات کروڑ مسلمانوں کو دیکھتے دیکھتے خود مسلمانوں ہی کے اندر مسیح موعود نبی بن سکتے ہیں اور چند ہی سال کے اندر لاکھوں مسلمان اپنے ہم خیال بنا سکتے ہیں۔ اگر لاہور کے مولانا عبد اللہ چکڑالوی اسلامی نماز اور تمام احادیث وغیرہ سے انکار کرکے اسلام کے اندر ایک نیا چشمہ جاری کر سکتے ہیں تو بلا شبہ ایک

مسلم آریہ

قرآن و حضرت کی رسالت سے انکار کرکے اسلام کے اندر آریہ سماج ستھاپن کرنے میں کامیاب کیوں نہیں ہو سکتا۔ پھر جب مسلمانوں کے اندر خدا کا ایک منکر کھلم کھلا دہریت کا پرچار کرکے زندہ رہ سکتا ہے۔ جب خلاف شرع کروڑوں مسلمان تعزیہ پرستی کرکے ثواب دارین حاصل کر سکتے ہیں۔ جب صوفی لوگ کھلم کھلا نوین ویدانت یا ہمہ اوست کا پرچار کرکے لاکھوں مسلمانوں کو اپنے حلقہ مریدی میں شامل کر سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک شخص خالص خدا کی پرستش اور اُس کے ستیہ گیان وید بھگوان کے اصولوں کا پرچار کرکے کیوں مسلمانوں کو مشعل ہدایت دکھلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا ہونا مذاہب عالم کی تواریخ میں کوئی نئی بات ہی نہیں ہے۔ خود

ہندوؤں کے اندر اسلام

کی ستھاپنا کی زندہ مثال آغا خانی یا اسمٰعیلی فرقہ کی صورت میں موجود ہے۔ اور ہندوؤں کے اندر آج بھی سینکڑوں ایسے ہندو نما مسلم موجود ہیں جو ہندو برادری میں رہتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن کا مطالعہ مسلمانی عقیدے کے ساتھ کرتے اور حضرت کی رسالت کے قایل ہیں۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اندر آریہ سماج کی ستھاپنا کرنے والوں کو شروع شروع میں کفر و قتل کے فتووں کی آندھیوں اور جہالت کے تند طوفانوں کا سامنا کرنا ہو گا۔ لیکن کیا شہید بہاء اللہ سر سید احمد خاں۔ مرزا غلام احمد و مولانا چکڑالوی کو ایسے بے تمیزی و جہالت کے طوفان سے نہیں گذرنا پڑا۔ میرا وشواش ہے کہ ہر مستقل مزاج۔ سچائی کا شیدا ان مصائب و آفات سے کامیابی کے ساتھ پار ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی مرد میدان نے مسلمانوں کے اندر اس طرح قدم بڑھایا تو آریہ پرشس ضرور

حتی الامکان اس نیک کام میں اس کی معاونت کریں گے تو آریہ پرشوں کو بی عام طور پر رائے دوں گا کہ اگر انہیں ایسے جنم کے مسلمان ملیں تو وہ انہیں بجائے شدھ کر کے آریہ سماج میں لانیکے مسلمانوں میں رہتے ہوئے آریہ سماج کے پرچار کا مشورہ دیں۔ کیونکہ ویدک دھرم کی دراصل جو سیوا ایک مسلمان مسلمانوں میں پرچار کر کے کر سکتا ہے وہ آریہ سماج میں شریک ہو کر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شدھی کے بعد ہی مسلمان اسے مرتد گردن زدنی خیال کرنے لگتے ہیں اور اس کے تمام تعلقات مسلم سوسائٹی سے منقطع ہو جاتے ہیں۔